Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلا حصّہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

وہ کون تھا

صدر مملکت کے ذریعے ملنے والا خط پڑھتے ہوئے۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی چلی گئیں۔ الفاظ عجیب تھے:

"ہمارے عزیز بچو! السلام علیکم۔

یہ خط پا کر تم حیران تو ضرور ہو گے۔ ہماری گمشدگی ہی تم سب کے لیے کچھ کم حیرت انگیز ثابت نہیں ہوئی ہو گی۔ اوپر سے یہ خط۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ ویسے حیرت زدہ ہونا، صحت کے لیے برا نہیں۔ یوں بھی تم لوگ حیرت زدہ رہ جانے کے معاملے میں کنجوس نہیں ہو۔ اب ہم خود تم لوگوں کو اجازت دے رہے ہیں۔

ہم اپنے ملک سے دور ایک دوسرے ملک میں موجود ہیں۔ کیوں موجود ہیں، یہ ملاقات پر بتائیں گے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلے ہم نے سوچا تھا کہ ہم چار مل کر ہی کام چلا لیں گے، کام تو خیر چل جائے گا، لیکن یہاں آکر ہم تم لوگوں کے بغیر بہت اُداس ہو گئے ہیں، خاص طور پر تمھارے انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل بہت اُداس ہیں اور بار بار تم لوگوں کو بلانے کے لیے کہتے رہتے ہیں، بلکہ یہ دھمکی بھی دے چکے ہیں کہ اگر تم لوگوں کو نہ بلایا گیا تو اس مہم کا مکمل طور پر بائیکاٹ کریں گے۔ ان حالات میں ہمارے لیے یہی چارۂ کار رہ گیا تھا کہ تمھیں خط لکھ کر بلا لیں۔ لیکن خط لکھنا اور صدر صاحب تک پہنچانا آسان کام نہیں تھا۔ بہرحال اس کے لیے ایک بہت لمبا چکر چلایا گیا۔ اب تم لوگ بھی اسی طرح چکر کے ذریعے ہم تک پہنچو گے۔ اس سلسلے میں صدر صاحب تم لوگوں کی مدد کریں گے۔ اور تم ہم تک پہنچ جاؤ گے۔ اطلاعاً بتا دیتے ہیں کہ ہم اپنی مہم کے امکانات کا جائزہ لے چکے ہیں۔ بس میدان عمل میں اُترنا باقی ہے۔ کب کے اُتر چکے ہوتے، لیکن تمھارے دونوں انکل آڑے آ گئے۔ لہٰذا ان کی

Malik ji

خواہش کے احترام میں تم لوگوں کو بلانے پر مجبور ہیں۔ بس۔ چلے آؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔

انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا۔"

خط ختم کر کے انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

فاروق نے منہ بنا کر کہا:

"ایک مہم سے فارغ ہو کر ابھی سانس لینے پائے نہیں کہ دوسری آ ٹپکی۔ اسے کہتے ہیں، ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا۔"

"میرا خیال ہے۔ اسے ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا ہرگز نہیں کہتے۔ بلکہ یک نہ شد دو شد کہہ سکتے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"چلو۔ تم یہی کہہ لو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ نہ ہی میرا محاورات کا مقابلہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"گویا اب ہمیں پھر تیار ہو کر صدر صاحب کے پاس جانا ہو گا۔ انھوں نے بھی اسی لیے ہمیں گھر بھیج دیا کہ ہم امی جان سے مل لیں۔" محمود بڑبڑایا۔

"خیر۔ ان سے تو ملاقات ہو چکی۔" آصف نے کہا۔

"اب وہ گئی تیاری۔ تو اس کی ابھی کیا ضرورت ہے۔ میک اپ کرنے کی ہدایات تو ملی نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"گویا تم نہ کرنا چاہتی ہو گی۔ اب اٹھ چلیں۔" فرحت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مُسکرائی۔

"ہاں! میں ابا جان سے ملنے کے لیے بُری طرح بے تاب ہوں۔ اتنی مدت کے لیے ہم ایک دُوسرے سے کبھی نہیں بچھڑے۔" اس نے کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔" آفتاب نے کہا۔

"یہ حال اگر نہیں ہے تو ہمارا۔" مکھن مُسکرایا۔

اور پھر وہ تیاری میں لگ گئے۔ فارغ ہو کر بیگم جمشید کے سامنے حاضر ہوئے:

"امی جان۔ اجازت ہے۔"

"کیا مطلب۔ کس بات کی اجازت؟" وہ حیران رہ گئیں۔

"آپ خط تو پڑھ ہی چکی ہیں۔"

"ہاں! اللہ کا شکر ہے۔ ان کی کوئی اطلاع تو ملی۔"

"تو ہمیں اجازت ہے۔" محمود بولا۔

"میری کیا مجال ہے۔ کہ اجازت نہ دوں۔ تم لوگ بنے ہی انھی کاموں کے لیے ہو۔" انھوں نے منہ بنایا۔

ابھی وہ اللہ حافظ کہہ کر دروازے کی طرف مڑے ہی تھے کہ گھنٹی بجی۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا، پھر محمود نے کہا:

"میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف چلا گیا۔

Malik ji

"ظاہر ہے۔ تم ہی دیکھو گے۔" فاروق بول پڑا۔

محمود نے دروازہ کھولا تو لمبے قد کا ایک دُبلا پتلا آدمی باہر کھڑا نظر آیا، اس کی آنکھوں پر رنگین شیشوں کی عینک تھی۔ ہاتھ میں ایک مُڑی سی چھڑی تھی۔

"فرمایئے۔" محمود بولا۔

"یہ۔ ساتھ والے گھر کو کیا ہوا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دشمنوں کی نذر ہو گیا ہے بے چارہ۔" محمود بولا۔

"کیا مطلب؟"

"انھوں نے ٹائم بم کے ذریعے تباہ کر دیا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہتا ہے۔"

"اوہ۔ بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔ مجھے دراصل انسپکٹر جمشید صاحب سے ملنا تھا۔"

"وہ تو نہیں ہیں۔" محمود نے گول مول جواب دیا۔

"تب پھر۔ ان سے کب ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"یہ بھی نہیں معلوم۔"

"کیوں! یہ کیا بات ہوئی۔"

"دراصل ان دنوں وہ غائب ہیں۔"

"غائب ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"پتا نہیں جناب یہ کیا بات ہوئی۔ آپ تو بات ہوئی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" محمود جل گیا۔

"اوہ! معاف کیجیے گا۔ خیر۔ میں محمود، فاروق اور فرزانہ سے مل لیتا ہوں۔"

"ہاں! ان سے ضرور ملاقات ہو سکتی ہے، لیکن آپ کی تعریف کیا ہے۔ آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"کیا مجھے ہر بات آپ کو بتانا ہو گی۔ مجھے محمود، فاروق اور فرزانہ سے ملنا ہے۔" اس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"خیر! آپ تشریف لائیے۔ میں ہی محمود ہوں۔"

وہ اسے لے کر اندر آیا۔ عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ محمود نے جلدی سے ریسیور اٹھایا:

"ہیلو۔ محمود بول رہا ہوں۔"

"بھئی محمود۔ یہ میں ہوں۔ ایک خوف ناک خبر سنو۔" دوسری طرف سے صدرِ مملکت بولے۔

"یا اللہ رحم!" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں رحم مانگنا چاہیے۔ خبر یہ ہے کہ کسی مون جیل سے فرار ہو گیا ہے۔ اب سے پانچ گھنٹے پہلے۔"

"نہیں!" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! بہت پُر اسرار انداز میں۔ جیل حکام کوئی جواب نہیں دے پا رہے۔"

"خیر۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم جیل کا معائنہ کریں گے۔ اور اس شخص کو قانون کے حوالے کر دیں گے جس کی مدد سے وہ فرار ہوا ہے۔"

"لیکن۔ تم لوگوں کو تو۔" صدر صاحب کہتے کہتے رک گئے۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ دیکھتے ہیں۔ کیا بنتا ہے۔" اس نے فکر مندانہ لہجے میں کہا۔

"تم لوگ کتنی دیر تک آ رہے ہو؟"

"ہم تو اس وقت تک روانہ ہو چکے تھے، لیکن ایک مہمان آ گئے۔ بس ان سے فارغ ہوتے ہی روانہ ہو جائیں گے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" اس کے بعد محمود نے ریسیور رکھا اور پھر اجنبی کی طرف مڑا:

"ہاں! جناب اب فرمائیے۔ آپ کون ہیں اور ہم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ اس کمرے میں اس وقت ہم تینوں بھی موجود ہیں۔"

"ہوں۔ لیکن۔ یہاں تو قریباً دس افراد ہیں۔" وہ بولا۔

"تو اس سے کیا ہوتا ہے؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"خیر۔ مجھے کیا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔"

"ان کے بارے میں تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"وہ بتانا کوئی بتانا نہیں۔ یہ بتائیں۔ وہ کہاں ہیں؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔" محمود سخت لہجے میں بولا۔

"آپ لوگ اس طرح نہیں مانیں گے۔" اجنبی بولا۔

"کیا مطلب۔ آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں۔"

"دھمکی کے علاوہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنی چھڑی لہرائی۔ آن کی آن میں اس کا سرا جلنے لگا۔

"ارے! یہ کیا۔ آپ کی چھڑی میں تو آگ لگ گئی۔" مکھن نے گھبرا کر کہا۔

"یہ آگ نہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا کہا۔ یہ آگ نہیں۔ تو پھر کیا ہے؟"

"آگ کے ساتھ تو دھواں ہوتا ہے۔ دھوئیں کی بو ہوتی ہے۔ تپش ہوتی ہے۔ کیا تم لوگوں نے کمرے میں دھواں محسوس کیا۔ آگ کی تپش محسوس کی؟"

"نن۔ نہیں۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"تب پھر یہ آگ نہیں ہے۔ کوئی اور چیز ہے۔" وہ

Malik ji

مسکرایا۔ اسی وقت چھڑی بجھ گئی۔

"ارے! یہ تو بجھ گئی۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ جل ہی کب رہی تھی۔ صرف چمک رہی تھی۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"یہ چھڑی آخر ہے کیا بلا اور آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" محمود نے کہا۔

"میں جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا۔ اب کیا کہوں گا۔ تم میں سے کوئی ایک اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر دکھا سکتا ہے؟" اس نے مداریوں کے انداز میں کہا۔

"کیوں۔ دایاں ہاتھ دکھانے سے کیا ہوگا۔ کیا چھڑی پھر جلنے لگے گی؟" فرزانہ چونک کر بولی۔

"نہیں۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو اپنا دایاں ہاتھ بلند کرکے دکھائے۔"

"یہ لیجیے مسٹر۔ میں اٹھا رہا ہوں۔" شوکی نے منہ بنا کر کہا اور ہاتھ اٹھانا چاہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ دھک سے رہ گیا۔ اس کا ہاتھ اوپر نہیں اٹھ سکا تھا۔

"کیا ہوا شوکی بھائی۔ ہاتھ کیوں نہیں اٹھا رہے۔" آصف نے حیران ہو کر کہا

"نن۔ نہیں۔ اٹھ رہا۔" شوکی نے گھبرا کر کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"پپ۔ پتا نہیں۔ ارے ہاں۔ وہ تم فون پر کیا کہ رہے تھے۔ جیل کا معائنہ۔ کسی کو قانون کے حوالے کرنے کی بات بھی تھی۔"

"سی مون اب سے پانچ گھنٹے پہلے جیل سے فرار ہو گیا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوا ہو گا جب شہر میں خونریزی ہو رہی تھی۔"

"اوہ۔ نہیں!!" وہ چلا اُٹھے۔

اُسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔

"دونوں بیگمات بھی اب صرف زبان چلا رہی ہیں۔ ہاتھ پیر نہیں۔ اب میں تم لوگوں کی تلاشی لوں گا۔ اور یہ جاننے کی کوشش کروں گا کہ انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔"

"آپ کون ہیں۔ یہ تو بتا دیجیے؟"

"تم لوگ مجھے نہیں پہچان سکو گے۔" وہ مسکرایا۔

"غلط۔ بالکل غلط۔" فرحت چلائی۔

"کیا غلط ہے؟" اس نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ ہم آپ کو پہچان نہیں سکیں گے۔ آپ۔ آپ سی مون ہیں۔"

اجنبی کو ایک جھٹکا سا لگا، پھر اس نے سنبھل کر کہا:

"یہ جان کر حیرت ہوئی۔ کیسے جانا؟"

"بھئی کیوں مذاق کرتے ہو؟"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ مسٹر چھڑی مین بلا وجہ تو ہمارے ہاتھ نہیں اٹھوا رہے۔" شوکی بولا۔

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر انھوں نے ایک ساتھ ہاتھ اوپر اُٹھانے کی کوشش کی، لیکن کسی کا ہاتھ نہ اُٹھ سکا۔

"چلو دایاں نہیں اُٹھ رہا تو بایاں اُٹھا کر دکھا دو۔"

"اوہ" ان کے منہ سے نکلا اور انھوں نے بایاں بازو اٹھانے کی کوشش کی۔ پھر اُٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

"اس۔ اس کا مطلب ہے۔ ہماری صرف زبانیں حرکت کر رہی ہیں۔"

"ہاں! باہر جو خواتین موجود ہیں۔ میں ذرا انھیں بھی چھڑی کا یہ کمال دکھا آؤں۔" اس نے مسکرا کر کہا اور اُٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"شش۔ شاید۔ ہم اس وقت کسی جادو کے دیس میں ہیں۔ اور یہ حضرت جادوگر ہے۔ جس نے ہمیں پتھر کا بنا دیا ہے۔"

"لیکن ہماری زبانیں پتھر کی کیوں نہیں بنیں؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اندازہ۔ اب سے پانچ گھنٹے پہلے آپ جیل سے فرار ہو چکے ہیں۔ ہمیں آپ نے جس طرح بے کار کیا۔ وہ بھی کم عجیب نہیں۔ بس میں نے سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا کہ آپ سی مون ہیں۔" فرحت بولی۔

"خیر۔ مان لیا۔" اس نے کہا۔ وہ اب تلاشی لے رہا تھا، آخر محمود تک پہنچ گیا۔ پھر اس کی جیب میں سے اس نے وہ خط نکال لیا۔

"ارے! یہ تو انسپکٹر جمشید کا ہی نہیں۔ انسپکٹر کامران مرزا کا بھی خط ہے۔ بہت خوب۔" وہ چونک کر بولا اور جلدی جلدی خط پڑھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی:

"بہت خوب۔ اب میرے لیے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا تک پہنچنا کیا مشکل رہا۔ میں تم لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ جاؤں گا۔ اچھا۔ پھر ملیں گے۔ ارے ہاں۔ یہ چھڑی میری طرف سے بطور تحفہ قبول کرو۔" اس نے کہا اور چھڑی وہیں فرش پر گرا دی۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔

"یہ کیا ہوا بھئی؟" آصف بڑبڑایا۔

"اچھا نہیں ہوا۔ ہمیں اس خط کو پڑھنے کے بعد جلا دینا

Malik ji

چاہیے تھا۔" محمود نے کہا۔

"لیکن ہم کب تک اس طرح بیٹھے رہیں گے۔ یار فاروق ذرا ہاتھ بڑھا کر فون ہی کر دو کسی کو۔" آفتاب بولا۔

"تو تم کیوں نہیں بڑھا دیتے ہاتھ فون تک۔" فاروق جل گیا۔

"میرا خیال ہے۔ ہم آہستہ آہستہ خود ہی حرکت کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ سی مون کو کیوں کچھ نہیں ہوا۔ اس چھڑی کا اثر اس پر کیوں نہیں ہوا؟"

"ظاہر ہے۔ اس نے کوئی توڑ کر رکھا ہوگا۔"

اور پھر پورے آدھ گھنٹے کے بعد وہ ہلنے جلنے کے قابل ہوئے۔ اٹھتے ہی وہ باہر کی طرف دوڑے۔ وہاں بیگم جمشید اور بیگم شیرازی بت بنی بیٹھی تھیں۔

"آپ بھی ایک آدھ منٹ تک ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"وہ۔ وہ کون تھا؟"

"سی مون۔" محمود نے کہا۔

"اور یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ ابا جان اور انکل کہاں ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"لیکن ہمیں تو معلوم ہی نہیں۔ بتاتے کیا۔" بیگم جمشید بولیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ہاں! لیکن وہ خط اس نے پڑھ لیا ہے اور اب ہمارا تعاقب کرے گا۔" آصف نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"ہم اسے تعاقب کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ اب فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ارے۔ ہم سی مون کے تحفے کو بھول گئے۔" مکھن نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف دوڑا۔ اس نے چھڑی اٹھائی ہی تھی کہ فرزانہ چلا اٹھی:

"خبردار مکھن۔ اسے جھٹکا نہ دینا۔ ورنہ ہم پھر بے حس و حرکت ہو جائیں گے۔"

"میں اتنا بے وقوف نہیں۔" مکھن نے وہیں سے کہا اور چھڑی لیے باہر نکل آیا۔

"ہمیں نہیں معلوم تھا۔" فاروق بول اٹھا۔

"کک۔ کیا؟" اشفاق بولا۔

"یہ کہ مکھن اتنا بے وقوف نہیں۔" آفتاب بولا۔

"اے۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے۔ میری بات نہ اچک لیا کرو۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"میرا خیال ہے۔ آج زندگی میں پہلی بار کہا ہے۔"

"او ہو اچھا۔ خیر۔ آئندہ خیال رکھنا۔ ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔" فاروق بولا۔

"بھئی کبھی اچھی طرح پیش آنے کی بھی بات کر لیا کرو۔" آصف نے منہ بنایا۔

"اس میں کوشش کرنے کی تو کوئی بات نہیں۔" اخلاق نے کہا اور وہ مسکرا دیے۔

"ہمارے بھی ہاتھ پیر کھل گئے۔" بیگم جمشید نے اعلان کیا۔

"چلیے آپ بھی شکر کریں۔" شوکی مسکرایا۔

"ہاں! اللہ کا شکر ہے۔ جو اللہ کا شکر نہیں کرتا، اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔" بیگم جمشید بولیں۔

"تب تو ہم سب کو فوراً اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔" محمود گھبرا کر بولا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"اب ہمیں اس طرح نکلنا ہے کہ سی مون تعاقب نہ کر سکے۔ اور اس کی ترکیب فرزانہ بتائے گی۔"

"میں ترکیب پہلے ہی سوچ چکی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"واہ۔ فرزانہ نہ ہوئی۔ ترکیب بتانے کی مشین ہو گئی۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"خبردار۔ میں لڑکی ہوں۔ اور مشین بے جان ہوتی ہے۔" فرزانہ کو غصہ آ گیا۔

"ابھی ہم مہم پر نکلے نہیں۔ اور تم تحفے کی زد میں آ گئیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آگے کیا ہوگا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"وہی ہوگا۔ جو منظورِ خدا ہوگا۔"

"فرزانہ۔ جلدی ترکیب بتاؤ۔" آصف بولا۔

"ابھی لو۔" اس نے کہا اور فون کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ کیا۔ تم ترکیب بتا رہی ہو یا فون کر رہی ہو۔"

"یہ ترکیب کا ہی ایک حصہ ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تو یوں کہو۔ تمھاری ترکیب قسط وار ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔" فرزانہ نے جواب دیا۔ اور پھر سلسلہ ملنے پر بولی:

"ہیلو سر۔ سی مون یہاں موجود تھا۔ تھوڑی دیر پہلے۔"

"کیا!" صدر صاحب چلّا اٹھے۔

"جی ہاں! افسوس! ہم اسے گرفتار نہیں کرا سکے۔ اس نے ہمیں بے بس کر دیا تھا جادو کی ایک چھڑی کے ذریعے۔"

"جادو کی چھڑی۔ وہ اس کے پاس کہاں سے آگئی۔"

"بنائی ہو گی خود۔ وہ دراصل ایک عادی بھی ہے — سائنس دان قسم کا آدمی ہے۔ ایسے شعبدے تیار کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ شاید اس نے اپنی زندگی کی ابتدا عادی پنے سے کی ہوگی۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ۔ شاید یہی بات ہو۔"

Malik ji

"اب جب بھی اس سے ملاقات ہو گی۔ ہم اس سے یہ سوال کریں گے۔ خیر اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ اس نے ابا جان والا خط پڑھ لیا ہے۔ اور اب ہمارا تعاقب کر کے ان تک پہنچ جانا چاہتا ہے۔"

"ارے!" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارا تعاقب نہ کر پائے — کیوں کہ ادھر ابا جان اپنی مہم پر عمل پیرا ہونے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ بس ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ حضرت وہاں پہنچ جائیں اور ان کے پروگرام میں رخنہ ڈال دیں۔ یہ کوئی مزے دار بات نہیں ہو گی۔"

"ہوں! تم ٹھیک کہتی ہو۔ پھر کیا کیا جائے۔"

"ہم نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم اسے تعاقب کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔"

"بہت خوب۔ میں وہ ترکیب سننے کے لیے بے چین ہو چکا ہوں۔" صدر صاحب بولے۔

"تو پھر آپ ہمارے گھر کی چھت۔ یعنی آنٹی بیگم شیرازی کی چھت پر ایک عدد ہیلی کاپٹر بھیج دیں۔ ہم اس کی سیڑھی کے ذریعے اس پر سوار ہو جائیں گے اور پھر ہیلی کاپٹر ہمیں وہاں پہنچا دے گا جہاں ہمیں آپ سے ملاقات کرنا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ترکیب دل چسپ ہے۔" صدر صاحب ہنسے۔ ان کے چہروں پر بھی مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

"تو پھر ہیلی کاپٹر بھیج رہے ہیں آپ۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

آدھ گھنٹے بعد انھوں نے اپنے سروں پر ہیلی کاپٹر کی گھن گرج سنی۔ وہ چونک اٹھے اور چھت کی طرف دوڑ پڑے۔ چند منٹ بعد وہ ہیلی کاپٹر پر اڑے جا رہے تھے، بیگم جمشید اور بیگم شیرازی ہاتھ ہلا کر انھیں الوداع کہہ رہی تھیں۔

اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ انھوں نے کسی مون سے بہت آسانی سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔

Malik ji

آ گئے

ہیلی کاپٹر ایک پہاڑی پر پہنچ کر اتر گیا۔ صدر صاحب انھیں ایک طرف کھڑے نظر آئے۔ ان کی کمر پر ایک پہاڑی مکان تھا۔

"فرزانہ کی ترکیب بہت شان دار رہی۔" صدر صاحب مسکرائے۔

"شکریہ سر۔" فرزانہ نے شرما کر کہا۔

"آؤ ہم اس مکان میں بیٹھ کر پروگرام طے کریں۔" صدر صاحب بولے اور مکان کی طرف مڑے۔

جوں ہی وہ اندر داخل ہوئے، ان کی نظریں ایک سیاہ فام آدمی پر پڑیں۔ وہ اپنی سفید سفید آنکھوں سے انھیں دیکھنے لگا۔

"وہ خط یہی صاحب لائے تھے اور یہی اب تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ شروع کا سفر آبدوز کے ذریعے کیا جائے گا۔ پھر ایک ریگستان عبور کرنا ہوگا۔ ریگستان کے آخر میں ایک بند گاڑی کھڑی ملے گی۔ وہ بند گاڑی تم لوگوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

کو تمھاری منزل پر پہنچا دے گی۔ یہ انتظامات کر دیے گئے ہیں۔"

"ویری گڈ۔ لیکن ہم یہاں سے ساحل سمندر تک کس طرح جائیں گے؟"

"پہاڑی کے دامن میں ایک بند گاڑی موجود ہے۔ وہ تم لوگوں کو ساحل تک لے جائے گی۔" انھوں نے کہا۔

"اور اگر گاڑی کا تعاقب سی مون نے کر لیا سر؟" محمود بولا۔

"امکان تو نظر نہیں آ رہا؛ تاہم اگر وہ ساحل تک چلا بھی گیا تو ساحل پر جا کر رک جائے گا، کیوں کہ وہاں ہماری آب دوز کے علاوہ کوئی آب دوز نہیں کھڑی ہو گی۔ اس کا انتظام کر لیا گیا ہے۔"

"اب ہمیں اطمینان ہے۔"

"تو پھر میری طرف سے اجازت ہے۔ تم لوگ اب جا سکتے ہو۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیاہ فام بھی اٹھ گیا۔ انھوں نے صدر صاحب سے ہاتھ ملائے اور نیچے اترنے لگے۔ آخر بند گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی میں ڈرائیور موجود تھا۔ سیاہ فام ان کے پاس بیٹھ گیا۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟" فاروق نے گاڑی چلنے کے بعد کہا۔

"پی چون۔" اس نے جھٹکے سے کہا۔ انھیں یوں لگا جیسے کاٹ کھانے کا ارادہ ہو اس کا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ ہنس پڑا۔

"ہم نے آپ کا نام پوچھا ہے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"پی چون۔" وہ پھر بولا۔

"اوہ۔ تو آپ کا نام یہی ہے۔" آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"یس۔" وہ بولا۔

"آپ اردو سمجھتے ہیں؟"

"تھوڑا۔ تھوڑا۔" اس نے کہا۔

"اردو کو مذکر بنا دیا بھائی نے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیا بولا؟" اس نے آفتاب کی طرف دیکھا۔

"کوچھ نہیں۔" آفتاب نے اس کے انداز میں کہا۔

"ہماری گاڑی کے پیچھے کوئی گاڑی نہیں آ رہی۔ گویا ہم نے سی مون کو جل دے دیا ہے۔" فرحت نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"بالکل ایسا ہی ہے۔"

ساحل سمندر پر انھیں آب دوز کھڑی دکھائی دی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پٹھانوں پر کئی ملٹری مین رائفلیں لیے کھڑے نظر آئے۔ آخر وہ آب دوز میں سوار ہو گئے۔ جلد ہی وہ پانی کے نیچے سفر کر رہے تھے۔ ان کا سفر دس گھنٹے جاری رہا۔ پھر وہ ساحل پر اترے۔ انھوں نے دیکھا۔ ساحل پر ناریل کے درخت لہلہا رہے تھے۔ اب انھیں تین گھنٹے تک پیدل چلنا پڑا، پھر ایک بند گاڑی کھڑی ملی۔ بند گاڑی میں چھے گھنٹے سفر کرنے کے بعد انھیں اترنے کے لیے کہا گیا۔ باہر نکل کر انھوں نے خود کو ایک پُر فضا میدان میں پایا۔ اچانک انھوں نے انسپکٹر جمشید کی چہکتی آواز سنی:

"وہ آ گئے۔"

اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے۔ خوب گلے ملے، پھر انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا:

"پی چوں کہاں ہے؟"

"شاید گاڑی میں ہی بیٹھا رہ گیا۔ ارے اس نے تو اب ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ہے۔" محمود نے چونک کر کہا۔ ڈرائیور ان کے ساتھ ہی اتر آیا تھا۔

"بھئی پی چوں۔ کیا گاڑی میں ہی بیٹھے بیٹھے یہاں سے رخصت ہونے کا ارادہ ہے؟"

"بس۔ مجھے رپورٹ کرنی ہے۔

تو ہم سے آ کر مل تو لیں۔"

"وقت بہت کم ہے سر۔" اس نے جواب دیا۔

"نہیں بھئی۔ تم نے اتنی مدد کی۔ اس قدر ہمارا ساتھ دیا۔ یوں رخصت ہونا تو ٹھیک نہیں۔ نیچے اتر آؤ۔ ہمارے ساتھ ایک کپ چائے ضرور پیو۔ شام کی چائے کا وقت ہو چلا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"لیکن سر۔ وقت۔" اور ان الفاظ کے ساتھ ہی گاڑی چل پڑی۔

انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ انھوں نے فوری طور پر جیب سے پستول نکالا اور فائر کر دیا، گاڑی کا ٹائر آواز سے پھٹ گیا اور وہ لنگڑانے لگی۔

"نیچے اتر آؤ مسٹر پی چوں۔ تم اتنی صاف اردو کب سے بولنے لگے؟" انسپکٹر جمشید غرائے۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔ آنکھوں میں حیرت تیر گئی۔

جواب میں گاڑی سے بھی ایک فائر ہوا اور وہ زمین پر گر پڑے۔ پھر انھوں نے بلا کی تیزی سے جست لگائی اور درختوں کی اوٹ میں ہو گئے۔

"پی چوں۔ اصل پی چوں کہاں ہے؟" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

میں کہا۔

"اسے میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔" کہا گیا۔

"اور تم کون ہو؟"

"ہتھیار پھینک دو ۔ میں بھی پستول پھینک دیتا ہوں ۔ دوستانہ ماحول میں بات کر لیتے ہیں۔" گاڑی میں سے آواز آئی۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"کیوں ابا جان۔ خیریت تو ہے۔"

"وہ تنہا ہو کر ہمیں ہتھیار پھینکنے کی دعوت دے رہا ہے ۔ یہ کم عجیب بات نہیں۔"

"اوہ ہاں ۔ واقعی۔"

"کیا سوچنے لگے انسپکٹر صاحبان۔" دوسری طرف سے طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"ٹھیک ہے ۔ ہم پستول پھینک رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے پستول اچھال دیے۔

"کسی کے پاس کوئی پستول رہ نہ جائے۔" گاڑی کی طرف سے کہا گیا۔

"ہم دھوکے باز نہیں ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ اس نے بھی پستول اچھال دیا اور چھلانگ لگا کر گاڑی سے اتر آیا۔

"آپ لوگ بھی سامنے آجائیں۔"

وہ اس کے سامنے آگئے ۔ پی چوں تنہا کھڑا تھا۔

"معاہدہ ہو چکا ہے کہ آپ مجھ پر فائر نہیں کریں گے اور نہ میں آپ پر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ایک دوسرے سے دست بدست جنگ بھی نہیں لڑیں گے۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"چلیے خیر ۔ یہ بات منظور ہے۔" وہ مسکرایا۔

"تم کون ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا یہ بتانا ضروری ہے۔"

"اگر یہ ضروری نہیں ہے تو پھر ضروری کیا ہے ۔ یہ بتا دو۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

اس وقت محمود کو کچھ یاد آیا ، اس نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی اور پھر بول اٹھا۔

"نہیں ۔ پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان کہاں ہیں، وہ اب تک نظر نہیں آئے۔"

"ایک کام انجام دینے کے لیے گئے ہوئے ہیں ۔ فکر نہ کرو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ہاں مسٹر۔ کیا نام ہے تمہارا؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"مگر نام جاننا اتنا ہی ضروری ہے تو پھر سن لیں۔ خاکسار کو سی مون کہتے ہیں۔"

"کیا! نہیں!!!" ملی جلی آوازیں اُبھریں۔

ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، جس سی مون کے بارے میں وہ خیال کر رہے تھے کہ اسے مچھ دے آئے ہیں۔ وہ تمام سفر میں ان کے ساتھ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فاروق بولا۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" سی مون نے ہنس کر کہا۔

"ہائیں۔ یہ جملہ آپ نے بولا ہے۔ یا ہم میں سے کسی کی روح آپ میں حلول کر گئی۔" فاروق نے کانپ کر کہا۔

"مجھے تم لوگوں کا یہ جملہ بہت پسند آیا ہے۔"

"شکر ہے۔ ہماری کوئی بات تو آپ کو پسند آئی۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن مارے حیرت کے ہمارا بُرا حال ہے۔ آخر آپ پی چوں کیسے بنے؟"

"جب میں تم لوگوں سے ملا، اس وقت جیل سے فرار ہوئے پانچ گھنٹے گزر چکے تھے۔ تمام حالات معلوم کرنے کے بعد ہی میں تم لوگوں کے پاس آیا تھا۔ اور میرے کچھ آدمی صدر صاحب کی نگرانی کر رہے تھے۔ انھوں نے مجھے ان کے ایک نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہونے کی اطلاع دی۔ میں تم لوگوں کے تعاقب کی بجائے اس نامعلوم مقام پر پہنچ گیا۔ اور وہاں میں نے پی چوں پر ہاتھ صاف کر دیا۔ میک اپ کا سامان میری خفیہ جیبوں میں ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"ہوں! واقعی آپ کمال کے آدمی ہیں۔" آصف نے تسلیم کیا۔

"سوال یہ ہے کہ یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی آپ کو؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں جاننا چاہتا تھا۔ آپ لوگ کہاں ہیں اور کیوں ہیں۔ یہ تو جان گیا کہ آپ کہاں ہیں، لیکن ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہاں کیوں موجود ہیں۔"

"اور ہم کہاں ہیں؟"

"ریاست کنگلات۔" اس نے شوخ لہجے میں کہا۔

"اس میں شک نہیں کہ آپ بہت سی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک ہیں، آپ کا یہ خیال اور اندازہ بھی غلط نہیں ہے، ہم اس وقت واقعی ریاست کنگلات میں موجود ہیں۔" انسپکٹر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کامران مرزا نے سر ہلایا۔

"اور ریاست کنگلات کی حکومت آپ لوگوں کی دوست ہے، آپ کے ملک سے ہر ممکن تعاون کرتی ہے۔ اس وقت تک جتنا سفر ہم نے کیا ہے۔ وہ بھی دوست ملکوں کی حدود میں رہتے ہوئے کیا ہے، لیکن اب آپ اپنے دشمن ملک بیگال کی سرحد پر موجود ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"ہاں! یہ بات بھی غلط نہیں۔"

"تب آپ لوگ بیگال کے خلاف کوئی مہم سر انجام دینا چاہتے ہیں۔ خیر مجھ سے سودا کر لیں۔" اس نے خوش گوار انداز میں کہا۔

"کیا کہا۔ سودا کر لیں۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"ہاں بھئی۔ سودا کر لیں۔"

"آخر کس بات پر۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں اس مہم کے سلسلے میں آپ لوگوں کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن اگر آپ مجھ سے سودا نہیں کریں گے تو پھر میں آپ سے پہلے بیگال پہنچ جاؤں گا، بیگال کی حکومت مجھے ہاتھوں ہاتھ لے گی۔ اور جب میں انھیں بتاؤں گا کہ تم لوگ ان کی سرحد کے بالکل نزدیک موجود ہو۔ اور کوئی مہم انجام دینے کے چکر میں ہو، تو وہ میری خدمات فوراً حاصل کر لیں گے، کیونکہ تم لوگوں کے مقابلے میں وہ ہمیشہ مجھ سے کسی آدمی کو کھڑا کرنے کے عادی ہیں، پھر انھیں کوئی پریشانی نہیں رہتی۔ اور میں ان سے منہ مانگا معاوضہ وصول کروں گا۔"

"اور ہم سے آپ کتنا معاوضہ لیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ ان کے سب ساتھیوں نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"آپ لوگوں۔ یعنی آپ کی حکومت سے بھی منہ مانگا معاوضہ لوں گا۔"

"تو مسٹر سی مون۔ ہم غیر مسلموں سے ایسے معاہدے کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت با اصول ہیں، اگر ہم نے آپ کو اپنے ساتھ ملا لیا تو آپ ہمیں دھوکا نہیں دیں گے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود، ہم یہ معاہدہ کرنے پر تیار نہیں۔ اس لیے کہ ہم خود کو مجبور، بے بس اور کمزور خیال نہیں کرتے۔ اللہ کی مہربانی سے ہم اپنی مہم انجام دے سکتے ہیں۔"

"لیکن جب میں آپ لوگوں کے راستے میں آ کھڑا ہوں گا تو پھر آپ ان گنت مشکلات میں پھنس جائیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہم اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کی مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"تو اب آپ بیگال کے لیے کام کریں گے۔ وہ بھی ہمارے خلاف۔"

"ظاہر ہے۔ کچھ نہ کچھ تو مجھے کرنا ہی ہوگا۔ ویسے اگر آپ کو منہ مانگا معاوضہ زیادہ محسوس ہو رہا ہے تو یہاں طے کیے لیتے ہیں۔" سی مون نے نئی پیش کش کی۔

"مسٹر سی مون۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ آپ قطعاً کوئی معاوضہ نہیں لیں گے۔ اور ہمارا ساتھ دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"خیر۔ میں یہ تو نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اس شرط پر بھی ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ہمیں یہ بھی منظور نہیں ہوگا۔ ہم آپ کو اپنا ساتھی بنانا پسند نہیں کریں گے۔ کیوں کہ ہمارا قرآن کہتا ہے۔ غیر مسلم ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اس مہم میں بیگال کا ساتھ دوں گا۔" سی مون نے منہ بنایا۔

Malik ji

"لیکن ہم آپ کو جانے ہی کب دیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔

"میں اس وقت آپ لوگوں سے الجھنا پسند نہیں کروں گا۔ لہٰذا جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور خود بھی دوڑ پڑا۔ انسپکٹر کامران مرزا ابھی اس سے کافی فاصلے پر تھے۔

"میں بھی آ رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو پھر ہم کیوں رکیں۔" محمود نے چلا کر کہا۔

سب کے سب سی مون کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ لیکن اسے تو گویا پر لگ گئے تھے۔ ہر آن وہ ان سے دور ہوتا چلا گیا۔ اور آخر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"لو بھئی۔ اب دوڑنا بے کار ہے۔" انسپکٹر جمشید نے رکتے ہوئے کہا۔

سب رک گئے۔ بُری طرح ہانپ رہے تھے۔

"اس کا مطلب ہے۔ ہم نے سی مون کے ہاتھوں پہلی شکست کھائی ہے۔" آصف بڑبڑایا۔

"پہلی نہیں دوسری۔ پہلی شکست یہ تھی کہ سی مون یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔" محمود نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لو بھئی۔ اطمینان سے باتیں کریں گے۔ ہمارے بعد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ملک میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کوئی ایسی ویسی گڑبڑ۔ یوں کہیے کہ ایک لمبی گڑبڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" دونوں چونکے۔

اور انھوں نے تمام حالات تفصیل سے سنا دیے۔

"اوہ۔ بہت خوف ناک۔ بہت ہی خوف ناک۔" انسپکٹر کامران مرزا نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"لیکن امید کی جا سکتی ہے کہ اب فسادات پر قابو پا لیا جائے گا۔ اگر باس گرفتار نہ ہوتا تو پھر معاملہ بہت طول پکڑ جاتا۔ خیر۔ اب آپ اپنی سنائیے۔ آخر آپ لوگ اس طرح اچانک کیوں غائب ہو گئے تھے؟"

"میں نے ایک ہولناک خبر پڑھی تھی۔ میں نے فوراً انسپکٹر کامران مرزا کو فون کیا۔ یہ میرے پاس آ گئے۔ ہم دونوں نے خفیہ میٹنگ کی اور یہی مشورہ کیا کہ ہمیں غائب ہو جانا چاہیے۔ ساتھ میں ہم نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان کو بھی لے لیا۔ تم لوگوں کو ساتھ اس لیے نہیں لیا تاکہ دشمن یہی خیال کرتا رہے کہ ہم شہر میں ہی کہیں موجود ہیں۔ اور ہم اسے یہ دھوکا دینے میں کامیاب ہو بھی گئے ہیں۔"

"تب پھر ہمیں کیوں بلایا آپ نے؟"

"ہم اداس ہو گئے تھے۔ خاص طور پر خان رحمان اور پروفیسر داؤد کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہاں سے تو ہم غائب ہو چکے تھے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکی تھی۔ لہٰذا اب تم دونوں کو بلا لینے میں کوئی حرج نہیں تھا، لیکن ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تم سی مون کو بھی اپنے ساتھ لے آؤ گے۔"

"اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ ہم نے اپنے طور پر پوری احتیاط کی تھی۔ اور فرزانہ کی ترکیب پر عمل کیا تھا۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"فرزانہ کی ترکیب۔ کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران مرزا حیران ہو کر بولے۔

محمود نے انھیں فرزانہ کی ترکیب کے بارے میں بتایا، سنا دیے۔ اسی وقت انھیں دور سے دو آدمی آتے نظر آئے۔ ادھر [illegible] تبدیل کر کے گاڑی سے جا رہا تھا

"وہ بھی۔ تمھارے انکل آ گئے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کوئی اور بھی تو ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ یہاں ہمارے علاوہ کوئی نہیں آ سکتا۔"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اس ریاست کا ایک خاص الگ تھلگ اور آبادی سے قدرے دُور علاقہ ہے۔" انھوں نے بتایا۔

"تب تو ہم خود ان کی طرف دوڑ کر جائیں گے۔ وہ تو یہاں پہنچنے میں ابھی کئی منٹ لگائیں گے۔" فرزانہ نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" انھوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر سب کے سب دوڑ پڑے۔

دُور سے انھوں نے بہت سے لوگوں کو اپنی طرف دوڑ کر آتے دیکھا تو خان رحمان اور پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"ارے بھئی۔ یہ ہماری طرف کون دوڑ کر آ رہا ہے؟" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"آ رہا نہیں۔ آ رہے ہیں۔ لیکن یہ دشمن نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ علاقہ عام علاقہ نہیں ہے۔" خان رحمان بولے۔

"تب پھر یہ ضرور محمود وغیرہ ہیں۔"

"ہاں! ایسا ہی نظر آتا ہے۔ آئیے ہم بھی دوڑ پڑیں۔" خان رحمان نے کہا اور دوڑ لگا دی۔ پروفیسر داؤد بھی دوڑ پڑے۔

ایک دوسرے کے نزدیک پہنچ کر بھی وہ نہ رُکے، اور نتیجہ یہ کہ آپس میں ٹکرا گئے۔

"یہ ملاقات کا کون سا طریقہ ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اسے انوکھا طریقہ کہا جا سکتا ہے۔" فاروق نے اعلان کیا۔

"کب آئے بھئی تم لوگ؟"

"جی بس۔ ابھی چند منٹ پہلے۔" آصف بولا۔

"اور اپنے ساتھ سی مون کو بھی لائے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"سی مون کا مطلب پوچھ رہے ہیں انکل۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں۔ بلکہ اس بات کا کہ۔ تم لوگ سی مون کو کس طرح پیچھے لگا لائے۔" خان رحمان بولے۔

"یہ بہت درد بھری کہانی ہے انکل۔"

"اوہو۔ تب تو اس کو بیٹھ کر ہی سنا جا سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔ اور وہ مسکرا اُٹھے۔

اس وسیع سبزہ زار میں چند خیمے نصب تھے۔ وہ ان میں سے ایک خیمے میں آ کر بیٹھ گئے۔

"کیا یہ وادی یہاں کی پولیس کی نگرانی میں ہے؟"

"ہاں! تم فکر نہ کرو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"پھر بھی مون کس طرح فرار ہوا ہوگا؟"

"وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ نگرانی کرنے والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اس کے لیے کیا مشکل ہو سکتا ہے۔"

"ہوں! اب یہ بات ہو جائے کہ ہم سب یہاں کیوں جمع ہیں۔"

"بلکہ۔ وہ ہولناک خبر کیا تھی۔ جو آپ نے پڑھی اور ہم نہ پڑھ سکے۔"

"پڑھی تو تم لوگوں نے بھی ہوگی۔ اور لوگوں نے بھی پڑھی ہوگی۔ لیکن اس خبر کا مطلب شاید ہی کوئی اور سمجھ سکا ہو۔"

"اوہو۔ ایسی کیا بات ہے وہ؟"

"کیوں نہ ہم وہ خبر ہی تم لوگوں کو دکھا دیں۔"

"اس سے اچھی بات کیا ہوگی۔"

انسپکٹر جمشید نے خیمے میں رکھا اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے ایک اخبار نکالا۔ اس کے آخری صفحے پر ایک چھوٹی سی خبر پر انھوں نے انگلی رکھتے ہوئے کہا:

"یہ ہے وہ خبر۔"

وہ خبر پر جھک گئے۔ اتنا انھوں نے خیال رکھا تھا کہ سر آپس میں نہ ٹکرا جائیں۔ کیوں کہ ابھی انھیں ان سروں سے کام بھی لینا تھا۔ خبر کی سرخی کچھ اس طرح تھی:

"بیگال نے ایک عظیم کامیابی حاصل کر لی۔"

اور سرخی کے نیچے یہ تفصیل تھی:

"بیگال نے برسوں کی مسلسل محنت کے بعد آخر وہ عظیم کامیابی حاصل کر لی جس کے لیے وہ بری طرح بے چین تھا۔"

"یہ۔ یہ کیا بات ہوئی۔" محمود چلایا۔

"آپ صرف یہ خبر پڑھ کر بیگال کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔" آصف بولا۔

"آخر اس خبر میں ایسی کیا بات ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"نہ جانے یہ کس عظیم کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔" آفتاب بولا۔

"کوئی بات تو ضرور ہے۔ ورنہ ابا جان اور انکل اس خبر کو اتنی اہمیت کیوں کر دے سکتے تھے۔"

"اور کیا آپ کو پہلے سے کچھ اندازہ تھا کہ بیگال کسی قسم کی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔"

"نہیں! ہم نے تو بس یہ خبر پڑھی اور غائب ہونے کا پروگرام بنا لیا۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"عجیب بات ہے۔ آخر آپ نے اس خبر سے کیا نتیجہ نکالا تھا۔" شوکی بے چین ہو کر بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"صرف اور صرف یہ کہ بیگال نے واقعی کوئی بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ وہ کامیابی کیا ہے۔ یہ ہمیں معلوم کرنا ہے اور اس کامیابی کو ناکامی میں تبدیل کرنا ہمارا مشن ہے۔"

"اور آپ صرف اسی غرض کے لیے یہاں آئے ہیں۔"

اشفاق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! کیا تم لوگوں کو یہ معاملہ اہم معلوم نہیں ہوا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"اہم تو خیر ہے۔ لیکن اس کے لیے غائب ہونے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اگر ہم اعلانیہ روانہ ہوتے تو وہیں ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی جاتی۔ ہمارے ملک میں بیگال کے ایجنٹ بے تحاشہ ہیں۔"

"لیکن اب بھی تو کسی مخبر کے ذریعے انہیں اطلاع مل جائے گی۔"

"اب ہم اپنے ملک میں نہیں۔ بیگال کی سرحد کے بہت قریب موجود ہیں۔ اس قدر قریب کہ ہم صرف چند منٹ میں اس سرحد کو عبور کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی تو ہم سے بھی پہلے سرحد عبور کر گیا ہے۔" محمود نے اعتراض کیا۔

"تو کیا ہوا۔ ہم اس کو بھی دیکھ لیں گے۔ فکر کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"خیر۔ اب پروگرام کیا ہے؟"

"ریاست کی حکومت ہمیں کسی طرح بیگال میں داخل کرنے کی کوشش میں ہے۔ ان کی کوشش کوئی رنگ لاتی یا نہیں۔ یہ ہمیں ایک گھنٹے تک معلوم ہو گا۔"

"اور انکل کہاں گئے تھے؟"

"ریاست کی حکومت سے کچھ باتیں کرنے۔ بیگال کی طرف سے ان لوگوں کو جو خطرات ہیں، ان سے خبردار کرنے۔"

"تو یہ ریاست بھی بیگال کی نظروں میں ہے۔"

"ہاں! اسے تو وہ جب چاہے تر نوالے کی طرح ہڑپ کر سکتا ہے۔"

"تو پھر ہڑپ کیا کیوں نہیں؟"

"ریاست کے دوسری طرف اسلامی مملکت ہے۔ وہ ابھی اتنی کمزور نہیں۔ اس نے بیگال کو دھمکی دے رکھی ہے کہ اگر اس نے ریاست کنگلات کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو ہماری پوری طاقت ریاست کا دفاع کرے گی۔"

"اور اس دھمکی کا بیگال نے اثر لیا۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"نہیں۔ وہ اسلامی حکومت کو کمزور کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ جوں ہی بیگال کی حکومت اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئی۔ وہ ریاست کنگلات پر ہلہ بول دے گی۔"

"تب تو۔ ہو سکتا ہے، وہ عظیم کامیابی یہی ہو۔" اخلاق نے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں۔ اس قسم کی کامیابیوں کو بیگال عظیم نہیں کہتا، ایسے معاملات تو آئے دن کے ہیں۔ خاص طور پر اخبار میں بیان کا شائع ہونا کسی اور ہی پُر اسرار کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔ ہمیں یہی معلوم کرنا ہے۔ اور اس کامیابی کو تہس نہس کرنا ہے۔"

"لیکن سی مون ہمارے راستے میں آئے گا۔" شوکی بڑبڑایا۔

"پروا نہیں۔ ہم سی مون کو کیوں خاطر میں لائیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

اسی وقت انھوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی، وہ جلدی سے خیمے سے نکل آئے۔

سیاہ دھبہ

ان کے رُخ گھوڑ سواروں کی طرف ہو گئے:

"یہ۔ یہ کون لوگ ہیں؟"

"ریاست کنگلات کے جانباز۔" خان رحمان مسکرائے۔

"تو اس ریاست میں جانباز لوگ بھی ہیں۔" شوکی نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔"

"آخر یہ لوگ ہمیں بیگال میں کس طرح داخل کریں گے، میرا خیال ہے۔ اس وقت تو داخلہ اور بھی مشکل ہو جائے گا، کیوں کہ سی مون نے انھیں ہوشیار کر دیا ہو گا۔"

"سی مون اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں انکل؟"

"وہ انھیں ہمارے بارے میں یہ بات نہیں بتائے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گا۔ ورنہ ان سے معاہدہ کس طرح کر سکتا ہے۔"

اسی وقت گھوڑ سوار نزدیک آگئے۔ یہ کل چھ تھے۔ نزدیک آتے ہی وہ گھوڑوں سے اتر آئے:

"السلام علیکم۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"وعلیکم السلام۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ سب جمع ہو چکے ہیں۔"

"ہاں! لیکن آپ لوگوں کے لیے ایک افسوس ناک خبر بھی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"افسوس ناک خبر۔ کیا مطلب؟"

"پی چوں مارا گیا۔"

"کیا مطلب۔ یہ کیسے ہوا؟"

انسپکٹر جمشید نے انھیں تفصیل سنا دی:

"واقعی یہ ایک تکلیف دہ خبر ہے۔ وہ بہت کام کا آدمی تھا۔ خیر اللہ کی مرضی یہی تھی۔"

"ہمارے کام کا کیا رہا؟"

"تقریباً مکمل ہے۔ یہ لیں تصویریں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک لفافہ ان کی طرف بڑھا دیا۔ پھر بولا۔

"آپ اس کام سے کتنی دیر میں فارغ ہو جائیں گے؟"

Malik ji

"پانچ چھ گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔"

"گویا اب ہمیں ان لوگوں کو پانچ چھ گھنٹے تک روکنا ہو گا۔ جب کہ وہ ایک منٹ بھی صبر نہیں کر رہے اور دھمکیوں پر دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"کسی نہ کسی طرح انھیں روکنا ہو گا؛ تاہم اگر پانی سر سے اونچا ہوتا نظر آئے تو پھر ہمیں آواز دے لیجیے گا۔"

"او کے۔ آپ فکر نہ کریں۔" ایک نے کہا اور وہ واپس مڑ گئے۔

"ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا بات چیت ہوئی ہے۔" فرحت نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"آؤ۔ پہلے ان تصویروں کو دیکھ لیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور پھر آپ چھ گھنٹے تک مصروف رہیں گے۔" محمود بولا۔

"ہاں! مجبوری ہے۔ اتنا وقت ضرور لگے گا۔"

"تب تو ہماری عیش ہو گئی۔" فاروق مسکرایا۔

"وہ کس طرح۔ تمھارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"چھ گھنٹے میں تو ہم محاورات کا مقابلہ جی بھر کر کر سکیں گے۔ ضرب الامثال کی جنگ بھی ہو سکتی ہے۔ اور نوک جھونک کے کئی طوفان اٹھائے جا سکتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بھئی یہ میدان بہت پُرسکون ہے۔" خان رحمان گھبرا کر بولے۔

"پھر آپ نے ہمیں کیوں بلایا تھا انکل۔" محمود نے شکایت آمیز انداز میں کہا۔

"ہاں! یہ اعتراض بھی بجا ہے۔ بھئی جمشید۔ میرا خیال ہے۔ اس موقعے پر انہیں کھلی چھٹی دے ہی دینی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

"یہ۔ یہ ٹھیک ہے آپ نے کہا ہے ابا جان۔" فاروق دھک سے رہ گیا۔

"بلکہ میں بھی کہہ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"وہ مارا۔ اب آئے گا مزا۔" آفتاب نے مکّا لہرایا۔

"پہلے ان تصویروں کو ایک نظر دیکھ لو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ خیمے کے فرش پر پھیلی تصویروں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا۔ یہ کل دس تصویریں تھیں۔ آٹھ لڑکوں اور دو لڑکیوں کی۔

"ہم اب بھی نہیں سمجھے۔" مکھن بڑبڑایا۔

"حالانکہ فوری طور پر سمجھ میں آ جانی چاہیے تھی یہ بات۔"

Malik ji

پروفیسر داؤد بولے۔

"اوہ۔ تت۔ تو کیا ہمیں ان کا میک اپ کروانا ہے۔"

"ہاں! تم لوگ ان کے میک اپ میں جاؤ گے۔"

"آخر یہ کون ہیں؟"

"وہی بنگالی جوان۔ جو شکار کھیلتے ہوئے ریاست گنگلات کی جھیل پر آ گئے تھے۔ ریاست کی پولیس نے انہیں پکڑ لیا۔" انسپکٹر جمشید نے بتایا۔

"کیا اس سے پہلے چار آدمیوں کو بھی پکڑا جا چکا ہے۔" فرزانہ چونکی۔

"تم ٹھیک سمجھیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"تب پھر۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیا کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"بالکل ہماری تعداد۔ وہ بھی مذکر مونث کا لحاظ رکھتے ہوئے بنگالی شکار کھیلتے ادھر آ جائیں۔ اور سب کے سب پکڑے بھی جائیں؟"

"ہاں! تم بھی ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ نیلی جھیل پر بنگال کے باشندے اکثر مچھلیاں پکڑنے آتے رہتے ہیں۔ اس جھیل میں مچھلیاں بے تحاشہ اور بہت بڑی ہیں۔ بے چاری ریاست یوں بھی بنگال سے خوف زدہ ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے باشندوں کو کیا روک سکتی ہے۔ لہٰذا وہ دھڑلے سے آتے ہیں اور مچھلیاں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے اشارے پر انھوں نے چودہ آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اب حکومت بنگال ان چودہ آدمیوں کی واپسی کے لیے دھمکیوں پر دھمکیاں دے رہی ہے۔"

"اور ریاست کنگلات کیا جواب دے رہی ہے؟"

"یہ کہ وہ شکار کھیلتے ہوئے شاید کہیں دور نکل گئے۔ تلاش جاری ہے۔ جوں ہی ملے۔ سرحد کی طرف بھیج دیے جائیں گے۔"

"بہت خوب۔ ترکیب زوردار ہے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"ترکیب جس قدر زوردار ہے، اس قدر خونخوار بھی ہے۔ آخر ہم بنگال میں جا کر کس طرح گھل مل سکیں گے۔ اپنے اپنے گھروں کو کس طرح پہنچ سکیں گے؟"

"اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا گیا ہے۔ چودہ کے چودہ افراد ایک گھر کے ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن۔" محمود ہکلایا۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟"

"ہم اپنے گھر۔ یعنی ان چودہ کے گھر کس طرح پہنچ سکیں گے؟"

"ہمیں بے ہوشی کی حالت میں بنگال کے فوجیوں کے

Malik ji

حوالے کیا جائے گا۔ سرحد کے دوسری طرف پہنچ کر ہم آنکھیں کھول دیں گے، لیکن خود کو غائب دماغ ظاہر کریں گے۔ اس طرح ہمیں ہمارے گھر پہنچا دیا جائے گا۔"

"گویا ترکیب پہلے ہی سوچ لی گئی ہے؟"

"ہاں! اب تم لوگ میک اپ کرانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"دوسرے لفظوں میں ہم باتیں کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

"ان دونوں تیاریوں سے پہلے ہمیں یہ بتا دیں کہ آپ تو کئی دن سے غائب ہیں۔ آخر اس وقت سے اب تک آپ کیا کرتے رہے ہیں؟"

"بھئی اپنے ملک سے غائب ہو کر پہلے یہیں آئے۔ پہلے ریاست کنگلات کے صدر سے ملے۔ انھیں اپنی بات سمجھانے میں پورا ایک دن لگ گیا۔ اللہ اللہ کر کے وہ سمجھے، پھر ہم نے منصوبہ بندی کی۔ اس کا جائزہ لیا۔ یعنی کامیابی کا بھی اور ناکامی کا بھی۔ کنگلات کے چند ماہرین سے بھی مشورہ کیا۔ مطلب یہ کہ ریاست کنگلات کی سستی کی بنا پر وقت بہت ضائع ہوا اور کام کم ہوا۔ خیر اب تھوڑی دیر کی بات ہے۔"

"تو کیا ہم میک اپ شروع کریں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ابھی تک ہم نے ان کے حالات نہیں سنے۔ ہمیں تو یہاں اپنا پروگرام ترتیب دینے سے فرصت ہی نہیں ملی۔ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟" خان رحمان بولے۔

"ہمارے حالات میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ہمارا گھر ملبے کا ڈھیر بن گیا ہے۔ پورا شہر آگ اور خون کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔"

"ارے۔ وہ کیسے؟"

اور پھر انھیں بھی شہر کے تمام حالات تفصیل سے سنانا پڑے۔

"اُف مالک۔ یہ تو بہت ہولناک واقعات ہیں۔"

"جی ہاں! لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"جی۔ مطلب یہ کہ ہم ان کی ہولناکی کس طرح کم کر سکتے ہیں۔ جس طرح پیش آئے۔ اسی طرح بیان کر دیے۔" فاروق بولا۔

"ادھر اُدھر کی نہ ہانکو۔" آفتاب نے اسے گھورا۔

"میں سمجھ گیا۔ تم اس وقت سے فائدہ اٹھانے پر تلے ہو۔ خیر پروا نہیں۔ آج تم سے دو دو ہاتھ ہو کر رہیں گے۔"

"بھئی کس قسم کے دو دو ہاتھ۔ کیا زبانی۔" محمود مسکرایا۔

"دیکھا۔ ہمیں لڑانے کے لیے پر تول رہا ہے۔" فاروق نے گویا آفتاب کو خبردار کیا۔

"قسم لے لو۔ جو آج تک پر تول کر دیکھے ہوں۔ پر بھی کہیں تولنے کی چیز ہوتے ہیں۔" محمود گھبرا کر بولا۔

"لاؤ۔ کہاں ہے قسم۔"

"دیکھا۔ شروع ہو گئی نا کام۔ جمشید ہم دراصل ان باتوں کو ترس گئے تھے۔ ورنہ اکتاہٹ کا کیا کام۔" پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

"تو پھر اب اس کام سے خوب سیر ہو لیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"پہلے تم میں سے دو ہمارے سامنے آ کر بیٹھ جائیں، تاکہ ہم اپنا کام کرتے رہیں۔"

"جی دو کو آپ فرمائیں۔ آ جاتے ہیں۔"

"تو پھر پہلے اخلاق اور اشفاق آ جائیں۔"

وہ اٹھ کر ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

"فاروق مجھ سے دو دو ہاتھ کرنے کی بات کر رہا تھا۔" آفتاب نے پھر سلسلہ جاری کیا۔

"اچھا تو پھر۔" فاروق بھنا اٹھا۔ ساتھ ہی اٹھ کر کھڑا بھی ہو گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"واہ وا۔ تم تو واقعی مقابلے کے لیے تیار ہو۔ یوں ہی سہی۔ آؤ۔" آفتاب نے کہا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"سب سے ناپسندیدہ بات مجھے ان کی یہی لگتی ہے۔ یہ جو ایک دوسرے کے مقابل آجاتے ہیں۔ بھئی دشمنوں سے مقابلے ہوتے ہی رہتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

"مقابلوں سے پہلے ورزش، پریکٹس اور ریہرسل بھی تو کی جاتی ہے انکل۔" فاروق مسکرایا۔

"اچھا بھائی لڑو۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"لو بھئی۔ اب تو ابا جان کی اجازت مل گئی۔ اب آئے گا مزا۔" آفتاب خوش ہو گیا۔

"خبردار۔ میں نے اجازت نہیں دی۔ تنگ آ کر یہ بات کہی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بلند آواز میں بولے۔

"چلیے خیر۔ ہم اس بات کو اجازت ہی سمجھ لیتے ہیں انکل۔" فاروق بولا۔

"میرا خیال ہے انکل۔ آج ان کا مقابلہ ہو ہی جائے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" انھوں نے کہا۔

"آپ انھیں اجازت تو دے رہے ہیں، لیکن یہ اس اجازت

سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان۔ ہم اور ناجائز فائدہ۔"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

"بھئی واہ۔ اب تو اس معاملے میں دلچسپی بہت بڑھ گئی۔" خان رحمان چہکے۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"دیکھنا یہ ہے کہ یہ ناجائز فائدہ کیا اٹھاتے ہیں۔"

"ہمارا اعلان یہی ہے کہ ہم کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔" آفتاب نے اعلان کیا۔

"اور میرا اعلان ہے۔ ایسا ہو کر رہے گا۔"

"چلیے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔" فاروق بولا۔

"ٹھیک ہے۔ مقابلہ شروع کرو۔"

دونوں فریقوں کے انداز میں خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے، پھر فاروق نے آفتاب پر چھلانگ لگائی۔ آفتاب بلا کی تیزی سے دائیں طرف سرک گیا — فاروق اپنے زور میں کچھ آگے نکل گیا، لیکن فوراً ہی مڑا، اس وقت تک آفتاب چھلانگ لگا چکا تھا۔ فاروق نے فوراً جھکائی دی۔ آفتاب جھونک میں محمود سے ٹکرایا۔ محمود بے خبر تھا۔ وہ آصف کے اوپر گرا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"یہ کیا — تمھارا مجھ سے تو لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"ارادہ تو نہیں تھا — لیکن اگر تم چاہتے ہو تو میں تیار ہوں — آ جاؤ۔" محمود نے کہا اور اچھل کر اس کے سامنے آ گیا — وہ بھی اٹھا — دونوں ایک دوسرے پر جھپٹے — لیکن ان کی لپیٹ میں شوکی آ گیا — دونوں کے سر اس کے سر سے ٹکرائے — شوکی چکرا کر گرا — یہ دیکھ کر مکھن تلملا گیا — اس نے محمود پر چھلانگ لگائی، لیکن محمود پلٹ کر ایک طرف ہو گیا — مکھن سیدھا فرزانہ سے جا ٹکرایا — فرزانہ کی ناک پر چوٹ لگی، اس نے جھلا کر جو ہاتھ گھمایا — تو اس کا ہاتھ فرحت کے گال پر زور سے پڑا۔

"ہائیں — فرزانہ — یہ میرا گال تھا۔" یہ کہہ کر اس نے لات چلائی — لات دوسری طرف سے آتے ہوئے فاروق کی پنڈلی پر لگی — اسی وقت آفتاب نے اس پر چھلانگ لگا دی — لیکن فرحت سے ٹکرا گیا۔

اور پھر تو ہڑبونگ مچ گئی — بس ان میں سے صرف دو تھے — جو اس طوفان بدتمیزی سے بچ گئے تھے — اور وہ تھے — اشفاق اور اخلاق — کیوں کہ وہ ٹیک اپ کروانے کے سلسلے میں الگ جا بیٹھے تھے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

"میں نے کیا کہا تھا — یہ ناجائز فائدہ ضرور اٹھائیں گے۔"

ان سب کو ایک جھٹکا سا لگا اور اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔

"ہم — میرا خیال ہے — باتوں کی جنگ اس سے بہتر رہے گی۔"

"ہاں! اس میں ہم کچھ محاورات کی چٹنی شامل کر دیں گے۔"

"اور ضرب الامثال کے گھوڑے بھی دوڑا سکتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک — وہ جنگ اس جھوٹی لڑائی سے بہت بہتر رہے گی۔" خان رحمان بولے۔

"شکر ہے — بڑے ہماری لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔" محمود نے کہا۔

"بھئی ہم اتنے بے وقوف نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ — آپ کا مطلب ہے — ہم بے وقوف ہیں۔"

"میرا خیال ہے — میں نے یہ نہیں کہا — کیوں خان رحمان — پروفیسر صاحب۔"

"نن — نہیں — یہ تو نہیں کہا۔" خان رحمان ہکلائے۔

"لیکن — مطلب کچھ یہی نکلتا ہے۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہمیں جانے کی کیا ضرورت تھی۔" فاروق برا مان گیا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کم از کم ہم نے تم لوگوں کو آپس میں لڑنے کے لیے نہیں بلوایا تھا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ارے!" شوکی کے منہ سے نکلا۔ اور پھر اس کے ساتھ سب اس طرف مڑ گئے جس طرف شوکی کی نظریں جمی تھیں۔ دُور بہت دُور ایک سیاہ دھبّہ نظر آ رہا تھا۔

گھوڑ سوار

"سیاہ دھبّہ۔ بھلا یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟" محمود بڑبڑایا۔

"دھبّہ!" فارُوق بول اُٹھا۔

"بھئی واہ! بہت معقول جواب دیا۔" آصف خوش ہو کر بولا۔

"نزدیک آنے پر معلوم ہو جائے گا۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

وُہ اس دھبّے کی طرف دیکھتے رہے، لمحہ بہ لمحہ دھبّہ بڑا ہوتا چلا گیا۔ اور آخر انھوں نے جان لیا، وُہ ایک سیاہ رنگ کی کار ہے۔

"کار پر کون آ گیا؟" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"کیوں انکل۔ کیا یہاں کار پر آنا جرم ہے؟" مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

"ریاست کنگلات میں کاریں نہیں ہیں۔ یہاں گھوڑوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سے کام چلایا جاتا ہے یا پھر حکومت کے پاس چند بڑی بڑی گاڑیاں ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"تب پھر یہ کار کہاں سے آ گئی؟"

"یہی بات میں سوچ رہا ہوں۔"

اتنے میں کار اور نزدیک آ گئی۔ دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا۔ کار میں سے بیگال کے پانچ فوجی اُترے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

"ہاتھ اوپر اُٹھا دو تم لوگ۔" ان میں سے ایک نے انگریزی میں کہا۔

"لیکن کیوں۔ کیا بات ہے؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"تم یہ پوچھنے والے کون ہو۔ اس ریاست کا حکمران بھی یہ نہیں پوچھ سکتا۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"لیکن ہم ضرور پوچھ سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ہم پوچھ سکتے ہیں۔ آپ کون ہیں؟"

"اب ہمیں پہلے یہ جاننا ہوگا کہ تم لوگ کون ہو۔"

"سیاح۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"گویا تم لوگ ریاست کے باشندے نہیں ہو۔"

"نہیں۔ سیاحت کرتے ہوئے یہاں تک آ نکلے ہیں۔ اور ریاست کی منظوری سے یہاں قیام پذیر ہیں۔"

"ہوں! ہم ان خیموں کی تلاشی لیں گے۔"

"کس سلسلے میں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہمارے کچھ لوگ غائب ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ ان کو ریاست کنگلات نے مار ڈالا ہے۔"

"تلاشی لے لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

سیاہ رنگ کی کار کے نزدیک آنے سے پہلے ہی وہ تصویریں ایک جگہ چھپا چکے تھے اور میک اپ کا سامان سمیٹ چکے تھے۔ ابھی اشفاق اور اخلاق کے چہروں پر بھی کام شروع نہیں کیا گیا تھا۔

بیگال کے فوجی خیموں کی تلاشی لینے لگے۔ آخر مایوس ہو کر پھر ان کے پاس آئے۔

"ہمارے آدمی یہاں نہیں ہیں۔ اب ہم چلتے ہیں۔"

"شکریہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیکن ہم نے ان کے سامان کی تلاشی نہیں لی۔" ایک فوجی نے کہا۔

"سامان کی تلاشی لینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے ساتھی سامان میں تو نہیں ہو سکتے۔" دوسرے نے منہ بنایا۔

"سامان دیکھ لینے میں حرج بھی کیا ہے۔" اس نے سخت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

لہجے میں کہا۔ شاید وُہی ان کا انچارج تھا۔

"اچھا۔ چلو بھئی۔ ان کے سامان کی تلاشی بھی لو۔"

وُہ چاروں تلاشی لینے لگے، پانچواں رائفل تانے ان کے سامنے کھڑا رہا۔ اور پھر میک اپ کے سامان پر ان کی نظریں جم گئیں۔

"یہ۔ یہ کیا ہے؟"

"ہم لوگ بہروپ بھرنے کے ماہر ہیں۔"

"کس سلسلے میں۔ میرا مطلب ہے۔ تم لوگوں کو بہروپ بھرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟"

"سیاح ہیں نا۔ جہاں جاتے ہیں۔ وہیں کی سی وضع قطع اختیار کر لیتے ہیں تاکہ لوگ اجنبی بن کر نہ ملیں۔"

"خوب۔ ترکیب اچھی ہے۔ لیکن آپ کو ہمارے کمانڈر کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔"

"کیوں! کیا بات ہے؟"

"اس سامان نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے۔"

"آپ اپنے کمانڈر کو یہیں بلا لائیں۔"

"وُہ یہاں نہیں آ سکتے۔ انہیں کیا ضرورت ہے یہاں آنے کی۔ ہم چاہیں تو اس ساری ریاست کو ان کے سامنے پیش کر دیں۔"

"تو پھر کر دیں ہمیں بھی پیش۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہمارے آگے آگے چلو۔ کار تم لوگوں کے پیچھے پیچھے آئے گی۔"

"تو ہم پیدل جائیں گے؟"

"اب تم لوگوں کے لیے اس وقت گاڑیوں کا انتظام کس طرح کریں۔"

"بہت بہتر۔ آؤ بھئی چلیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کک۔ کیوں۔ کیا میں نے کچھ غلط بات کہہ دی۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"آخر ہم کیوں جائیں؟"

"اور ہم جا بھی نہیں رہے۔ میں نے تو ان سے کہا ہے کہ لے جا سکتے ہیں تو لے جائیں۔"

"یہ کیا مشکل ہے۔" پہلا بولا۔

"تجربہ کر لیں۔"

"اگر تم لوگ ہمارے آگے آگے نہ چلے تو ہم گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔" اس نے غرا کر کہا۔

"کر دو چھلنی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"تم لوگ پاگل تو نہیں ہو؟"

"پاگل تو خیر نہیں۔ آپ ہمیں سرپھرے ضرور کہہ سکتے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ دیکھو۔ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟" ایسے میں محمود نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

ان کے رُخ اس کے ہاتھ کی طرف ہو گئے۔ اسی وقت اس کا ہاتھ حرکت میں آگیا۔ چاقو ایک فوجی کے پیٹ میں جا لگا۔ اس کے منہ سے ایک ہولناک چیخ نکلی۔ وہ آگے کی طرف جھکا اور دھپ سے گر گیا۔

"ارے ارے۔ یہ تمہیں کیا ہوا؟" چاروں اس کی طرف دوڑے۔

یہ ایک بہترین موقع تھا۔ انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا نے دشمن پر ایک ساتھ چھلانگیں لگا دیں۔ وہ ان کی گردنوں سے ٹکرائے۔ البتہ ایک رہ گیا۔ وہ جھٹ کر پلٹا اور رائفل سے فائر کرنے کے لیے پر تول رہا تھا کہ آصف اس سے جا ٹکرایا۔

ادھر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا رائفلیں چھین چکے تھے۔ خان رحمان رائفل چھیننے کی کوشش میں فوجی کو بُری طرح رگید رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے رائفل ان کے

ہاتھ میں نظر آئی۔ ادھر آصف رائفل سے چمٹ کر رہ گیا تھا، اور فوجی کوشش کے باوجود رائفل چلانے کی پوزیشن میں نہیں آ رہا تھا۔

"بس۔ اب تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ آصف رائفل چھین کر ان کی طرف آگیا۔ محمود نے آگے بڑھ کر زخمی فوجی کے پیٹ سے اپنا چاقو نکال لیا اور اس کے کپڑوں سے چاقو صاف کرکے جوتے کی ایڑی میں رکھ لیا۔

"اب ان کا کیا کریں؟" فاروق بولا۔

"دوسری دنیا میں پہنچا دینا چاہیے۔" آصف نے کہا۔

"نن۔ نہیں۔" وہ کانپ گئے۔

"کیوں نہیں۔ کیا تھوڑی دیر پہلے تم ہم لوگوں کو جان سے مار ڈالنے پر نہیں تل گئے تھے؟"

"وہ۔ وہ تو ہم مذاق کر رہے تھے۔"

"تو پھر اب ہمارا مذاق بھی دیکھو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور رائفل کا ٹریگر دباتے چلے گئے۔

وہ پانچوں ڈھیر ہو گئے۔

"اب ہم انہیں زندہ رکھ بھی نہیں سکتے تھے۔" انھوں نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کہا۔

"لیکن جلد ہی ان کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ پہلے ہی وہ اپنے چودہ ساتھیوں کی تلاش میں ہیں۔"

"ہم کر ہی کیا سکتے تھے۔ آؤ انھیں دفن کر دیں۔"

ان کی جیبوں سے ضرورت کی چیزیں نکال لی گئیں۔ گولیوں کی پیٹیاں بھی اتار لی گئیں اور پھر ایک گڑھا کھود کر انھیں اس گڑھے میں دفن کر دیا گیا۔

"اس کار کا کیا کریں؟"

"ہم نے ان کو گڑھے میں دفن کر کے غلطی کی۔ اس کار میں ڈال کر آگ لگا دینی چاہیے تھی۔ اس طرح یہ نتیجہ نکالا جاتا کہ کار میں آگ لگ گئی۔ اور یہ اس میں جل گئے۔"

فرزانہ بولی۔

"اس صورت میں بھی واردات کا سراغ لگا لیا جاتا۔ آؤ ہم اس کار کو کہیں چھپا دیں۔ شاید ہمارے کام آ جائے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید کار میں بیٹھ گئے۔ عین اسی وقت کار میں رکھے وائرلیس سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ چونک اٹھے۔ اس وقت تک محمود اور آصف بھی کار میں بیٹھ چکے تھے۔ آصف نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ ادھر انسپکٹر جمشید ایک فوجی کے لہجے میں بولے۔

"یس سر۔"

"تم لوگ کس سمت میں ہو۔ جلد واپس پہنچو اور رپورٹ کرو۔"

"او کے سر۔ ہم آ رہے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"جلدی کرو۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور وائرلیس سیٹ بند کر دیا گیا۔

"ہمیں جلد از جلد اس کار سے پیچھا چھڑا کر اپنے خیمے جہاں سے کچھ فاصلے پر نصب کرنا ہوں گے۔ ورنہ اس جگہ کی کھدائی ضرور کروائی جا سکتی ہے۔"

"ہوں، بات تو ٹھیک ہے۔"

کار کو درختوں کے ایک جھنڈ میں چھپا دیا گیا۔ اور پھر خیمے اکھاڑ لیے گئے۔ اب وہ اس جگہ سے کافی فاصلے پر آ گئے، جہاں لاشیں دفن کی گئی تھیں۔ وائرلیس سیٹ کو بھی انھوں نے زمین میں کافی گہرا دفن کر دیا تھا۔ اب انھوں نے پھر سے کیمپ شروع کر دیا۔ بار بار ان سب کی نظریں سرحد کی سمت میں اٹھتی رہیں۔ دھڑکا سا لگا تھا کہ نہ جانے کب بیگال کے فوجی ادھر آ جائیں، لیکن کوئی نہ آیا۔

آخر کیمپ کا کام مکمل ہو گیا۔ اب چودہ کے چودہ بیگال

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باشندوں کی شکل صورت اور لباس میں تھے۔ لباس انھیں پہلے ہی مہیا کر دیے گئے تھے۔

"اب ہم سب محتاط ہو کر بات چیت کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"گویا پروگرام یہ ہے کہ ہم بیگال میں بیگالی باشندوں کے روپ میں رہیں گے اور اس بہت بڑی کامیابی کا راز معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں! یہی پروگرام ہے۔ ہمیں دشمن ملک میں اس طرح رہنا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔"

"شاید ہم ایک بہت مشکل اور خطرات سے پُر کام میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"ڈال رہے نہیں پروفیسر صاحب۔ ڈال چکے ہیں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"اور جب ڈال چکے ہیں تو پھر سوچوں کا کیا ڈر۔"

"حیرت ہے۔ اب تک ریاست کی طرف سے کوئی نہیں آیا، جب کہ بہت دیر پہلے انھیں آ جانا چاہیے تھا۔" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"بیگال کے فوجی بھی دیر کا سبب ہو سکتے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

Malik ji

"ہاں! اس کا امکان ہے۔"

"ل۔ لیکن۔ میرے ذہن میں ایک اور بات آ رہی ہے۔" فرحت نے پریشان آواز منہ سے نکالی۔

"اوہ وہ کیا؟" کئی آوازیں اُبھریں۔

"یہ کہ کہیں بیگال کے فوجی ان چودہ آدمیوں تک نہ پہنچ گئے ہوں۔"

"ارے!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ ان کے رنگ اڑ گئے۔ ایسا ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ان کی ساری محنت برباد گئی۔

"میں نے اس سلسلے میں انھیں ہدایات دی تھیں کہ انھیں کسی ایسی جگہ رکھا جائے، جہاں کسی کا خیال تک نہ جائے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"لیکن وہ زبردستی کر کے اگلوا تو سکتے ہیں۔"

"ہاں! دراصل ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ بیگال اس قدر دیدہ دلیری پر اتر آئے گا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسے اب بھی جبران کی دلی امداد کا کوئی خوف نہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ جبران کو بیگال کافی حد تک کمزور کر چکا ہو۔ اور اپنے چودہ افراد کی خاطر خطرہ مول لینے پر آمادہ ہو گیا ہو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کچھ بھی ہو۔ ہمارے لیے یہ اچھا نہیں ہے۔ ہماری مہم شروع میں ہی کھٹائی میں پڑتی نظر آ رہی ہے۔"

عین اسی وقت گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز ان کے کانوں میں آئی۔

"لیجیے۔ وہ آ گئے۔ جن کا انتظار تھا۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ خبر کیا لائے ہیں۔"

جلد ہی انھیں گھوڑ سوار نظر آنے لگے۔ اور پھر وہ نزدیک آ کر گھوڑوں سے اتر آئے، لیکن بات چیت ہونے سے پہلے ہی انھوں نے جان لیا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔

"کیا انھوں نے اپنے چودہ افراد تلاش کر لیے؟"

"ہاں جناب۔ وہ ہمارے شیخ کو بھی پکڑ کر لے گئے۔"

"اوہ۔ یہ بہت برا ہوا۔"

"اب ریاست کے لوگ آپ لوگوں کی طرف آ رہے ہیں۔ وہ آپ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ساری مصیبت آپ لوگوں کی وجہ سے آئی ہے۔"

"اس میں تو خیر کوئی شک نہیں کہ یہ مصیبت ہم لوگوں کی وجہ سے آئی ہے، لیکن آپ لوگ یہ بھی تو سوچیں کہ کچھ عرصہ گزرنے پر اس سے بڑی مصیبت آپ لوگوں پر نازل ہوتی۔ بیگال کے ارادے کس سے چھپے ہیں۔"

Malik ji

"سوال یہ ہے کہ ہم اب کیا کریں؟"

"بزدان سے بات چیت کرنا ہو گی۔ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ لیکن اب ہمارے لیے یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔ بیگال کے پانچ فوجی ادھر بھی نکل آئے تھے۔"

"کیا!" ان کے منہ سے چیخنے کے انداز میں نکلا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور آپ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

"مار ڈالا۔ اور کیا کر سکتے تھے۔"

"تب ہماری خیر نہیں۔ ابھی شاید انھیں ان پانچ کی گم شدگی کے بارے میں معلوم نہیں۔ جوں ہی معلوم ہو گا۔ وہ پھر آئیں گے اور پوری ریاست ان کی زد پر ہو گی۔"

"اب جب کہ وہ آپ کے حکمران کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ آپ کو بھی چاہیے، ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ تو ہمیں گھر سے بے گھر ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں۔"

"ہاں! اور کیا ہی کیا جا سکتا ہے۔ آپ بزدان میں پناہ لے لیں۔ یہاں کوئی نہ ٹھہرے۔"

"اور۔ اور آپ؟"

"ہماری فکر نہ کریں۔ اب یہ اجڑی ہوئی ریاست ہمارا اڈا ہو گی، ہم بیگال کے خلاف کارروائی شروع کر رہے ہیں۔ اب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہم ایک نئے انداز سے کوشش کریں گے۔"

"لیکن آپ کا پروگرام تو بیگال میں داخل ہونے کا تھا؟"

"تھا نہیں۔ بلکہ ہے۔ ہم ضرور داخل ہوں گے۔"

"اچھا۔ ہم اپنے ساتھیوں کو سمجھا کر بجران کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وہ آپ لوگوں کے خلاف غم و غصے میں بھرے ہوئے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو انھیں پہلے ہماری طرف ہی آنے دیں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ، وہ آپ کی تکا بوٹی کر دیں گے۔"

"اگر ہماری تکا بوٹی کر کے وہ سکون اور نجات حاصل کر سکتے ہیں تو یہ سودا مہنگا نہیں ہوگا۔"

اسی وقت انھوں نے سیکڑوں آدمیوں کا بے ہنگم شور سنا۔ شور لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہا تھا اور پھر دوڑتے ہوئے لوگ انھیں دکھائی دینے لگے۔

"وہ۔ وہ آگئے۔" گھوڑ سواروں کے منہ سے نکلا۔

پہاڑیوں پر

ان کے ہاتھوں میں رائفلیں، نیزے، بھالے، تیر اور کمانیں۔ یہ سبھی کچھ تھا۔ چہروں پر غصہ تھا۔ رنگ تمتما رہے تھے۔ آخر مجمع آ کر ان کے سامنے رک گیا۔ گھوڑ سواروں کو دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ شور مچانے لگے:

"انھیں گرفتار کیا جائے۔ ورنہ ہم اپنے ہاتھوں سے انھیں ختم کر دیں گے۔" مجمع میں سے کوئی چلّایا۔

"ہم گرفتار ہونے کے لیے تیار ہیں، لیکن آپ لوگ ہمیں کچھ کہنے کی مہلت نہیں دیں گے کیا؟" انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

"ضرور۔ کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ کا خیال یہی ہے نا کہ یہ سب ہماری وجہ سے ہوا؟"

"ہاں۔ بالکل! تم چلے آئے"

"کیا آپ کا خیال ہے۔ بیگال میں آپ لوگوں کو کچھ

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رکھتا۔ کیوں کہ جب بھی اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ بزدان نے فوراً آپ کی حمایت میں بیان دے ڈالا۔ اور بیگال خاموش ہو گیا۔ لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ اب بزدان کی کیا حالت ہے۔ بیگال کے جاسوسوں نے وہاں نفرت کے بیج بو دیے ہیں۔ یہ بیج اب پھل لے آئے ہیں۔ اب وہاں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے۔ مسلمان آپس میں ہی لڑ رہے ہیں۔ اگر بزدان کے لوگوں نے عقل کے ناخن نہ لیے تو وہ دن دور نہیں جب بزدان کی حکومت حد درجے کمزور ہو جائے گی۔ بلکہ ہو چکی ہے۔ ان حالات میں بیگال آپ کی طرف بڑھنے ہی والا تھا۔ اور اب بزدان حمایت میں کوئی بیان تک دینے کے قابل نہیں رہ گیا۔ لہٰذا کیا بیگال آپ کی طرف کبھی توجہ نہیں دے گا۔ یہی خیال ہے آپ کا۔ میں کہتا ہوں۔ بالکل غلط خیال ہے۔ کوئی دن میں وہ آپ کو ہڑپ کرنے والا تھا۔ اتفاق سے ہم آگئے اور ہم یہاں رہ گئے۔ اس وقت بھی وہ صرف آپ کے حکمران کو لے گئے ہیں۔ سوچا ہے کیوں۔ باقی لوگوں کو انھوں نے کیوں کچھ نہیں کہا۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے، بزدان میں کوئی چنگاری باقی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پہلے وہ اس چنگاری کی طرف توجہ دے گا اور پھر آپ لوگوں کی طرف قدم بڑھائے گا۔ میرا مشورہ مانیں۔ آپ لوگ بھی بزدان میں پناہ لے لیں اور وہاں کی حکومت کا ساتھ دیں۔ اس طرح آپ ایک طاقت ہو کر اندرونی سازشوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس ریاست کا کیا ہے۔ یہ آپ بعد میں بھی حاصل کر سکیں گے۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

انھوں نے دیکھا۔ ریاست کے لوگوں کے سر جھکتے جا رہے تھے۔ آخر ان میں سے ایک بوڑھے نے کہا:

"یہ۔ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ ہمارے دشمن نہیں ہیں، ہم ان کے مشورے پر عمل کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔"

"اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے تو پھر فوری طور پر ریاست کو خالی کر دیں۔ اور بزدان کی طرف نکل جائیں۔ کہیں وہ آپ پر حملہ کرنے کا پروگرام نہ بنا لیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔"

اور پھر مجمع بھاگ کھڑا ہوا۔ ایسے میں ایک گھڑ سوار نے کہا:

"اور ہم کیا کریں؟"

"آپ لوگ بھی ان کا ساتھ دیں۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ بولے اور مجمع کا رخ کر لیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ان کی نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ہمیں اب حکمران کے محل کی طرف چل پڑنا چاہیے۔ اب اس میک اپ میں تو ہم جا نہیں سکیں گے۔ کوئی اور ترکیب کرنا ہو گی"

"ادھر سی مون بنگال کے ذمے دار لوگوں تک پہنچ چکا ہو گا۔ جوں ہی ان کی آپس میں بات چیت ہوئی۔ وہ میدانِ عمل میں کود پڑے گا" خان رحمان بولے۔

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ ہماری زندگیوں میں اور ہے ہی کیا" انسپکٹر جمشید بولے۔

آخر انھوں نے نئے سرے سے تیاری کی، ضروری چیزیں اُٹھائیں اور آبادی کی طرف چل پڑے۔ وہاں تک علاقے میں داخل ہوئے تو بے شمار لوگ جا چکے تھے اور کچھ جا رہے تھے۔ ان لوگوں نے بھی صرف ضروری چیزیں اُٹھائی تھیں۔ اور پھر پوری بستی خالی ہو گئی۔ ان کے سوا کوئی وہاں نہ رہا۔

"اُجڑی بستی میں ہم اجنبی" فرزانہ اداس انداز میں بولی۔

"کسی ادبی کہانی کا نام ہو سکتا ہے۔ ناول کا نہیں" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہو سکتا ہو گا۔ اپنے نام اپنے پاس رکھو" آفتاب نے منہ بنایا۔

"تم کیوں جلے جا رہے ہو" فاروق نے اسے گھورا۔

"جلوں نہ تو کیا کروں۔ یہ وقت تو رونے کا بھی ہے، ریاست کے لوگ بے چارے گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں"

"ہاں! یہ تو ہے۔ لیکن رو کر بھی ہم کیا کر لیں گے۔ رونے سے کہیں تقدیریں بدلتی ہیں۔ تقدیریں تو بدلتی ہیں کچھ ہمت باندھنے سے" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"فاروق کی بات پسند آئی۔ ان لوگوں کو اب ہمت کرنا ہو گی۔ ورنہ بنگال بردان کو ہڑپ کرنے میں کامیاب ہونے ہی والا ہے"

"کہیں اس کی زبردست قسم کی کامیابی یہی تو نہیں ہے" فرزانہ بول اُٹھی۔

"نہیں! اس قسم کی سازش کے جال تو اس نے دنیا کے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں پھیلا رکھے ہیں۔ وہ کامیابی کوئی بہت خوفناک قسم کی کامیابی ہے۔ خیر۔ تم فکر نہ کرو۔ ہم اس کامیابی کا راز ضرور معلوم کریں گے اور اسے ناکامی میں بدل کر رہیں گے۔ ورنہ بنگال تو ساری دنیا کے لیے ہوا بن جائے گا"

"اس وقت بھی وہ دنیا کے ایک بڑے حصے کے لیے ہوا

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

بنا ہوا ہے۔"

"ہاں! اب ہمیں ان سے مقابلے کی تیاری کرنی ہے۔ اور یہ مہم میں خان رحمان کو سونپتا ہوں۔"

"شکریہ جمشید۔ مجھے امید بھی یہی تھی۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"لیکن انکل۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ منہ کیوں بنا رہے ہیں۔"

"ہم جس جنگ کی تیاری کریں گے۔ اس میں کامیابی کا امکان صرف ایک فی صد ہے۔ جب کہ ناکامی کے امکانات ننانوے فی صد ہیں۔ ان حالات میں ایک فوجی خوشی کا اظہار کس طرح کر سکتا ہے۔"

"لیکن فوجی صرف اللہ پر بھروسہ رکھ کر مسکرا تو سکتے ہیں۔" فرحت بولی۔

"ہاں فرحت۔ تم نے یہ بات ٹھیک کہی۔ اور دیکھو۔ میں مسکرا رہا ہوں۔" انھوں نے کہا اور مسکرانے لگے۔

"آپ کو یہ عجیب مسکراہٹ مبارک ہو انکل۔" محمود بولا۔

اور پھر رات سر پر آ گئی۔ ان کی تیاریاں جاری رہیں، وہ خان رحمان کی ہدایات پر عمل کرتے رہے۔ آخر رات کے ٹھیک گیارہ بجے۔ بہت سی گاڑیوں کی آواز گونجی۔

ان کے قریب گاڑیاں رک گئیں۔ پھر سپیکر پر ایک آواز ابھری:

"ریاست کنگلات کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پانچ ساتھی گم ہیں۔ ہم صرف پندرہ منٹ کی مہلت دیتے ہیں۔ پندرہ منٹ میں ہمارے پانچ ساتھی ہماری گاڑیوں کے سامنے پہنچ جائیں، ورنہ ہم اس بستی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ سب کچھ تباہ کر دیں گے۔"

یہ اعلان تین بار دہرایا گیا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ تین منٹ تک انتظار کرنے کے بعد ایک فوجی کی آواز ابھری:

"ریاست کنگلات کے لوگو۔ تم نے جواب نہیں دیا۔ یاد رکھو۔ اب صرف بارہ منٹ رہ گئے ہیں۔ اینٹ سے اینٹ بجنے میں۔"

بارہ منٹ اور گزر گئے۔ کوئی آواز سنائی نہ دی۔ ہر کوئی انتظار کر رہا تھا۔ آخر گرج دار آواز میں کہا گیا:

"تہس نہس کر دو۔ ان سب کو۔ گھروں کو آگ لگا دو، فصلوں کو جلا دو۔"

اور پھر چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں۔ دشمنوں کے دھماکے گونجنے لگے، لیکن جواب میں ذرا بھی چیخ و پکار سنائی نہیں دی:

"ہائیں۔ ان میں سے کوئی چیخ چلا نہیں رہا۔ اس قدر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سکون سے کیوں مر رہے ہیں یہ لوگ؟" ایک فوجی بولا۔

"ذرا دیر کے لیے فائرنگ روک دیں۔"

فائرنگ رک گئی۔ چند فوجی گاڑیوں سے نکل کر چند گھروں میں گھس گئے۔ پھر وہ باہر نکل آئے اور ان میں سے ایک نے چلا کر کہا:

"بستی میں کوئی معلوم نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

"گھر خالی پڑے ہیں۔"

"اوہ۔ کچھ اور گھروں کو دیکھو۔" کہا گیا۔

پھر کچھ فوجی ادھر اُدھر دوڑے۔ پانچ منٹ بعد بلند آواز میں کہا گیا:

"سب گھر خالی پڑے ہیں۔ بستی میں کوئی ایک فرد بھی موجود نہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے۔ ہمارے پانچ ساتھی مارے گئے۔ انھوں نے ضرور تمردان کا رخ کیا ہوگا، لیکن ابھی وہ تمردان میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔ ہم انھیں جا لیں گے۔ گاڑیوں میں سوار ہو جاؤ بہادرو۔" بلند آواز میں کہا گیا۔

وہ گاڑیوں میں سوار ہونے لگے۔ لیکن ابھی گاڑیاں

Malik ji

حرکت میں نہیں آئی تھیں کہ چاروں طرف سے ان پر گولیاں برسنے لگیں۔

"اُن کے پیچھے۔ کہتے تھے۔ گھر خالی پڑے ہیں۔" یہی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

وہ جلدی جلدی پوزیشن لینے لگے۔ ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اس دوران کئی گاڑیوں کے ٹائر پھٹ چکے تھے۔ اور ابھی دھماکے جاری تھے۔

"آخر یہ فائرنگ کس سمت سے ہو رہی ہے؟" گاڑی کے پیچھے دبکا ایک فوجی پوری قوت سے چلایا۔

"ابھی تک اندازہ نہیں لگ سکا سر۔"

"آخر کب تک اندازہ لگے گا۔ جب وہ تمام گاڑیوں کو بے کار کر دیں گے اور ہمیں نشانہ بنانا شروع کر دیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔ ہم چند منٹ میں گولیوں کی سمت کا اندازہ لگا لیں گے۔"

"جلدی کرو۔" غرا کر کہا گیا۔

ادھر دوسری طرف سے گولیاں بدستور برس رہی تھیں۔ یہاں تک کہ سب گاڑیوں کے ٹائر پھٹ گئے۔ اور پھر فائرنگ اچانک بند ہو گئی۔

"یہ کیا۔ فائرنگ تو بند ہو گئی۔ کیا تم اندازہ لگا چکے

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

ہو؟" ان کے کمانڈر نے پوچھا۔

"نہیں سر۔ فائرنگ چاروں طرف سے ہو رہی ہے۔ لیکن مکانوں سے نہیں بلکہ درختوں سے۔"

"اوہ ۔ تو پھر تم کیا کر رہے ہو۔ ان درختوں کو بھون ڈالو۔"

"ابھی لیجیے سر۔"

اور پھر درختوں پر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی ۔ اس قدر گولیاں برسائی گئیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے سکی۔ اور جب گولیاں برسانے کا جنون کم ہوا تو کمانڈر کی آواز ابھری:

"عجیب بات ہے۔"

"کون سی بات عجیب ہے سر؟"

"ابھی تک ہم نے ایک بھی انسانی چیخ کی آواز نہیں سنی۔"

"ہاں ! یہ تو ہے۔ لیکن سر۔ انہیں چیخنے کا موقع ہی کب ملا ہوگا ۔ ان گنت گولیاں ہر جسم میں جا کر لگی ہوں گی۔"

"احمق کہیں کے۔ ان میں سے کوئی تو درخت سے نیچے گرتا۔ لیکن ہم نے کسی کے گرنے کی بھی آواز نہیں سنی۔"

"تت ۔ تو پھر ۔ کیا کیا جائے؟"

"وہ لوگ چاروں طرف موجود ہیں۔ یعنی انھوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ ہمیں اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ نکلنا چاہیے۔"

"او کے سر۔"

اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ساتھ ہی فائرنگ بھی کر رہے تھے۔ ان پر بھی جوابی فائرنگ کی گئی۔ گاڑیاں چونکہ سب بے کار ہو چکی تھیں۔ اس لیے انھیں پیدل فرار ہونا پڑ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا۔

"اب ہم سامنے آ سکتے ہیں۔" انھوں نے خان رحمان کی آواز سنی۔

سب اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگے۔ ان سب نے درختوں کی اوٹ میں رہ کر فائرنگ کی تھی۔ صرف انسپکٹر جمشید ایک درخت پر سے فائرنگ کرتے رہے تھے۔ اور وہ اس درخت سے بہت پہلے اتر چکے تھے جب انھیں ان کے درختوں پر ہونے کا احساس ہوا تھا۔ خان رحمان نے انھیں کچھ اس ترتیب سے تقسیم کیا تھا کہ چاروں طرف سے یکساں انداز سے گولیاں برسائی جا سکیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اور اب ہمیں دوسرے حملے کی تیاری کرنا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کا مطلب ہے۔ اب ہمیں حملہ کرنا ہے۔" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ حملہ دوسرا کس طرح ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہ۔ تو کیا یہ لوگ پھر حملہ کریں گے۔" اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

"ظاہر ہے۔ شکست کا بدلہ لینے کے لیے انھیں آنا ہی پڑے گا۔"

"لیکن ہم اس طرح کب تک ان کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔" محمود نے اعتراض کیا۔

"اس مرتبہ ہم مقابلہ نہیں۔ کچھ اور کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پھر وہ انھیں لے کر سرحد کی طرف بڑھنے لگے۔

سرحد کے نزدیک پہنچ کر وہ تاریکی میں ایک جگہ دبک گئے۔

انھیں دو گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا اور پھر فوجی گاڑیاں آتی دکھائی دیں۔

"ہمیں ان میں سے صرف ایک گاڑی چاہیے۔ اور بس۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اور بس کیا۔ اس کے بعد کیا ہمیں کسی گاڑی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" فاروق بولا۔

"اس وقت کسی اور گاڑی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آئندہ مہم میں کس چیز کی ضرورت پڑتی ہے اور کس کی نہیں، یہ وقت بتائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"جانے اس وقت کو کیا ہو گیا ہے۔ وقت پر نہیں بتاتا۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"خاموش! ہم اس وقت بنگال کی سرحد پر ہیں اور ہمیں اس طرح سرحد عبور کرنا ہے کہ سرحد پر موجود فوجیوں کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو۔"

"ارے۔ تو کیا کافروں کے کندھوں پر بھی فرشتے موجود ہوتے ہیں؟"

"ہوتے ہی ہوں گے۔ آخر کافروں کا بھی حساب کتاب تو ہوگا۔" شوکی بڑبڑایا۔

اور پھر گاڑیاں ان کے قریب سے گزرنے لگیں۔

"میں صرف آخری گاڑی پر ہاتھ صاف کروں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ہم۔ میرے پاس رومال ہے انکل۔" آفتاب چہکایا۔

"شش۔" خان رحمان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

اور پھر جوں ہی آخری گاڑی ان کے قریب سے گزری، انسپکٹر جمشید نے ہاتھ میں پکڑی کوئی چیز کھینچ ماری۔ وہ چیز ڈرائیور کے سر پر لگی۔ گاڑی لہرائی۔ اور پھر رک گئی۔ انسپکٹر جمشید نے پلک جھپکنے میں چھلانگ لگائی اور ڈرائیور کے سر پر پہنچ گئے۔ انھوں نے اسے گدی سے پکڑا اور اپنے ساتھیوں کی طرف اچھال دیا۔ خان رحمان نے اسے چھاپ لیا۔ اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل سکی۔ ادھر گاڑی میں سوار فوجیوں نے پیچھے سے آواز لگائی:

"کیا بات ہے۔ ٹرک کیوں روک دیا۔"

"اس۔ اس میں کچھ خرابی ہو گئی ہے۔" انھوں نے چھنسی چھنسی آواز میں کہا۔

"جلدی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرو۔" پیچھے سے غرا کر کہا گیا۔

"کک۔ کر رہا ہوں۔"

وہ چابی کو بلاوجہ حرکت دیتے رہے، آخر بولے:

"نہیں جی۔ کوئی لمبی خرابی ہے۔"

"اچھا۔ تم اس کی یہی خرابی دور کرو۔ ہم یہاں سے پیدل روانہ ہوتے ہیں۔ خرابی دور کرکے اسے جلدی لانے کی کوشش کرنا۔"

"او کے۔"

فوجی چھلانگیں لگا لگا کر اترنے لگے۔ اور پھر گاڑی خالی ہو گئی۔ جب فوجی دور چلے گئے۔ انسپکٹر جمشید نے انھیں اشارہ کیا۔ وہ نزدیک آ گئے۔

"اس فوجی ڈرائیور کا کیا بنا؟"

"وہ گہری نیند سو چکا ہے۔"

"جلدی جاگنے کا امکان تو نہیں؟"

"اب قیامت سے پہلے نہیں جاگے گا۔" فاروق نے کہا۔

"اوہ۔ اچھا۔ تب تو ٹھیک ہے۔ چلیے۔ سب لوگ جلدی سے سوار ہو جائیں۔"

انھوں نے گاڑی میں سوار ہونے میں صرف ایک منٹ لگایا۔ اس کے بعد گاڑی سرحد کی طرف مڑی۔ اور تیزی سے آگے بڑھی۔

"سرحد پر موجود سپاہیوں سے کیا کہیں گے آپ؟" اور سے فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جلد ہی وہ سرحد کے قریب پہنچ گئے۔ گاڑی کو روک لیا گیا۔ پھر ایک سپاہی کھڑکی کی طرف آیا:

"کیا بات ہے۔ واپس کیوں آ گئے؟"

"ایک فوری ضرورت کے تحت۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ گاڑی کو آگے بڑھا لے گئے۔

"مبارک ہو بھئی۔ ہم بیگال کی زمین پر سفر کر رہے ہیں۔" وہ بولے۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔ ایک مرحلہ تو طے ہوا۔"

"اصل مرحلے تو اب شروع ہوں گے۔" فاروق بولا۔

"چلو ہو جائیں۔ ہم کوئی ڈرتے ہیں مرحلوں سے۔"

"میں بیگال کے نقشے کا بہت غور سے جائزہ لیتا رہا ہوں۔ لہٰذا میری تجویز یہ ہے کہ ہم جنوبی پہاڑیوں کی طرف نکل چلیں۔ یہ پہاڑیاں بالکل غیر آباد ہیں۔ ان اطراف میں پوری فوج بھی چند آدمیوں کو تلاش نہیں کر سکتی۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"انھیں تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پہاڑیوں پر گولہ باری تو کر ہی سکتے ہیں۔" فرحت

بولی۔

"پہاڑوں کے قدرتی سائبان اوپر سے کی جانے والی گولہ باری سے بھی حفاظت کا کام دے سکتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔" انھوں نے کہا۔

"فکر کرنے کے لیے تو ہم پیدا ہی نہیں ہوئے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

آخر وہ پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے۔ رات چاندنی تھی۔ پہاڑیاں چاندنی میں غسل کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"پہاڑیوں کی بجائے اگر ہم شہری آبادی میں گھل مل جاتے تو ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"آپ نہیں جانتے۔ جگہ بنائے بغیر ہم کہیں بھی پناہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ پہاڑیوں میں چھپ کر پہلے ہم جگہ حاصل کریں گے۔ میں نے اس کی ترکیب سوچ لی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں انکل۔ ترکیبیں اگر آپ سوچنے لگے تو بے چاری فرحت اور فرزانہ کا کیا بنے گا۔" فاروق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہ درختوں اور پائپوں پر چڑھنے لگیں گی۔" آصف بولا۔

"تب پھر فاروق اور آفتاب کیا کریں گے؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ہم ہیرو بننے کے چکر میں رہنے لگیں گے۔" آفتاب نے کہا۔

"مارے گئے ہم تو۔ ہمارے لیے تو کوئی کام نہیں بچا۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اور میں پہاڑیوں میں کسی کو کھڑے دیکھ رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید کے سرد جملے نے ان کی سٹی گم کر دی۔

سنسنی خیز بات

ان سب کی نظریں اس سمت میں اٹھ گئیں۔ وہاں واقعی کوئی کھڑا تھا، اس کا رُخ انھیں کی طرف تھا۔

"پھر اب کیا خیال ہے؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"اب کوئی خیال ظاہر کرنے کا وقت نہیں رہا۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"کیا مطلب؟"

"ہم بہت دیر سے چونکے۔ پہاڑی حدود میں داخل ہونے سے پہلے جائزہ لینا چاہیے تھا۔" خان رحمان بولے۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں انکل؟" محمود گھبرا گیا۔

"یہ کہ ہمیں مکمل طور پر گھیر لیا گیا ہے۔" خان رحمان کی بجائے انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"نن۔ نہیں۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔" خان رحمان نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"لیکن ہم پُرسکون انداز میں آگے بڑھتے رہیں گے۔ گھبراہٹ یا پریشانی نہیں ظاہر ہونے دیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مشورہ دیا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔"

اور وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس شخص کے نزدیک پہنچ گئے۔ اب وہ ایک چٹان سے ٹیک لگا چکا تھا۔ اس کے چہرے پر چاند کی روشنی میں پُرسکون مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ آخر اس کے لب ہلے:

"میں نے کہا تھا نا۔ مجھ سے معاہدہ کر لیں۔ لیکن آپ لوگوں نے میری بات نہیں مانی۔"

"ہم اپنے اصول کی وجہ سے مجبور تھے مسٹر سی تھون۔"

"اور اب میں آپ لوگوں کو گرفتار کر کے بنگال کے صدر کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہوں۔"

"لیکن ہمیں حیرت ہے۔ آپ ہمارے راستے میں آنے کی بجائے یہاں کیوں آ گئے۔"

"میں اندازہ لگا چکا تھا کہ آخر کار آپ لوگ یہاں پہنچیں گے۔"

"تو پھر چلیے۔ ہم چلنے کے لیے تیار ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اُچکائے۔

"کوئی جدوجہد نہیں کریں گے۔" سی تھون کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

•

"ہم جانتے ہیں۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیرا جا چکا ہے۔ ان گنت فوجی ان پہاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"اوہ۔ حیرت ہے۔ آپ لوگوں نے یہ اندازہ کس طرح لگا لیا؟"

•

"ہمارے ساتھی۔ خان رحمان ایک ماہر فوجی ہیں۔"

"تب پھر ان کا اندازہ بالکل درست ہے۔ لیکن یہ تجویز بنگال کے صدر کی تھی۔ ورنہ میں تو آپ لوگوں کے لیے یہاں بالکل تنہا آ رہا تھا۔ انھوں نے میری اس بات کو پسند نہیں کیا۔"

"گویا آپ اکیلے ہی ہمیں بے بس کر کے صدر کے سامنے پیش کرتے۔" شوکی نے منہ بنایا۔

"ہاں۔ آپ لوگ مجھ سے اچھی طرح واقف تو ہیں۔" اس نے لہجے میں حیرت شامل کر کے کہا۔

"ضرور واقف ہیں۔ پچھلی مرتبہ ہم نے آپ کو گرفتار کر لیا تھا۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن اس مرتبہ میں پوری تیاریوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر ہوں ۔ اگرچہ پہاڑیوں پر چاروں طرف فوج موجود ہے ، لیکن اگر آپ شوق پورا کرنا پسند کریں تو میں اکیلا آپ کو بے بس کرکے دکھا دیتا ہوں۔"

"کیا فائدہ۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب ۔ فائدہ کیوں نہیں۔"

"اگر ہم نے آپ کو شکست دے ڈالی ۔ تو بھی فوجی ہمیں پکڑ کرلے جائیں گے۔"

"ہاں ؛ یہ تو ہے ۔ میں اس وقت بنگال کے صدر کی ہدایات ماننے پر مجبور ہوں ، کیوں کہ معاہدہ کر چکا ہوں۔"

"تب پھر لڑائی بھڑائی میں وقت ضائع ہوگا ۔ ہم چلنے کے لیے تیار ہیں۔"

سی مون نے سیٹی بجائی ۔ اور پھر یوں لگا جیسے پہاڑیوں نے ہزاروں فوجیوں کو اپنے اندر سے اگل دیا ہو ۔ وہ سب ان کی طرف بڑھے ۔ اور پھر رائفلوں کے گھیرے میں یہ قافلہ نیچے اترنے لگا ۔ ایک طرف بے شمار گاڑیاں کھڑی نظر آئیں ۔ انھیں ایک بند گاڑی میں سوار کیا گیا ۔ اس کے آگے پیچھے ، دائیں بائیں ۔ گاڑیوں کا ایک لشکر چلا ۔ آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد انھیں گاڑی سے اتارا گیا ۔ انھوں نے دیکھا ۔ گاڑی ایک قلعہ نما عمارت کے اندر

Malik ji

رکی تھی اور عمارت کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا ۔ عمارت کی فصیل پر مسلح فوجی چوکس کھڑے تھے ۔ یہ فوجی بھی ان گنت تھے ۔ اسی وقت سی مون تیز تیز چلتا ان تک آیا ۔

"کیا یہ کوئی قلعہ ہے مسٹر سی مون؟"

"ہاں ! لیکن قیدیوں کا قلعہ۔" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" انھوں نے چونک کر کہا۔

"یہ قلعہ صرف قیدیوں کے لیے بنایا گیا ہے ۔ اس میں ہر اک قسم کے قیدی رکھے جاتے ہیں ۔ اگر آپ چاہیں تو رات کا بقیہ حصہ اس قید خانے کی سیر کرکے گزار سکتے ہیں۔" سی مون بولا۔

"آپ بھول تو نہیں رہے مسٹر سی مون۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا ۔

"نہیں ! مجھے یاد ہے ۔ آپ لوگوں کو صدر کے سامنے پیش کیا جانا ہے ۔ لیکن ۔ یہ پیشی کل سورج نکلنے پر ہوگی ۔ ملک میں کل عام چھٹی کا اعلان کر دیا گیا ہے ۔ شہر کے سب سے بڑے میدان میں آپ لوگوں کو صدر کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"کیا یہ سب آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے؟" انسپکٹر کامران

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

مرزا نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ سب صدر کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ میں ایسی باتوں کا عادی نہیں۔"

"اور ہمیں گرفتار کرانے کا کتنا معاوضہ لیا آپ نے؟"

"پانچ کروڑ ڈالر۔" اس نے کہا۔

"کمال ہے، اتنی دولت کا آپ کیا کرتے ہیں؟"

"عیش کے لیے اتنی دولت بھی ناکافی ہے۔"

"اگر ہمارا ملک آپ سے کوئی کام لینا چاہے تو کیا آپ ہمارے ملک کے لیے بھی کام کریں گے؟"

"نہیں۔ میں مسلم ممالک کے لیے کام نہیں کرتا۔ میں اسلام کا دشمن ہوں۔" اس نے کہا۔

"خیر۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمیں رات کا بقیہ حصہ قلعے کی قید میں گزارنا ہوگا۔"

"بالکل، لیکن یہ وقت آپ قید خانے کی سیر کر کے بھی گزار سکتے ہیں۔ صدر سے میں نے اس کی اجازت لے لی تھی۔"

"شکریہ! ہم کچھ دیر آرام کرنا پسند کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

"ویسے کیا آپ ہمیں ایک بات بتا سکتے ہیں۔" آصف بول اٹھا۔

"میں جانتا ہوں۔ آپ لوگ کیا بات جاننے کے لیے بے چین ہیں۔ یہی نا کہ وہ کامیابی کیا ہے۔ جو بنگال نے حاصل کی ہے۔" سی مون نے شوخ لہجے میں کہا۔

"اوہ! تو آپ یہ بھی جان چکے ہیں۔"

"یہاں آ کر ہی مجھے یہ بات معلوم ہوئی۔ جب میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ ریاست گلگلات اس وقت کن لوگوں کے اشاروں پر کام کر رہی ہے اور ان لوگوں کے ارادے کیا ہیں تو انھوں نے فوراً مجھ سے معاہدہ کر لیا اور یہ بات مجھے بتا دی۔"

"یعنی انھوں نے بتا دیا کہ وہ کامیابی کیا ہے۔"

"ہاں! انھوں نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ آپ کیوں اس طرف آئے ہیں۔ اور مجھے بتانے میں انھوں نے خوف اس لیے محسوس نہیں کیا کہ وہ جانتے ہیں۔ مسلمانوں کا جتنا دشمن میں ہوں۔ اتنے بڑے وہ خود بھی نہیں ہیں: تاہم معاہدے میں میں نے بھی ان سے اپنی ایک شرط منوالی تھی"

"یہ کہ وہ آپ کو اس کامیابی کے بارے میں بتا دیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"نہیں — یہ راز تو انھوں نے بغیر کسی شرط کے بتا دیا تھا — وہ اور بات ہے — خیر — اب آپ اپنے سوال کا جواب سُن لیں — یہ کامیابی دراصل صرف بیگال کی کامیابی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید چونک کر بولے — باقیوں نے بھی حیرت زدہ انداز میں سی مون کی طرف دیکھا —

"ہاں! یہ کامیابی بیک وقت بیگال، انشاریہ، وشاس اور تمام غیر مسلم ممالک نے حاصل کی ہے — اور تمام اسلامی ممالک کے خلاف ہے۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے — آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں —

★

چند لمحے کے لیے وہ سکتے کے عالم میں کھڑے رہ گئے، پھر پروفیسر داؤد نے جھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"اس کا مطلب ہے — تمام اسلامی ممالک کے خلاف تمام غیر مسلم ممالک متحد ہو چکے ہیں۔"

"ہاں — نہ صرف متحد ہو چکے ہیں — بلکہ ایک انتہائی زبردست منصوبے پر عمل پیرا بھی ہو چکے ہیں اور اس منصوبے میں انھوں نے بڑی زبردست کامیابی بھی حاصل کر لی ہے — لیکن وہ کامیابی کیا ہے — یہ بات میں تم لوگوں کو نہیں بتا سکتا۔"

"کیوں — ہم سے اب کیا خطرہ — پوری طرح تو آپ لوگوں کے قبضے میں ہیں۔" آصف نے جل کر کہا۔

"تم لوگوں سے جتنا میں واقف ہوں، شاید اور کوئی نہیں — تم لوگ اگر میری آنکھوں کے سامنے مر جاؤ — اور میں تمھاری لاشوں پر کھڑا ہوں — تب بھی راز کی بات منہ سے نہیں نکالوں گا۔"

"کیوں مسٹر سی مون — اس صورت میں کیا خطرہ ہے؟"

"خطرہ ہو یا نہ ہو — بس بتاؤں گا نہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں — ہم بیگال کے صدر سے پوچھ لیں گے۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہ — میں سمجھ گیا۔" سی مون چونکا۔

"کیا سمجھ گئے آپ — فرزانہ کے جملے میں کوئی راز تو چھپا نہیں تھا۔" فاروق بولا۔

"فرزانہ بہت چالاک ہے — بہت چالاک — یہ میرے منہ سے یہ سُننا چاہتی ہے کہ اگر آپ بیگال کے صدر کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

اغوا کر لیں تو اس سے تو راز معلوم کر ہی سکیں گے۔ کیوں فرزانہ۔ تم نے یہی بات سوچی تھی نا؟"

"پ پ۔ پتا نہیں۔" فرزانہ ہکلائی۔

"نہیں نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ بالکل یہی بات سوچی تھی۔" سی مون بولا۔

"چلیے۔ اگر سوچی بھی تھی تو اس میں پیچھے پڑنے والی کیا بات ہے۔" آفتاب کو غصہ آ گیا۔

"پیچھے پڑنے والی بات ہے۔ فرزانہ دراصل اس رُخ سے سوچ رہی ہے کہ آپ بنگال کے صدر کو اغوا کر سکتے ہیں۔ اگر کام نہ بنا تو وشناس کے صدر پر ہاتھ صاف کر سکتے ہیں۔ یا پھر انشارجہ کے۔ لیکن میں آپ کو یہ بات بتا دینا پسند کروں گا کہ اس طرح آپ لوگ قطعاً کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔" سی مون کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

"وہ کیوں۔ کیا ان ملکوں کے صدر فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت ان سے کچھ نہیں اگلوا سکتی؟"

"ان لوگوں نے اس قسم کے انتظامات کر لیے ہیں کہ اگر کبھی انہیں اغوا کر لیا جائے۔ اور راز معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو ان کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اب تو مارے بے بسی کے شاید ہم مر ہی جائیں۔" فاروق بڑبڑایا۔

"مریں تمہارے دشمن۔" آفتاب نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا۔

"اس کامیابی کی اصل شکل یہی ہے کہ اگر وقت سے پہلے اس کا راز جان لیا گیا تو منصوبے پر عمل نہیں ہو سکے گا۔"

"آپ نے تو ابھی کہا تھا کہ عمل شروع ہو چکا ہے۔"

"وہ عمل تو منصوبے کو مکمل کرنے کی حد تک ہے۔ منصوبے کا تمام ممالک پر اثر انداز جس وقت ہو گا۔ اصل عمل اس وقت [illegible] جائے گا۔"

"تمام ممالک میں سے دراصل منصوبہ بنانے والا ملک کون سا ہے۔ میرا مطلب ہے۔ ہیرو کون ہے؟" انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"آپ نے بہت اہم سوال معمولی سے انداز میں کیا ہے انسپکٹر جمشید۔ خیر میں اس سوال کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ اصل ہیرو بنگال ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر سی مون۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ بنگال کے صدر کو گرفتار کر کے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس منصوبے کا تعلق اب براہ راست کسی بھی ملک سے نہیں رہا۔ سب نے اپنا اپنا تعلق ختم کر لیا ہے۔"

"آپ تو ہمیں اُلجھاتے چلے جا رہے ہیں۔"

"ابھی کیا ہے۔ اُلجھنے کے دن تو اب آگے آئیں گے۔"

سی مون مسکرایا۔

"اللہ مالک ہے۔" آفتاب بولا۔

"میرا خیال ہے۔ اب مجھ سے آپ لوگوں کی کافی طویل بات چیت ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب آپ اپنی کوٹھری میں آرام کریں۔ صبح ملاقات ہوگی۔" سی مون نے تنگ آتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ایک منٹ! اگر سب نے اپنا اپنا تعلق ختم کر لیا ہے تو پھر منصوبے پر عمل کہاں کیا جائے گا۔"

"یہ بتا دینا بھی اصل راز بتا دینے کے برابر ہے۔"

"اچھا تو پھر آپ تشریف لے جائیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

اور پھر انہیں ایک تنگ کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ تاہم سی مون بدستور وہاں موجود رہا تھا۔ تالا لگنے کے بعد اس نے کہا۔

"محمود۔ تم اپنے چاقو کی مدد سے اس کوٹھری کی سلاخوں کو ضرور کاٹنے کی کوشش کرنا۔ اگر کاٹ سکے تو میں اپنے پانچ کروڑ ڈالر میں سے ایک کروڑ ڈالر تمہیں انعام دوں گا۔"

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ جناب۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر وہ لوگ مڑ گئے۔

"ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں چاقو نکالوں۔" محمود بولا۔

"نہیں۔ سب لیٹ جائیں اور سو جائیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بالکل ٹھیک۔ میں بھی کہنے والا تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہم سمجھے نہیں۔ ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ہمیں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔"

"چاقو نکال کر ان سلاخوں پر جُت جانا۔ یا کسی اور طرح سے فرار ہونے کی کوشش کرنا وقت ضائع کرنے کے برابر ہوگا۔ اور سو جانا نہایت عقل مندی کا کام۔ کیوں کہ ہم مسلسل کام میں مصروف رہے ہیں۔ اگر رات کا باقی حصہ بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

جاگ کر اور محنت کر کے گزار دیا تو پھر صبح کسی قابل نہیں رہ جائیں گے۔ جب کہ صبح ہمیں بالکل چاق و چوبند ہونا چاہیے۔"

"اوہ۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" فرحت بولی۔

"تب پھر مسٹر سی مون اسی لیے ہمیں قید خانے کی سیر کا مشورہ دے رہے تھے۔ تاکہ ہم آرام کر کے چاق و چوبند ہو سکیں۔" شوکی بولا۔

"بالکل ٹھیک۔ واہ۔" انسپکٹر جمشید نے شوکی کی تعریف کی۔

"کمال ہے یار۔ ایک جملہ بول کر ہی داد حاصل کر لی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تو آپ بھی بول دیں کوئی جملہ۔"

"میرے جملے پر تو مل چکی شاباش۔" فاروق نے پھر منہ بنا کر کہا۔

"ہاں اور کیا۔ ان کے جملے پر تو صرف جھڑکیاں مل سکتی ہیں۔" آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

"تم اپنے جملوں کو سنبھال کر رکھو۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"باتیں کر کے بھی ہم وقت ہی ضائع کریں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے گویا خبردار کیا۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔" خان رحمان بولے۔

"بس تو پھر۔ اب کوئی نہیں بولے گا۔ سب لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔" انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

"اور آنکھیں بند کرنے پر بھی نیند نہ آئے تو کیا کریں۔" فرحت بول اٹھی۔

"فرحت۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی نہ بولے۔" انسپکٹر جمشید غرائے۔

"جی۔ جی بہتر۔" فرحت گھبرا گئی۔

"جی۔ جی بہتر کہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی۔" وہ جھلا کر بولے

"جی۔ بہتر۔" فرحت ہکلائی۔

اور ان کی ہنسی نکل گئی۔

"حد ہو گئی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

"جی ہاں۔ خیر۔ یہ تو حد ہی ہو گئی ہے۔ نہ جانے اس حد کو کیا ہو گیا ہے۔ جب دیکھو ہو جاتی ہے۔" مکھن نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہما بی بیٹھک کو بھی زکام۔" آفتاب بولا۔

"ایک تو مشکل یہ ہے کہ ہم لوگ مذکر اور مؤنث کی تمیز ہی بھول جاتے ہیں۔"

"اس لیے کہ ہم اس وقت سکول میں تھیں ہیں۔" محمود

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے کہا۔

"ہاں! یہ تو قلعے کا قید خانہ ہے۔ گویا ہم قلعے کے قیدی ہیں۔" فاروق بولا۔

"اور تم نے یہ نہیں کہا۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" آصف نے یاد دلایا۔

"اس لیے کہ یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے۔ شاید کوئی مصنف یہ نام کسی ناول کا رکھ چکا ہے۔"

"ہو گا۔ ہمیں کیا۔ ہم اس وقت نہ تو مصنفوں پر بات کر رہے ہیں اور نہ ناولوں پر۔"

"بلکہ ہم تو بات کر رہے ہیں کہ اس وقت کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔" انسپکٹر جمشید نے بے چارگی کے انداز میں کہا۔

"یہ لوگ یوں ہرگز نہیں مانیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا غرائے۔

"تت۔ تو پھر۔ کس طرح مانیں گے۔" پروفیسر داؤد سوچے سمجھے بغیر بول اٹھے۔

"لیجیے۔ اب یہ چپ ہوئے تو آپ بول پڑے۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"چپ ہو گئے۔ نہیں تو۔ ابھی تو ان میں سے ایک

کا چپ نہیں ہوا۔ کیوں جمشید۔" پروفیسر داؤد نے ان کی طرف دیکھا۔

"جی۔ جی ہاں۔ آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ نہ یہ ابھی تک چپ ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ ہاں دن بے چارہ ضرور نکل آئے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خیر بھئی۔ دن کو نکلنے سے ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہاں! قیامت کے نزدیک ضرور دن طلوع ہونے سے رک جائے گا۔ سنا ہے کہ تین دن تک رات ہی رہے گی اور پھر سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اب قیامت کی نشانیوں کا پیریڈ شروع ہو گیا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہو۔ اب صرف بڑے بول رہے ہیں۔ چھوٹی پارٹی تو اب کی خاموش ہو چکی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ابا تو صرف نام بدنام ہے۔" فاروق بول اٹھا۔

"واہ۔ غریب کی۔ پھر بول پڑے۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"نہیں تو نہیں ہوئے۔ جی۔ نہیں ہو گئے۔" انسپکٹر جمشید نے [illegible] سر ہلایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"بالکل۔ کیا نہیں ہو سکتے ابا جان؟" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"خاموش۔ اور کیا؟" وہ بولے۔

"دیکھیے انکل۔ اگر یہ بات ہے تو ہم آپ کو اس طرح خاموش ہو کر دکھائیں گے جیسے منہ میں گھنگنیاں ڈال لی ہوں۔"

"بلکہ اس طرح جیسے چپ کا روزہ رکھ لیا ہو۔"

"اس طرح کیوں نہیں جیسے ہم سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔"

"اگر کوئی محاورہ رہ گیا ہو تو وہ بھی کہہ ڈالو۔ کوئی کسر نہ رہ جائے آج۔ ہم ایک دو گھڑی سو نہ جائیں۔" انسپکٹر جمشید نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور وہ سب یک دم سہم گئے۔ انھوں نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔ پھر وہ ٹھنڈے اور گندے فرش پر لیٹ گئے۔ ساتھ ہی انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ چاروں چند لمحے تک انھیں دیکھتے رہے، پھر خود بھی لیٹ گئے۔

چند لمحے تک کوٹھری میں موت کا سناٹا طاری رہا۔

پھر پروفیسر داؤد کی آواز ابھری:

"جمشید میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"کک۔ کیوں۔ کیا ہوا پروفیسر صاحب؟" انسپکٹر جمشید اچھل کر بیٹھ گئے اور پروفیسر داؤد پر جھکے۔

"پتا نہیں کیا بات ہے۔ اس خاموشی سے میرا دم گھٹ رہا ہے۔ ان سے کہو۔ یہ بولتے رہیں۔ جب تک ان کی بات چیت جاری رہی۔ مجھے دم گھٹنے کا ذرا احساس نہیں ہوا۔ لیکن اب۔ اُف۔ میں کیا بتاؤں۔ کیا کروں۔ میرے لیے کچھ کرو جمشید۔"

"آپ کے لیے ہم سب اپنی جانیں تک قربان کر سکتے ہیں پروفیسر صاحب۔ محمود۔ فاروق۔ بولنا شروع کر دو۔ آفتاب، آصف، چکو، شوکی۔ باتوں کی پھلجڑیاں چلا دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان۔" فاروق نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں! میں یہی کہہ رہا ہوں۔ کیا تم نے اپنے پروفیسر انکل کی بات نہیں سنی؟"

"جی۔ بالکل سنی ہے۔ ان کا حکم ہو تو ہم موت کے منہ میں بھی چھلانگ نہ چھوڑیں۔ اس کوٹھری میں باتیں کرنے کی تو بات ہی کیا ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"موت کے مُنہ کی بھی ایک ہی کہی۔ ہم تو مرنے کے بعد بھی گفت گو جاری رکھیں گے۔ اگر پروفیسر انکل کا حکم ہو۔" آفتاب نے کہا۔

"اب دعوے ہی کرتے رہیں گے یا کوئی بات بھی کریں گے۔" محسن نے منہ بنایا۔

"ہائیں۔ تو کیا تمھارے خیال میں ہم بول نہیں رہے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"بس ٹھیک ہے۔ میرا دم گھٹنا بند ہو گیا ہے۔ باتیں کرتے رہو۔ یہاں تک کہ مجھے نیند آ جائے۔ اس کے بعد ضرور تم لوگ سو جانا۔" پروفیسر داؤد خوش ہو گئے۔

"فکر نہ کریں۔ ہم آج وہ باتیں کریں گے کہ کیا کبھی کسی نے باتیں کی ہوں گی۔" آصف بولا۔

"لیکن انکل۔ وہ آپ کے چاق و چوبند کا کیا ہو گا۔" شوکی مسکرایا۔

"ہم۔ مجبوری ہے بھئی۔ پروفیسر صاحب کو ذرا بھی پریشانی لاحق ہو۔ یہ ہم کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

"خیر۔ اب سوال یہ ہے کہ بات کیا کی جائے۔"

"بس بات۔ اُئیں۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے پاس باتوں کا سٹاک ہی ختم ہو گیا ہو۔"

"نن۔ نہیں۔ ایسی بات نہ کہو۔" پروفیسر داؤد لرز گئے۔

"خیر انکل۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنے محفوظ سٹاک کو آواز دے لیتے ہیں۔" محمود جلدی سے بولا۔

اور ان کے چہرے پر اطمینان دوڑ گیا۔ پھر نہ جانے باتوں کے طوفان میں کب ان کی آنکھ لگ گئی۔ اور باقی لوگ بھی سونے کے قابل ہوئے۔ ان کی آنکھیں تو کوٹھری کا دروازہ کھلنے کی آواز سُن کر کھلیں۔۔۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

میں چلا

"آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہے۔" ایک نگران نے کہا۔

"ہم تیار ہیں۔ لیکن پہلے ہمیں ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہونے کی مہلت تو دی جائے۔"

"ہمیں اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ حکم یہ ہوا کہ آپ کو کوٹھری سے نکال کر سیدھا میدان میں پہنچا دیا جائے۔" اس نے کہا۔

"کیا یہ انسانی جانوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہم حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔"

"ان سے فریاد نہ کریں کامران مرزا۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" وہ بولے۔

"مسٹر سی مون کہاں ہیں؟"

"اس وقت صدر صاحب کے ساتھ ناشتا کر رہے ہیں۔"

"ہمیں تو آپ لوگ ناشتا دیں گے ہی نہیں۔"

"بالکل نہیں۔ خاص ہدایات ہیں کہ آپ لوگوں کو پانی تک نہ دیا جائے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ خوش ہونے کی بات تو نہیں۔" آصف جل گیا۔

"کیوں نہیں۔ ہم یہ سختیاں اپنے دین اور ملک کے لیے جھیل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے مرتبے قیامت کے دن بلند کریں گے۔"

"آمین۔" ان کے منہ سے نکلا۔

نو کے قریب مسلح آدمیوں کی نگرانی میں انھیں قلعے سے باہر لایا گیا۔ رائفلوں کے رُخ ان کی طرف تھے۔ فصیل پر کھڑے لوگ بھی بالکل چوکس تھے۔ سڑک کے دونوں طرف بھی [illegible] آدمی کھڑے نظر آئے۔

"تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ کس قدر انتظامات ہیں۔"

"ہاں! اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنکھیں عطا کی ہیں۔ اس کا ہم پر احسان ہے۔ اگر وہ آنکھیں عطا نہ فرماتا تو کس طرح دیکھتے۔" اشفاق بولا۔

"تم لوگ لاکھ کوشش کرو۔ فرار نہیں ہو سکتے۔" ایک نگران بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

لہجے میں بولا۔

"ہمیں کوشش کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم تو خود یہاں آئے ہیں۔ فرار ہو کر کیا کریں گے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"کوشش کرو گے بھی تو منہ کی کھاؤ گے۔"

"ناشتا تو کرایا نہیں۔ منہ کی کھلائیں گے۔" مکھن نے منہ بنا کر کہا۔

اب وہ سڑک کے درمیان میں چل رہے تھے۔ سو کے سو آدمی ان کے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف کھڑے آدمیوں کی رائفلیں بھی ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اور جہاں تک ان کی نظر جا سکتی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف فوجی کھڑے نظر آ رہے تھے۔ دائیں بائیں جو عمارات تھیں، ان کی چھتوں پر بھی لوگ موجود تھے، لیکن وہ صرف تماشائی تھے۔ اور انھیں دیکھ کر تالیاں بجا رہے تھے، ان میں بچے بھی تھے۔ بڑے بھی اور بوڑھے بھی۔ لیکن زیادہ تعداد عورتوں کی تھی۔ چھتوں پر مرد اور بچے بہت کم نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی، لیکن پھر انھیں یاد آیا کہ لوگ تو شاید اس میدان کو کوچ کر چکے ہیں۔ جہاں انھیں لے جایا جانے لگا۔ انھوں نے یہ راستا پیدل چلتے ہوئے ایک گھنٹے میں طے کیا۔ اگر گاڑی میں لے جایا جاتا تو صرف چند منٹ کا راستا ثابت ہوتا۔ لیکن شاید وہ لوگ انھیں کسی قسم کا کوئی آرام پہنچتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

آخر وہ اس میدان تک پہنچ گئے۔ میدان کیا تھا۔ سٹیڈیم کے طرز پر ایک اتنا بڑا اور وسیع سبزہ زار تھا کہ ایک سرے پر کھڑا شخص دوسرے سرے پر بیٹھے کسی شخص کے نقش و نگار کو نہیں دیکھ سکتا تھا؛ تاہم ان لوگوں کے ہاتھوں میں دوربینیں تھیں۔ جن کی مدد سے وہ ایک دوسرے کو نہیں۔ ان سب کو دیکھ رہے تھے۔ اور ان سب کو ان کے بیچوں بیچ ایک چبوترے کی طرف لایا جا رہا تھا۔

"نہ جانے یہاں ہمارے ساتھ کیا کیا جانے والا ہے۔" فاروق نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"ڈر رہے ہو شاید؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نا۔ جی نہیں۔ ڈر تو خیر نہیں رہا۔ ہاں گھبراہٹ ضرور محسوس ہو رہی ہے۔"

"اللہ کو یاد کریں سب۔ اور یہ خیال کریں کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ وہ ہر حال میں آ کر رہے گی۔" انھوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

انھیں چبوترے پر کھڑا کر دیا گیا۔ اب وہ سو آدمی پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دوسروں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔

"کیا ان لوگوں میں مسٹر سی مون بھی موجود ہے؟"

"نہیں۔ وہ تو صدر کے ساتھ ناشتا کر رہا ہے۔"

"اتنا لیٹ ناشتا!" شوکی نے منہ بنایا۔

اچانک زور سے بگل بجا۔ اور پھر اس کے ساتھ کتنے ہی بگل بجنے لگے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ آخر بگلوں کا شور رکا۔ اور پھر اسپیکر میں کسی نے کہا:

"صدر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارے خصوصی مہمان سی مون بھی ہیں۔ ان سے پہلے قیدیوں کو چبوترے پر پہنچا دیا گیا ہے۔ جنھیں آپ بخوبی دیکھ رہے ہیں۔" یہ آواز چاروں طرف گونجی۔ اور پھر انھوں نے ایک طرف ہل چل کے آثار دیکھے۔ غالباً صدر اور سی مون اس طرف آ رہے تھے۔

"صدر اور مہمان خصوصی تشریف رکھ چکے ہیں۔ اب صدر فیدلیا کے بارے میں اعلان فرمائیں گے۔" اعلان کیا گیا۔

اس کے بعد صرف ایک منٹ تک مکمل خاموشی طاری رہی۔ پھر ایک کمزور سی آواز ابھری:

"آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے بدترین دشمن ملک پاک لینڈ کے جاسوس ہمارے پیارے ملک میں بلا اجازت داخل ہو گئے تھے۔ یہی وہ جاسوس ہیں جنھوں نے ریاست سنگلات میں رہ کر ہمارے خلاف سازشوں پر سازشیں کیں، لیکن آخر کار ہم نے اپنے مہربان دوست مسٹر سی مون کے ذریعے انھیں پکڑ لیا۔ اور اب انھیں جاسوسی کے جرم میں سزا سنائی جائے گی۔ آپ سزا کا اعلان تین منٹ بعد سنیں گے۔"

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ لاکھوں لوگ اس وقت میدان میں جمع تھے، لیکن ان میں سے کوئی بھی بات چیت نہیں کر رہا تھا۔

"لو بھئی سزا سننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا، لیکن پھر وہ چونک اٹھے۔ دبی آواز میں کہے گئے یہ الفاظ بھی پورے مجمع تک پہنچے تھے۔

"اوہو۔ شاید ہر جگہ اسپیکر نصب تھے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

اب انھوں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ آخر تین منٹ بعد صدر کی آواز ابھری:

"میں ان کو موت کی سزا دیتا ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ان الفاظ کے ساتھ ہی تمام مجمع تالیاں بجانے لگا، وہ سب پوری قوت سے تالیاں بجا رہے تھے، لیکن منہ سے اب بھی کچھ نہیں بول رہے تھے۔

"بس" صدر کی آواز گونجی۔ تالیوں کی گونج بند ہو گئی۔

"اب موت کی سزا کا طریقہ سن لیں"

"ایک منٹ سر" ایسے میں سی مون کی آواز گونجی۔

"نہیں مسٹر سی مون۔ میری بات کو کوئی کاٹ نہیں سکتا، جب میں بول رہا ہوں تو پھر کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ آپ بھی پرسکون رہ کر سنیں" صدر نے سرد آواز میں کہا۔

"م۔ میں" سی مون ہکلایا۔

"بس۔ خاموش رہیے۔ اور سنیے۔ آپ ہمارے خصوصی مہمان ہیں۔ ہاں تو میں ان کی سزا کا اعلان کر رہا تھا۔ ان لوگوں کو الٹا لٹکایا جائے گا۔ ان کے ننگے جسموں پر تیز دھار آلات سے چرکے لگائے جائیں گے اور ان پر نمک چھڑکا جائے گا۔ چرکے لگانے اور نمک چھڑکنے کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ یہ ختم نہیں ہو جاتے۔ ختم ہونے کے بعد بھی یہ ایک ہفتے تک اسی طرح لٹکے رہیں گے۔ اور پھر ان پر بھوکے گدھ چھوڑے جائیں گے"

صدر کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے سروں کے پاس اوپر سے رسیاں گریں۔ جو پھندے کی شکل کی تھیں۔

"قیدیو۔ ان پھندوں کو اپنی گردنوں میں ڈال لو"

"ایک منٹ جناب" سی مون پھر بول اٹھا۔

"مہمانِ خصوصی۔ آپ پھر بول اٹھے، حالانکہ یہ ہمارے ملک کے اصول کے بالکل خلاف ہے۔ اور اگر آپ مہمانِ خصوصی نہ ہوتے تو اسی وقت آپ کو شوٹ کر دیا جاتا"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ معاہدے کی سراسر خلاف ورزی ہے" اس بار سی مون ڈرے بغیر بلند آواز میں کہہ گیا۔

اس کے الفاظ نے انہیں چونکا دیا۔

"نہیں مسٹر سی مون۔ یہ معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہے" صدر نے جھلا کر کہا۔

"کیا میں یہ شرط پیش نہیں کر چکا کہ آپ انہیں موت کی سزا نہیں دیں گے۔ انہیں سمندر میں پھنکوا دیں گے۔ پھر چاہے یہ ڈوب جائیں، چاہے بچ جائیں۔ ان کی قسمت"

"بات ایک ہی ہے۔ وہ سزا بھی موت کی ہے اور

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ سزا بھی۔"

"لیکن اس میں بچ نکلنے کا امکان نہیں۔ اُس میں امکان ہے۔"

"اور آپ ان کے بچ نکلنے کا کیوں پسند کرتے ہیں؟"

"یہ میرے بہت ہی بہادر دشمن ہیں۔"

"تو پھر۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیا بہادر دشمنوں کو زندہ رکھنا چاہیے۔"

"میں ان لوگوں کو اس طرح مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ یا تو یہ میرے ہاتھ سے مریں گے۔ یا اپنی موت مریں گے۔ جو موت آپ نے پسند کی۔ وہ موت نہیں مریں گے۔"

"یہ میرا ملک ہے۔ یہاں میرا حکم چلتا ہے۔ آپ کا نہیں۔"

"لیکن معاہدہ معاہدہ ہے۔"

"تب پھر یہ معاہدہ ختم۔ آپ بھی اپنی سزا سنیں۔"

"ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔" سی مون بولا۔

"آپ بھی اپنے ان بہادر دشمنوں کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جائیں اور ایک پھندہ چن لیں۔"

"اچھی بات ہے، لیکن ہم لوگ اپنے ہاتھوں سے پھندہ نہیں پہنیں گے۔" سی مون بولا۔

"وہ بعد کی بات ہے۔ جب نہیں پہنیں گے تو پھر میرے آدمی پہنائیں گے۔"

"میں چلا۔" سی مون بولا۔

اور پھر انھوں نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا۔ اب پورا مجمع سی مون کو دیکھ رہا تھا۔ مجمعے کی توجہ کا مرکز اب وہ نہیں۔ سی مون تھا۔ اور پھر وہ ان کے نزدیک آ گیا۔ وہ انھیں دیکھ کر مسکرایا۔

"ہماری خاطر آپ بھی موت کو گلے لگا کر آ گئے مسٹر سی مون۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں۔ میں اصولوں کا آدمی ہوں۔" سی مون مسکرایا۔

پھر اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ہاتھ باہر آیا تو اس میں ننھی ننھی گولیاں تھیں۔ ایک گولی اس نے منہ میں رکھ لی اور اسے چبانے لگا۔ پھر ایک گولی انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دی اور اشارے میں کہا:

"آپ بھی چبا لیں۔"

انسپکٹر جمشید ایک لمحے کے لیے ہچکچائے، پھر ایک گولی اس کی ہتھیلی سے اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ اس کی ہتھیلی اب انسپکٹر کامران مرزا کی طرف بڑھ گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اسی طرح اس نے سب کو ایک ایک گولی دی، اسی وقت آواز ابھری:

"تم لوگ خود یہ پھندے اپنے گلوں میں ڈالو گے یا میں اپنے آدمی بھیجوں"

"ہم اپنے ہاتھوں سے پھندے نہیں ڈالیں گے" سی مون نے کہا۔

"اچھی بات ہے"

اور پھر سو فوجیوں کا دستہ ان کی طرف بڑھنے لگا:

"اب - اب کیا کیا جائے" محمود بولا۔

"اللہ کو یاد کرنے کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں" شوکی نے فوراً کہا۔

"ہاں - لیکن - میں کیا کروں - میں تو کسی اللہ کو نہیں مانتا" سی مون ہنسا۔

"یہ آپ کی بہت بڑی بدقسمتی ہے" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ بھی اچھی باتیں کہتے ہیں"

"ہاں کیوں نہیں - میں اپنے دین پر پوری طرح کاربند ہوں - اور اپنے دین سے بے تحاشہ محبت کرتا ہوں" وہ بولے۔

میں نے تو سُنا تھا کہ اب مسلمان بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ پُرانے زمانے کی باتیں ہیں"

"جو لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں وہ مسلمان نہیں - اصل باتیں تو وہی ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے رسول ﷺ فرما گئے - وہ آج بھی پتھر پر لکیر ہیں، آج کی سائنس بھی آپ ﷺ کی باتوں کو درست ماننے پر مجبور ہے"

"ہاں، واقعی - اس بات پر مجھے بھی حیرت ہے"

"ہے نا حیرت - لیکن افسوس - آپ ایک اللہ پر ایمان نہیں لاتے — حضور ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کو نہیں مانتے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں مرتے وقت مسلمان ہو جاؤں"

"یہ آپ کی خوش قسمتی ہو گی"

"میں نماز نہیں پڑھ سکتا، روزہ بھی نہیں رکھ سکتا۔ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر عمل نہیں کر سکتا"

"مطلب صاف ہے - مسلمان نہیں ہونا چاہتے"

"ہاں، بالکل - لیکن ان باتوں پر مجھے واقعی حیرت ہوتی ہے کہ آخر تم لوگوں کے نبی آج کے دور میں ہونے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

والی باتیں کس طرح بتا گئے؟"

"اللہ تعالیٰ نے انھیں غیب کی خبریں عطا کیں۔ اس لیے انھوں نے اپنی اُمّت کو بتائیں۔"

"اوہو۔ ہم باتوں میں لگ گئے۔ ادھر وہ لوگ نزدیک آ گئے ہیں۔" سی تھون چونکا۔

"پھر۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں واقعی۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔" سی مون نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"پورا مجمع اس وقت [illegible] رہا ہے۔ شاید یہ لوگ سوچ رہے ہیں کہ ہم [illegible] کی کوشش کریں گے۔ روئیں گے، گڑگڑائیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارا ایمان ہے۔ یہ لوگ ہمیں موت نہیں دے سکتے۔ نہ زندگی دے سکتے ہیں۔ زندگی دینا اور موت دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسے اس جگہ ہماری موت منظور ہے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نہیں بچا سکتی اور اگر ابھی ہماری زندگی باقی ہے تو یہ سب مل کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" آفتاب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ لوگوں کے بچّے بھی کم دلیر نہیں ہیں۔ موت کو اس قدر نزدیک دیکھ کر بھی باتیں کرنے کے قابل ہیں۔" سی تھون نے کہا۔

"اسی کا نام زندگی ہے۔" محمود بولا۔

"آپ نے مسٹر سی مون۔ یہ ہمیں لگ۔ گو۔" مکھن کہنے لگا تھا کہ سی تھون بول پڑا:

"وہ دیکھیں۔ فوجی ہمارے نزدیک آ گئے ہیں۔ اور آپ اس وقت بھی مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں آپ لوگوں پر جس قدر بھی تعجب کروں، کم ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ آپ لوگوں کی خاطر میں بھی موت کو گلے لگا رہا ہوں۔"

یہ الفاظ سی مون نے بہت جلدی جلدی کہے۔ انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔ انھوں نے فوراً مکھن کا بازو پکڑ کر دبا دیا۔ یہ اشارہ تھا، خاموش رہنے کا۔ ساتھ ہی انھوں نے کہا:

"آپ کی اصول پسندی کے ہم قائل ہیں۔ اس وقت بھی آپ اپنے اصول کی وجہ سے جان دے رہے ہیں۔ اس آخری وقت میں میں آپ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ کیوں کہ مرنے سے پہلے پہلے۔ ہوش و حواس کی حالت میں جو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

شخص بھی سچے دل سے کلمۂ طیبہ پڑھ لے گا۔ جنت میں جائے گا۔"

"جی۔ مجھ سے یہ باتیں نہ کریں۔ میں ایسی باتیں سن کر بہت گھبراتا ہوں۔ دیکھیے۔ وہ اور نزدیک آ گئے۔ موت اب ہم سے صرف چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی ہے۔"

انھوں نے دیکھا۔ فوجی واقعی بہت نزدیک آ گئے تھے۔ ایسے میں نہ جانے کیوں انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔

"بہتر تو یہی تھا کہ تم لوگ پھندے اپنے گلوں میں خود ڈال لیتے۔"

"ہم کیوں یہ زحمت کریں۔ آپ کس مرض کی دوا ہیں۔" آفتاب نے جل بھن کر کہا۔

"خیر۔ ہم تو آ ہی گئے ہیں۔" دوسرا جتا کر بولا۔

پھر وہ اور آگے بڑھے۔ انھوں نے پھندوں کی طرف ہاتھ اٹھا دیے اور عین اسی وقت سی مون نے ہاتھ میں پکڑی گیند نما کوئی چیز فرش پر دے ماری۔ اس نے غیر محسوس طور پر یہ گیند جیب سے نکالی تھی۔ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ دھماکے کے فوراً بعد دھوئیں کا ایک گہرا بادل فرش سے اٹھا اور چاروں طرف پھیلنے لگا۔ اس کے پھیلنے کی رفتار حد درجے تیز تھی۔

"خبردار۔ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو۔" انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

"ہاں! سب لوگ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں اور میں انسپکٹر جمشید کا ہاتھ پکڑوں گا۔ اب آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے آئیں گے۔"

"اور۔ اور یہ فوجی۔"

"وہ تو کب کے بے ہوش ہو چکے ہیں۔ یہ دھواں اب پورے میدان پر چھا جائے گا۔ ان گنت لوگ بے ہوش ہو ہو کر گریں گے۔ کچھ بھاگ نکلیں گے اور دھوئیں کی زد سے نکل جائیں گے۔ وہ بے ہوش نہیں ہوں گے۔ اور ان کے درمیان سے ہم نکلتے چلے جائیں گے۔ کوئی محسوس نہیں کر سکے گا کہ یہ ہم ہیں۔ انھیں تو اپنی پڑی ہو گی۔"

"ہوں! لیکن ہم کیوں بے ہوش نہیں ہوئے۔" اخلاق نے پوچھا۔

"اب تک گولیوں کا مقصد نہیں سمجھے۔" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"دھواں اب تک چاروں طرف چھپے لوگوں کے قریب پہنچ چکا ہو گا۔ اب ہم بھاگنا شروع کر سکتے ہیں۔" سی مون نے کہا اور انسپکٹر جمشید کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگا۔ یہ اسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ کہاں گھرے ہیں۔

اب وہ سب ایک قطار میں دوڑ رہے تھے۔ نہ جانے سی موُن کس طرح گہرے دھوئیں میں دیکھنے کے قابل تھا۔ انھیں تو چند ہاتھ دور کی چیزیں بھی نظر نہیں آ رہی تھیں۔ فاروق سے رہا نہ گیا، پوچھ ہی بیٹھا:

"آپ اس دھوئیں میں کس طرح دیکھ رہے ہیں مسٹر سی موُن؟"

"میں نے ایک خاص عینک لگا رکھی ہے۔ جس کی مدد سے میں بالکل صاف دیکھ رہا ہوں۔ جب کہ اس دھوئیں کے اندر کوئی بھی کچھ دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ اور اسی لیے ہم بغیر کسی دقت کے نکل جائیں گے۔"

وہ دوڑتے رہے۔ یہاں تک کہ میدان سے باہر نکل آئے۔ اب سی موُن کا رُخ تبدیل ہو گیا۔ اور پھر وہ گاڑیوں کی لمبی قطاروں تک پہنچ گئے۔ تماشائیوں میں سے کوئی بھی ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا۔ سی موُن نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ایک بڑی گاڑی کا دروازہ کھول ڈالا اور ان سے بولا:

"آپ سب گاڑی پر سوار ہو جائیں۔ گاڑی میں چلاؤں گا۔"

وہ کیا کر سکتے تھے۔ اس وقت کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھے۔ جلد ہی گاڑی تیر کی طرح وہاں سے نکلی اور ایک سمت میں بڑھی۔ اور پھر وہ اڑی جا رہی تھی۔

"لیکن مسٹر سی موُن۔ ہم جا کہاں رہے ہیں؟"

"آپ کو آج یہ بات معلوم ہو گی کہ میں سی موُن کیوں کہلاتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم سمندر کے ذریعے جائیں گے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہو۔ آپ میرا اشارہ سمجھ گئے۔ کمال ہے۔"

"اس میں کمال کی بات نہیں۔ میرے ساتھ انسپکٹر کامران مرزا بھی اس جملے کا مطلب سمجھ گئے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"کیوں نہ ہم یہیں سے الگ الگ ہو جائیں۔ آخر ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔

"ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں ہیں۔ خطرے سے باہر ہوتے ہی میں خود آپ سے الگ ہو جانا پسند کروں گا۔"

سی موُن نے برا سا منہ بنایا۔

تقریباً آدھ گھنٹے بعد انھوں نے سمندر کی موجوں کا شور سُنا۔ سی موُن نے گاڑی روک دی اور ساحل کی طرف دوڑا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پڑا۔ انھوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"آپ لوگ ایک گھنٹے تک تیر سکتے ہیں؟" وہ ان کی طرف مڑا۔

"ضرور۔ لیکن آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"ایک گھنٹے تک تیرنے کے بعد ہم ایسی جگہ پہنچ سکتے ہیں جہاں سے بآسانی اپنی راہ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تیر سکتے ہیں۔"

"تو پھر لگا دیں چھلانگیں۔" اس نے کہا۔

وہ سمندر میں تیرنے لگے۔ انسپکٹر جمشید، پروفیسر داؤد اور شوکی برادرز کی طرف سے فکرمند تھے۔ تیرنا تو انھیں آتا تھا۔ لیکن ایک گھنٹے تک تیرنے کا معاملہ ذرا مختلف تھا، تاہم وہ خاموش رہے۔ تیرنے کا عمل جاری رہا۔ اور پھر وہ ایک سرسبز جزیرے تک پہنچ گئے۔ جزیرے کے پاس دو لانچیں کھڑی تھیں۔ ریت پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے تیرنے کی آوازیں سن کر وہ ہڑبڑا کر اٹھے۔ اور پھر ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"اوہ۔ مسٹر سی مون!"

"ہاں! میں اور میرے ساتھی۔" سی مون نے مسکرا کر کہا۔

وہ جزیرے پر پہنچ گئے۔ کتنی ہی دیر ریت پر لمبے سانس لیتے رہے۔ پھر سی مون اٹھا اور اپنے ساتھیوں سے بولا:

"ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔"

"او کے سر۔"

"ایک لانچ پر یہ لوگ لے جائیں گے، دوسری میں ہم جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ لوگ ہمارے دوست نہیں، دشمن ہیں، لیکن وقتی طور پر ہمیں ایک ساتھ سفر کرنا پڑ گیا تھا۔"

"اگر یہ دشمن ہیں تو ان سے فیصلہ کیوں نہ کر لیا جائے، بلاوجہ ایک لانچ انھیں کیوں دی جائے۔" سی مون کا ایک ساتھی بولا۔

"نہیں بھئی۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ اور پھر میں ان لوگوں کو بہت پسند کرتا ہوں۔"

"اوہ۔ تب یہ لوگ انسپکٹر جمشید وغیرہ ہیں۔"

"ہاں! تمھارا یہ خیال ٹھیک ہے۔"

آخر وہ لانچوں کی طرف چل پڑے، پھر الگ الگ لانچ پر سوار ہو گئے۔

"مسٹر سی مون۔ آپ نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ آپ کا یہ سلوک ہمیں ہمیشہ یاد رہے گا۔ اگر کبھی ایسا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کوئی موقع نہیں ملا تو ہم آپ کے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کریں گے"۔

"تم سلوک کرو گے۔ ارے میاں جاؤ" سی مون کا ایک ساتھی بولا۔

"نہیں بھئی۔ اس لہجے میں بات نہ کرو۔ یہ لوگ عام لوگ نہیں، میں کہہ چکا ہوں۔ اب چلو" سی مون نے برا مان کر کہا۔

"اچھا مسٹر سی مون۔ پھر ملیں گے، اگر زندگی رہی"۔

دونوں لانچیں مختلف سمتوں میں بڑھنے ہی لگی تھیں کہ سی مون چلا اٹھا:

"ارے ہاں۔ میں نے آپ لوگوں کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کو کس زاویے پر رہ کر سفر کرنا ہے۔ ستر کے زاویے پر سوئی رکھ کر سفر کرتے جائیے۔ آپ اپنے ملک میں پہنچ جائیں گے"۔

"اوہو! یہ معلومات آپ کو کس طرح ہیں؟"

"مجھے سی مون بلاوجہ نہیں کہا جاتا۔ سمندروں کے بارے میں جو معلومات مجھے ہیں۔ اس وقت دنیا میں شاید ہی کسی کو ہوں گی۔ اور میرے آدمی خفیہ جزیروں پر موجود رہتے ہیں۔ اچھا اب چلتے ہیں" اس نے

ہاتھ ہلایا۔

"اوہ" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ایک منٹ مسٹر سی مون۔ بنگال کا صدر آپ کو بھی ہمارے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنے پر تیار ہو گیا۔ کیا آپ اب بھی نہیں بتائیں گے۔ اس کامیابی کا راز کیا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ یہ کامیابی صرف بنگال نے نہیں، تمام غیر مسلم ممالک نے حاصل کی ہے" اس نے زور سے سر ہلایا۔

"افسوس! اس وقت ہم آپ کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے" محمود نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو" سی مون مسکرایا۔

"یہ کہ۔ آپ نے چونکہ ہم پر احسان کیا ہے۔ اس لیے ہم اس وقت آپ سے زبردستی یہ راز معلوم کرنے کی کوشش نہیں کر سکتے" فاروق نے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ خیر۔ میرے اس احسان کو بھول جائیں۔ میں کبھی بھی نہیں جتاؤں گا اور نہ اس کا بدلہ چاہوں گا۔ اب اگر آپ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں"۔

"نہیں۔ اس کے باوجود ہم یہ نہیں کریں گے" انسپکٹر جمشید

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

نے انکار میں سر ہلایا۔

"لیکن جمشید — آخر یہ پوری اُمّتِ مُسلمہ کا معاملہ ہے۔"
پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

"ہاں! ضرور ہے — لیکن اس وقت ہم مسٹر سی مون پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے — خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے جلدی سے سوالیہ انداز میں انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا، جیسے ان کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہوں۔

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔"

"ایک تو آپ کے مشورے آپس میں کبھی نہیں ٹکراتے۔"
فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اوہو — تو تم سب ہی حملہ کرنے کے خواہش مند ہو۔"

"ہاں!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"لیکن — ہم دونوں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دیں گے۔"

"آخر کیوں؟" وہ چلا اُٹھے۔

"پھر بتائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولے:

"اب ہم رخصت ہوتے ہیں مسٹر سی مون۔"

"اس میں کوئی شک نہیں — کہ آپ دونوں حد درجے عقل مند ہیں — اس وقت آپ نے جس عقل مندی سے کام لیا ہے — اس کا اندازہ میں ہی لگا سکتا ہوں۔" سی مون نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" ان میں سے کئی کے منہ سے نکلا۔

"مطلب انہی سے پوچھنا — میں چلا۔" سی مون نے کہا اور ہاتھ ہلایا۔

پھر اس کی لانچ تیر کی طرح آگے بڑھ گئی اور انہوں نے بھی لانچ چلا دی:

"ہم نے اس پر حملہ کیوں نہیں کیا ابا جان؟" سی مون کی لانچ پر نظریں جمائے محمود نے پوچھا۔

"اس پر حملہ کر کے اس وقت ہم منہ کی کھاتے — اس لیے کہ ہم اس کی دی ہوئی لانچ میں سوار تھے — یہ جزیرہ اس کے قبضے میں ہے — یہاں اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے — جو ہمیں نشانہ بنائے بیٹھے ہوں گے — اور پھر ہم ان لانچوں کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتے — جب کہ سی مون اور اس کے آدمیوں کو ان کے بارے میں تمام معلومات حاصل ہیں — لہٰذا اس سے بھڑنے کا یہ وقت ہرگز نہیں تھا — ہمارا اس سے سامنا ہوگا — ضرور ہوگا۔"

"اور وہ کامیابی؟"

"ہاں! اس نے ہمیں بہت پریشان کر دیا ہے —"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

مارے الجھن کے برا حال ہے۔ بس نہیں چل رہا کہ کس طرح یہ راز معلوم کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم ہوش و حواس کھو بیٹھتے اور ان پر حملہ کر دیتے۔ عقل سے کام لینا بہر حال بہتر ہوگا۔ ہم عقل سے کام لے کر اس کامیابی کا راز معلوم کریں گے ان شاء اللہ۔"

"اوہ۔ جمشید۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" خان رحمان نے کہا۔

"میں تم لوگوں کے اطمینان کے لیے ایک بات کہہ دینا کافی خیال کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ۔ اس مہم میں۔ یعنی جنگل میں داخلہ اور وہاں سے فرار تک کے عرصے میں ہم ناکام نہیں رہے۔"

"جی۔ کیا مطلب۔ ہم ناکام نہیں رہے۔ اگر یہ ناکامی نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ آخر ناکامی پھر کس کو کہتے ہیں؟"

"بعض کامیابیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بظاہر میں ناکامی نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کا واقعہ۔" انسپکٹر نے کہا۔

"اوہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" اشفاق جلدی سے بولا۔

"ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم نے کیا کامیابی حاصل کی ہے؟"

"تم لوگوں نے۔ یا آپ میں سے کسی نے۔ ان فوجیوں کی طرف توجہ دی تھی۔ جو ہمارے گلوں میں پھندے ڈالنے کے لیے بڑھ رہے تھے۔" انسپکٹر جمشید پُر اسرار انداز میں بولے۔

"ن۔ نہیں۔ ہم تو اس وقت ممی مون کی طرف متوجہ تھے۔" وہ بولے۔

"لیکن میں نے انھیں دیکھا تھا۔" انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"تب پھر آپ نے بھی وہ بات محسوس کر لی ہوگی۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! بالکل۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"آخر وہ کیا بات تھی؟" اب تو مارے بے چینی کے ان کا برا حال ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان کی نظریں کسی نقطے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

"آپ نے کوئی جواب نہیں دیا ابا جان۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی یہ نہیں جاننا چاہیے کہ ہم بھی وہ

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں سفر کر رہے ہیں۔ وہ سی مون کی لانچ ہے، ہو سکتا ہے اس میں اس نے کوئی ایسا آلہ فٹ کر رکھا ہو۔ جس کے ذریعے وہ ہماری گفتگو اس دوسری لانچ میں سن رہا ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔ منہ حیرت اور خوف سے کھل گئے۔

"تب پھر آپ نے ان فوجیوں کا ذکر بھی کیوں کیا؟" فرزانہ نے کہا۔

"اتنی سی بات سے سی مون کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اور اگر سمجھ بھی جائے تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہ غلطی مجھ سے ہو چکی ہے۔"

"شکریہ۔ اب ہم ساری بات سمجھ گئے۔ اور لانچ سے اترنے سے پہلے کوئی سوال نہیں کریں گے۔" آفتاب نے کہا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بالکل چپ ہو جاؤ، اس طرح تو یہ سفر بور ہو جائے گا۔" پروفیسر داؤد نے مسکرا کر کہا۔

"جی بہتر! ہم ہونٹ ہلاتے رہیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔" محمود مسکرایا۔

"ہونٹ ہلانے کے ماہر تو ہو گئے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہم میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی کام کا ماہر ہے۔ لہٰذا یہ جملہ سب کے لیے کہا جا سکتا ہے۔" فاروق بولا۔

"لیکن اس بار ہماری تمام تر مہارتیں دھری کی دھری رہ گئیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"بھئی ایسا بھی ہوتا ہے۔ دل چھوٹا نہ کرو۔" آصف نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اب کیا دل چھوٹا کروں گا۔ اس وقت تک ہی ضرورت سے زیادہ چھوٹا ہو چکا ہو گا۔" آفتاب بولا۔

"اوہو۔ تب تو۔ تمہارے دل کا ڈاکٹری معائنہ کرانا پڑے گا۔" محمود بولا۔

"پروفیسر انکل سے معائنہ کروا لیتے ہیں۔ لانچ میں تو یہی ڈاکٹر میسر ہیں۔" فرحت نے شوخ آواز میں کہا۔

"ہم۔ نہیں۔ وہ والا ڈاکٹر نہیں ہوں۔ سائنس کا ڈاکٹر ہوں۔" پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"تو کیا ہوا۔ آپ ذرا سائنسی انداز کا معائنہ کر دیجیے گا۔"

"نہیں بھئی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تب تو آفتاب کا اور اس کے دل کا اللہ ہی حافظ ہے۔" فرزانہ بولی۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"چلو شکر ہے۔ اللہ ہی حافظ ہے۔ اس سے بہتر کون حافظ ہو سکتا ہے:" آفتاب نے اسے گھورا۔

اور پھر کئی گھنٹے کے سفر کے بعد ان کی لانچ ان کے ساحل پر جا لگی۔ ساحل پر اُتر کر انھوں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ نہ جانے کیوں انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

شش ـــ شش

"خیر تو ہے۔ آپ کی آنکھوں میں اُلجھن نظر آ رہی ہے:" محمود نے ان کی طرف الجھ کر دیکھا۔ ادھر آفتاب نے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔ وہاں بھی اُلجھن مچل رہی تھی:

"خیر تو ہے ابا جان:" آفتاب نے بھی کہا۔

"ہمارا خیال ٹھیک تھا۔ اس لانچ پر ہونے والی گفت گو سی مون سنتا رہا ہے۔ اور اس نے یہاں موجود اپنے ساتھیوں۔ یا کچھ اور لوگوں کو اطلاع دے دی ہے۔ لہٰذا وُہ لوگ اب ساحل پر موجود ہیں۔ اور یقیناً اب ہمارا تعاقب کیا جائے گا۔ لیکن بہ حال یہ بُرا نہیں ہوا، بلکہ ہمارے حق میں اچھا ہی ہوا:" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"اگر یہ بُرا نہیں ہوا۔ اور اچھا ہوا ہے تو پھر آپ اُلجھن کیوں محسوس کر رہے ہیں؟" فرزانہ نے پوچھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"الجھن اس لیے محسوس کر رہے ہیں کہ الجھن محسوس کرنا صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے۔" فاروق سے رہا نہ گیا۔

"الجھن اس بات کی ہے کہ اب ہمیں یہیں ٹھہرنا ہو گا — جب تک کہ شہر سے ہمارے لیے کوئی گاڑی نہیں آ جاتی۔"

"لیکن ساحل پر تو ٹیکسیاں نظر آ رہی ہیں۔" شوکی نے کہا۔

"یہی تو تم سمجھے نہیں — ان ٹیکسیوں میں وہی آدمی ہیں جو ہماری نگرانی کے لیے بھیجے گئے ہیں — اس وقت ساحل پر چار ٹیکسیاں موجود ہیں — چند منٹ تک تم ان کا سرسری انداز میں جائزہ لے سکتے ہو — جو شخص ان کی طرف بڑھ کر کرائے پر لینے کی کوشش کرے گا — یہ انکار ہی کریں گے — لیکن ہمیں انکار نہیں کریں گے۔"

"اوہ — اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

اور پھر وہ ساحل پر ٹہلنے کے انداز میں چلنے لگے — لانچ کو انھوں نے کنارے پر ہی چھوڑ دیا تھا — اور اب وہ پانی پر ادھر ادھر ہچکولے کھا رہی تھی — ایسے میں چار نوجوان ایک ٹیکسی کی طرف بڑھے، لیکن ڈرائیور نے انکار میں سر ہلا دیا —

"دیکھا —" انسپکٹر جمشید بولے۔

"گویا یہ صرف اور صرف ہمیں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! اور اگر ہم نے اپنی کوئی گاڑی منگوائی تو پھر یہ لوگ صرف تعاقب کریں گے۔"

"تب پھر — آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

"ہم یہاں سے فون کریں گے اور دفتر کی گاڑی منگوائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پبلک فون بوتھ کی طرف بڑھ گئے، یہ ایک تفریحی ساحل تھا — نکلنے کے راستے پر رخصت کے وقت چیکنگ ہوتی تھی — آتے وقت ساحل ٹکٹ لے کر آنا پڑتا تھا اور واپسی پر وہ ٹکٹ دکھانا پڑتے تھے، ان ٹکٹوں پر باقاعدہ آدمیوں کی تعداد درج کی جاتی تھی۔ آخر انسپکٹر جمشید نے دفتر کے نمبر ملائے — جلد ہی اکرام کی آواز سنائی دی:

"سب انسپکٹر اکرام بول رہا ہوں — آپ کون صاحب ہیں؟"

"یہ میں ہوں اکرام۔"

"اوہ — آپ — آپ کس طرح ہو سکتے ہیں — مم — میں کس طرح یقین کروں۔"

"میری آواز پہچان کر۔" وہ بولے۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آواز تو میرا آپ کی ہی ہے۔" اس نے کہا۔

"ہم تقریباً ساحل پر ہیں۔ ایک بڑی گاڑی لے آؤ۔"

"اوکے سر۔ تو آپ چاروں ہیں؟"

"ارے نہیں بھئی۔ تینوں چھوٹی پارٹیاں بھی ہیں۔"

"ارے!" اکرام چونک اٹھا۔ اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

انھیں بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ اور پھر اکرام گاڑی ان کے قریب لے آیا۔ اس نے گرم جوشی سے ان سے ہاتھ ملایا اور بولا:

"میرا خیال ہے۔ یہاں تو حال احوال پوچھنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"ہاں! ہم سیدھے گھر جانا پسند کریں گے۔"

"تو پھر تشریف رکھیے۔" اکرام مسکرایا۔

جوں ہی ان کی گاڑی روانہ ہوئی۔ تین ٹیکسیاں حرکت میں آ گئیں۔ ایک جوں کی توں کھڑی رہی۔

"کچھ محسوس کیا اکرام؟"

"جی ہاں! تین ٹیکسیاں حرکت میں آئی ہیں۔ کیا معاملہ ہے۔"

"کچھ نہیں۔ یہ ہمارا تعاقب کریں گی۔ ارے ہاں اکرام

ایک کام تو رہ ہی گیا۔ ذرا ٹھہرو۔ اس لانچ کو ایک نظر دیکھ لو۔ ماہرین کے ذریعے اس کو بھی چیک کروانا ہے، وہ دیکھو۔" انھوں نے اشارہ کیا۔ اسی وقت ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور ان کے دل زور سے دھڑکے۔ انھوں نے یہ ہولناک منظر دیکھا کہ وہ لانچ پھٹ گئی تھی اور اس کے ٹکڑے بہت اونچائی تک جا کر سمندر میں گر رہے تھے۔

"کیا لانچ دیر سے پھٹی؟" فاروق بڑبڑایا۔

"نہیں۔ وقت پر۔ سی مون ہمیں مارنا چاہتا تو بنگال کے میدان میں۔ بچانے کی کیا ضرورت تھی۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن پھر لانچ کو برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" فرزانہ نے اعتراض کیا۔

"اس وقت وہ ہمیں لانچ دینے پر مجبور تھا۔ اپنے اصول کی وجہ سے۔ یہاں سے لانچ واپس نہیں لے جا سکتا، اور یہ بھی اسے پسند نہیں ہو گا کہ اس کی لانچ سے ہم فائدہ اٹھاتے رہیں۔"

"لیکن انکل۔ ہم نے اسے لانچ میں کچھ کرتے نہیں دیکھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ان کے آدمیوں نے اس قسم کے انتظامات پہلے سے کر رکھے ہوں گے۔ یا پھر اس نے نظر بچا کر یہ کام کر دیا ہو گا۔ بہرحال ہمیں اس سے کیا بحث۔ اصل بات یہ ہے کہ لانچ تباہ ہو چکی ہے۔ اور بس۔"

اور وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ تین ٹیکسیاں بدستور ان کا تعاقب کرتی رہیں، لیکن انھوں نے ان کی کوئی پروا نہیں کی۔

"اکرام۔ ان تینوں کی نگرانی اب تمھارے ذمے ہے۔ یہ جہاں بھی جائیں۔ ہمیں اطلاع ہو جانی چاہیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"فکر نہ کریں سر۔" اس نے فوراً کہا۔

آخر وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔ نیا گھر ابھی زیر تعمیر تھا؛ تاہم اس کا کافی حصہ تعمیر ہو چکا تھا۔ محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ کھل گیا۔

"ارے! یہ آپ لوگ ہیں۔ حیرت ہے۔" بیگم جمشید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہیں تم ہمیں مردہ تو خیال نہیں کر بیٹھی تھیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ابھی تک ایسا کوئی خیال مجھے نہیں آیا تھا۔ آپ سب لوگ تشریف لائیے۔ کچھ دیر آرام کر لیں تو پھر نئے گھر کی تعمیر کا نمونہ دیکھیے گا۔ اور بارے دیکھیے گا۔"

"ہاں! ضرور کیوں نہیں۔ ویسے تو راستے کے بغیر ہی یہ ہر لحاظ سے فٹ نظر آ رہا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ ایسے میں پروفیسر داؤد نے کہا:

"بھابی۔ بھوک۔"

"اوہ اچھا۔ ابھی لیجیے۔" وہ مسکرا دیں اور اندر چلی گئیں۔ اکرام اندر نہیں آیا تھا، کیونکہ اسے تو ان تین ٹیکسیوں کا انتظام کرنا تھا۔

"انکل۔ ہم بہت پریشان ہیں۔" آصف بولا۔

"ہاں! میں جانتا ہوں۔ خیر سنو۔ میں نے ان فوجیوں میں کیا خاص بات دیکھی تھی۔ ان میں اکثر کے چہرے بالکل جاپانیوں جیسے تھے۔ اور ہم اپنے ملک کے اخبارات میں یہ خبر کتنی بار پڑھ چکے ہیں کہ جنگال کی فوج میں جاپانی بھرتی ہیں۔ ادھر جاپانیوں کا ایک مرکز ہمارے ملک میں بھی موجود ہے۔ یعنی وادی مرجان۔ وادی مرجان کے

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لوگ ہمارے بدترین دشمن کی فوج میں بھرتی ہیں۔ یہ کس قدر خوف ناک بات ہے۔ ملک میں ان کے آدمی اونچے اونچے عہدوں پر ملازم ہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ بیگال اپنے فوجیوں کے ذریعے ہمارے ملک کی اہم ترین خبریں بھی آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کی فوج میں موجود جاپانی۔ یہاں والے جاپانیوں کے رشتے دار ہیں۔ وہ اپنے رشتے داروں سے رابطہ رکھتے ہیں اور تمام اہم اطلاعات حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ صورتِ حال انتہائی خطرناک ہے۔"

"یہ سب باتیں تو ہم پہلے ہی جانتے ہیں ابا جان، سوال تو یہ ہے کہ موجودہ معاملے سے اس بات کا کیا تعلق؟"

"مطلب، بڑی کامیابی کی خبر ہم نے پڑھی تھی۔ سی مون کے کہنے کے مطابق۔ وہ کامیابی صرف بیگال کی نہیں۔ بلکہ تمام غیر مسلم ممالک کی ہے۔ آخر صرف بیگال نے فخر سے یہ خبر کیوں شائع کی۔ کسی اور ملک نے کیوں ایسی خبر شائع نہیں کی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی تک ہمیں تعلق نظر نہیں آیا دونوں باتوں میں۔" فرحت بڑبڑائی۔

"کوئی بات نہیں۔ آ جائے گا۔ ذرا ذہن پر زور دو

ان نو فوجیوں میں زیادہ تر جاپانی تھے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جاپانی کافی بڑی تعداد میں بیگال کی فوج میں شامل ہیں۔ اب اگر کوئی ایسی کامیابی انھوں نے حاصل کی ہے تو پھر فوج میں موجود کسی بڑے جاپانی افسر کو ضرور اس کامیابی کے بارے میں معلوم ہوگا۔"

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس راز سے تو صرف ملکوں کے صدر باخبر ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"تم اب بھی نہیں سمجھے۔ کامیابی جو حاصل کی گئی ہے۔ فرض کرو۔ وہ ان جاپانیوں کے ذریعے حاصل کی گئی ہے۔ تو کیا اس صورت میں کسی بڑے جاپانی کو معلوم نہیں ہوگی یہ بات۔ اور اگر بیگال کی فوج میں موجود کوئی بڑا جاپانی باخبر ہے تو پھر ان کے مرکز کا بڑا جاپانی کیوں باخبر نہیں ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے اور وضاحت سے کام لیا۔

"اوہ۔ اوہ!" ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا اور ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کئی سیکنڈ تک ان میں سے کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل سکا۔ پھر انسپکٹر کامران مرزا کی آواز ابھری:

"اور تم لوگوں نے دراصل غور نہیں کیا۔ مس بیگم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ڈرائیوروں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔ وہ بھی جاپانی ہیں۔"

"کیا !!" وہ اچھل پڑے ، پھر محمود نے گھبرا کر کہا:

"لیکن انکل۔ وہ تو سی مون کے آدمی تھے۔"

"یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ ہمارے فرار ہو جانے کی اطلاع بیگال سے فوراً وادیٔ مرجان بھیج دی گئی ہو۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

"اس کا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے" شوکی کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"بس بس۔ رہنے دو۔ بتا چکے تم تو مطلب۔ میں بتاتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایک بار پھر وادیٔ مرجان جانا ہوگا۔"

"ہاں! لیکن اس صورت میں کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ پوشیدہ طور پر وہاں جانا مشکل ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ ہم میک اپ میں وہاں جا سکتے ہیں۔ لیکن میک اپ کی قلعی بھی جلد ہی کھل جائے گی۔ اس لیے ہم سرکاری سطح پر جائیں گے۔ اور اس سلسلے میں باقاعدہ صدر صاحب سے اجازت لیں گے۔ میں ذرا ان سے فون پر بات کر لوں۔ پھر کھانا وانا کھا کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھے اور صدر صاحب کو فون کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد سلسلہ مل گیا:

"ہیلو سر۔ السلام علیکم۔ جمشید عرض کر رہا ہوں۔"

"ہم۔ جمشید۔ تم لوٹ آئے۔"

"یس سر۔ ہم تھوڑی دیر بعد حاضر خدمت ہو کر تفصیلات سنائیں گے۔"

"ضرور کیوں نہیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"ایک بات اور سر۔ ہم وادیٔ مرجان کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ ہم جس شخص سے بھی چاہیں، سوالات کر سکیں۔ یہاں تک کہ ان کے لیڈر تک سے۔"

"یہ کام ذرا مشکل ہے۔" صدر صاحب بولے۔

"کیوں سر۔ کیا وہ ہمارے ملک میں نہیں رہتے؟"

"بے شک رہتے ہیں۔ لیکن ماضی میں ستر سال کی مسلسل کوششوں سے انھوں نے بہت طاقت پکڑ لی ہے۔ یہ ملک کے ہر اونچے عہدے پر ملازم ہیں۔ میں ذرا بھی ان کے خلاف کوئی کارروائی شروع کرتا ہوں۔ فوراً اونچے عہدے دار سفارشیں لے کر آ جاتے ہیں۔ ان سب کو ایک وقت ناراض کرنا۔ خطرہ مول لینے کے برابر ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر۔" انسپکٹر جمشید نے لمبی سانس لیتے

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں کہا۔

"لیکن تم لوگ میک اپ ہی میں وہاں کیوں نہیں جاتے، سیاح بن کر چلے جاؤ۔"

"شاید ہمیں یہی کرنا ہوگا۔" وہ بولے۔

"اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ مخالفت کا طوفان نہیں اٹھے گا۔" صدر صاحب نے کہا۔

"جی بہتر۔ پھر ہم ایسا ہی کر لیتے ہیں۔"

"لیکن۔ پہلے تم یہاں آکر مجھے تمام حالات سناؤ گے۔"

"او کے سر۔" انھوں نے کہا۔ اور صدر صاحب نے ریسیور رکھ دیا۔

دوسری صبح وہ وادی مرجان میں داخل ہو رہے تھے، وادی مرجان جو چند سازشوں کی بنا پر پھر سے جاپانیوں کے قبضے میں آگئی تھی۔ انھوں نے سیاحوں کا میک اپ کر رکھا تھا۔ لباس بھی بالکل سیاحوں جیسے حاصل کیے گئے تھے اور گھر سے نکلنے سے پہلے یہ اطمینان اچھی طرح کر لیا گیا تھا کہ کوئی ان کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔ تینوں ٹیکسی ڈرائیوروں کی بدستور نگرانی ہو رہی تھی۔ لیکن کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ تینوں ٹیکسی ڈرائیور ان کے گھر سے سیدھے ریلوے اسٹیشن گئے تھے اور وہاں سواریوں کا انتظار کرنے لگے تھے۔ پھر انھوں نے سواریاں اٹھائی بھی تھیں۔ رات کو وہ اپنے اپنے گھر جا کر سو گئے تھے۔ اس لیے اکرام کی طرف سے کوئی خاص اطلاع نہ مل سکی تھی۔ اور وہ وادی مرجان کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

کچھ مدت پہلے بھی وہ وادی مرجان میں آئے تھے، لیکن اس وقت انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز وغیرہ ساتھ نہیں تھے۔ انھوں نے دیکھا۔ وادی مرجان کے نقشے میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ سب کچھ اسی طرح تھا۔ جوں ہی وہ شہری حدود میں داخل ہوئے۔ ایک سفید وین ان کے پیچھے لگ گئی۔

"لو بھئی۔ نگرانی شروع کر دی انھوں نے۔ گویا ہم جہاں بھی جائیں گے۔ یہ سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور چیکنگ۔" آصف بولا۔

"شاید چیکنگ بھی ہوگی۔ پہلے تو ہوتی تھی۔" فاروق نے جواب دیا۔

ابھی وہ کچھ ہی فاصلے پر گئے تھے کہ سڑک پر لوہے کے جنگلے کی رکاوٹ نظر آئی اور کاروں کی ایک لمبی قطار کھڑی نظر آئی۔ جنگلے کے قریب چار مسلح آدمی کھڑے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے۔ وہ سادہ لباس والے کاروں کے کاغذات وغیرہ چیک کر رہے تھے۔ ایک ایک کر کے کاریں گزرتی رہیں۔ آخر ان کی باری آئی:

"سیاح لوگ ہیں آپ؟" ایک سادہ لباس والے نے کہا۔

"ہاں! بہت تعریف سنی تھی وادیٔ مرجان کی۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔ اس وقت ڈرائیونگ وہی کر رہے تھے۔ باقی لوگ پچھلے حصے میں تھے۔

"شکریہ۔ اپنے کاغذات دکھا دیں۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے وہ کاغذات نکال کر دے دیے جو رات ہی رات میں تیار کرائے گئے تھے۔ اور جن کے نقل ثابت ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس نے ان کاغذات کا بغور جائزہ لیا، پھر بولا:

"ٹھیک ہے۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

جنگلا ہٹ گیا۔ وہ آگے بڑھ گئے۔ انھوں نے دیکھا، اب سفید وین بھی تعاقب میں نہیں رہی تھی۔

"یہ کیا۔ ان کا اطمینان اتنی آسانی سے کس طرح ہو گیا۔"

"کاغذات بہت مہارت سے تیار کیے گئے ہیں۔"

"لیکن ان کے تو اپنے آلات ہیں۔ جن کے ذریعے سے لوگوں کی اندرونی حالت کو بھانپ لیتے ہیں۔"

Malik ji

"ہو سکتا ہے۔ اب وہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا ہو۔ ملک میں ان کے خلاف شور بھی تو بہت مچا تھا۔ اور اب بھی مچا ہوا ہے۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"خیر۔ ہمیں اب یہاں کی سیر شروع کرنی چاہیے۔ اور اس کے لیے ایک عدد رہنما کی ضرورت ہے۔ کسی راستا چلنے والے سے معلوم کرنا چاہیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔ انسپکٹر کامران مرزا نے گاڑی روک دی اور ایک راہ گیر سے پوچھا۔

"اے جناب۔ ذرا بات سنیے گا۔"

"جی فرمائیے۔" وہ ٹھٹک کر رکا اور ان کے قریب آ گیا۔

"دیکھیے۔ ہم لوگ سیاح ہیں۔ وادیٔ مرجان کی سیر کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں کوئی رہنما مل جائے گا یہاں۔ جو پوری وادی کی ہمیں سیر کرا دے۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔ سامنے چوک نظر آ رہا ہے نا۔ اس کے چبوترے پر جتنے لوگ بیٹھے نظر آئیں گے۔ وہ سب گائیڈ کا کام کرتے ہیں۔"

"شکریہ۔" انھوں نے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر چبوترے کے پاس جا کر رکے۔ ایک آدمی جلدی سے اٹھا اور ان کی طرف آیا۔ باقی لوگ بیٹھے رہے۔

"آپ کو گائیڈ کی ضرورت تو نہیں؟"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں! ضرورت ہے۔"

"تو میری خدمات حاضر ہیں۔ ایک گھنٹے کے صرف ساٹھ روپے لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھ جائیں۔"

ان کے بیٹھنے کے بعد گاڑی پھر آگے بڑھی۔

"سب سے پہلے آپ کیا دیکھیں گے؟"

"قصرِ خلافت۔"

"جی۔ کیا کہا۔ قصرِ خلافت؟" وہ چونک اُٹھا۔

"ہاں کیوں۔ کیا بات ہے؟" خان رحمان نے چونک کر پوچھا۔

"قصرِ خلافت آپ لوگ صرف باہر سے دیکھ سکتے ہیں۔"

"لیکن ہم تو یہاں کے لیڈر سے بھی ملاقات کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ لیڈر قصرِ خلافت میں ہی ہوتے ہوں گے۔"

"ملاقات ہو سکتی ہے۔ لیکن آپ قصرِ خلافت اندر سے نہیں دیکھ سکتے۔"

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"قصرِ خلافت کسی اجنبی کو اندر سے نہیں دکھایا جاتا۔ وہ ایک پرائیویٹ جگہ ہے۔ ہاں آپ ہمارے لیڈر سے ضرور مل سکتے ہیں، لیکن وہ بھی چند منٹ کے لیے۔ انھیں یوں

کو آج ہی ملک سے باہر جانا ہے۔"

"کیوں۔ خیر تو ہے۔"

"انھیں ڈومان جانا ہے۔ ڈومان سمجھتے ہیں نا آپ؟"

"ہاں! دنیا کا ایک بہت پرانا شہر۔ جو اب ملک انشام کا شہر ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ ہمارے لیڈر ایک تبلیغی پروگرام کے سلسلے میں آج وہاں جا رہے ہیں۔ رات کو ان کی روانگی ہے، اس لیے آپ لوگوں سے صرف چند منٹ کے لیے مل سکتے ہیں۔" گائیڈ نے کہا۔

"چلیے خیر۔ چند منٹ کے لیے ہی ملوا دیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ٹھیک ہے۔ دائیں طرف موڑ لیں۔ اور سیدھے لے چلیں۔"

گاڑی مڑ گئی۔ صرف ایک منٹ بعد گاڑی ایک شاندار محل نما عمارت کے سامنے رک گئی۔

"یہ ہے قصرِ خلافت۔ آپ لوگ یہیں ٹھہریں۔ میں آپ کی ملاقات کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔"

"شکریہ!" انھوں نے کہا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

"تو یہ حضرت تبلیغ کرنے دوسرے ملکوں میں بھی جاتے ہیں۔" چودھری قیصر داؤد نے منہ بنا کر کہا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یوں کہیے۔ لوگوں کو گمراہ کرنے جاتے ہیں۔ لوگوں کو ورغلائیں نہ تو ان کا کام کیسے چلے" خان رحمان بولے۔

"لیکن ہمارا مقصد تو قصرِ خلافت اندر سے دیکھنا تھا۔"

"رات کو اس کی کوشش بھی کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا۔

"کک۔ کیا مطلب" شوکی ہکلایا۔

"شش۔ شش۔" انسپکٹر کامران مرزا نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے دیکھا۔ گائیڈ چلا آرہا تھا۔

ہرکارے

گائیڈ ان کے نزدیک آگیا:

"ان کے پاس وقت بہت کم ہے؛ تاہم میں نے ایک ایسی بات کہی کہ ملاقات کے لیے وقت نکالنے پر مجبور ہوگئے۔"

"آپ نے کیا کہا؟"

"یہ کہ آپ لوگ ان کے مذہب میں بہت دل چسپی رکھتے ہیں۔ اور جاپانی ہونے کے بارے میں غور کر رہے ہیں" اس نے بتایا۔

"اوہ! آپ کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔"

"اس کے بغیر ملاقات ناممکن تھی" اس نے منہ بنایا۔

"اچھا خیر، اب تو ہوگیا۔ ہمیں کتنی دیر تک انتظار کرنا ہوگا؟"

"صرف پندرہ منٹ۔ آئیے میرے ساتھ۔"

وہ وین سے اتر کر اس کے پیچھے ہولیے۔ محل کے

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

سامنے والی سڑک پر ایک گیٹ تھا۔ اس پر مسلح آدمی کھڑا تھا۔ لیکن بچوں کو گائیڈ پہلے ہی اندر جا چکا تھا۔ اس لیے اس نے انھیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ تاہم ہاتھ سے کسی کو اشارہ ضرور کیا۔ انھوں نے اسے اشارہ کرتے صاف دیکھا۔ وہ آگے بڑھے۔ اور محل کے سامنے پہنچ گئے۔ شوکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک لمبے قد کا خونخوار شکل صورت والا آدمی عین پیچھے کھڑا نظر آیا۔ محل کے دروازے پر بھی مسلح پہرے دار موجود تھے۔

"ان لوگوں کو بائیں طرف سے لے جائیں۔ وہاں کیپٹن ہی ہے۔ اس کے پرائیویٹ حصے میں انھیں بٹھائیں۔ حضور ابھی آتے ہیں۔"

"حضور کون؟" اشفاق کے منہ سے نکل گیا۔

"ہمارے آقا۔ ہمارے خلیفہ۔" اس نے کہا۔

اور ان کے منہ بن گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت صرف تیس سال تک رہے گی۔ ان لوگوں نے اس حدیث شریف کی طرف توجہ نہیں دی تھی اور گمراہی کے گڑھے میں جا گرے تھے۔ انھیں ان پر ترس آنے لگا۔ رنج بھی محسوس ہوا۔ جہنم کی آگ ان کا مقدر بن چکی تھی، لیکن ان لوگوں کو کوئی احساس نہیں تھا۔

وہ کیپٹن کے پرائیویٹ حصے میں بیٹھ گئے۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ایک بغلی دروازہ کھلا اور خوشبو کا ایک جھونکا ان سے ٹکرایا۔ پھر پورا کمرہ خوشبو سے بھر گیا۔ انھوں نے دیکھا، سفید ڈاڑھی والا شخص باوقار انداز میں چلتا ان کی طرف آ رہا تھا۔ وہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس کے چہرے پر چمک دمک تھی۔ سر پر پگڑی تھی۔ لباس سفید تھا۔ وہ ان کے سامنے رکھی گئی شاہانہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا اور ناخوش گوار لہجے میں بولا:

"آپ کو ملاقات کے آداب نہیں معلوم شاید۔" بدبو کا ایک جھونکا خوشبو میں لپٹا ہوا ان کی طرف آیا۔

"ہم سمجھے نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا، کیوں کہ زبردست قسم کی خوشبو بھی اس بدبو کو زائل نہیں کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ شخص اپنے جسم یا سانس کی بو کو چھپانے کے لیے خوشبو کی پوری بوتل الٹ کر آیا ہے۔

"میری آمد پر آپ لوگ کھڑے نہیں ہوتے۔" اس نے کہا۔

"اوہ! تو یہ بات ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں! یہی آداب ہیں۔"

"لیکن ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ کسی شخص کو یہ پسند نہیں کرنا چاہیے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔"

"بس! آپ مجھ سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ مجھے تعلیم دینے نہیں۔ فرمائیے آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"آپ ڈومان کس سلسلے میں جا رہے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بول پڑے۔

"آپ سے مطلب۔ آپ کو یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"بس ایسے ہی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ لوگ ہمارے مذہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔"

"غلط بتایا گیا تھا۔ ہم نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔"

"میں اس گائیڈ کی اچھی طرح خبر لوں گا۔" اس نے غرّا کر کہا۔

"اس کا بھی کوئی قصور نہیں۔ اس نے یہ جھوٹ ملاقات کرانے کے لیے بولا۔"

Malik ji

"خیر۔ آپ لوگ آخر چاہتے کیا ہیں؟" اس نے تنگ آ کر کہا۔

"بس آپ کو دیکھنا چاہتے تھے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میرا خیال ہے۔ آپ میرا وقت ضائع کرنے کے لیے آ گئے ہیں۔ میں اب چلتا ہوں۔ اگر آپ سیاح ہیں تو وادیٔ مرجان میں گھومیں پھریں۔ ہمارے مذہب کے بارے میں معلومات درکار ہیں تو یہاں کے کسی مربی سے ملاقات کر لیں۔"

یہ کہہ کر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیگال کی اس زبردست کامیابی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" انسپکٹر جمشید نے پُرسکون اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ چند سیکنڈ تک وہ منہ دوسری طرف ہی کیے کھڑا رہا، پھر ان کی طرف پلٹا۔ انھوں نے دیکھا، اس کے چہرے پر حیرت نہیں تھی۔۔۔ الجھن نظر آئی۔ اس نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا:

"میں سمجھا نہیں۔ آپ نے کیا کہا ہے۔"

"بیگال کی زبردست کامیابی کے بارے میں آپ کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کیا خیال ہے؟"

"یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تب پھر آپ کے جسم کو جھٹکا کیوں لگا تھا؟" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

اس کی نظریں فاروق کے چہرے پر جم گئیں۔ منہ سے سرسراہٹ زدہ آواز نکلی:

"میں ان دنوں تشنج کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ اس بیماری میں مریض کے جسم کو جھٹکے لگتے ہیں۔"

"خیر جناب۔ آپ کوئی خیال نہ فرمائیں۔ یہ سوال سوچے سمجھے بغیر میرے منہ سے نکل گیا تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ بات تو خیر نہیں ہے۔ سوال تو سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔"

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ سوال سمجھ میں نہیں آیا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، یہ بھی غلط نہیں ہے۔"

"خیر۔ ایک دوسرے سوال کا ہی جواب دے دیں۔"

"وہ کیا؟" اس نے کھرے کھرے پوچھا۔ اب وہ اپنی شاہانہ کرسی کو بھول گیا تھا۔ اور ملاقات کے آداب کا خیال بھی شاید ذہن سے نکل گیا تھا۔

"وادیٔ مرجان کے لوگ۔ یعنی آپ کے پیروکار آخر بیگال کی فوج میں کیوں بھرتی ہیں۔ آپ لوگوں کا ان سے کیا تعلق؟"

"ہم وہاں دینِ اسلام پھیلانے کی کوششوں میں معروف ہیں۔" اس نے کہا۔

"لیکن بیگال تو پوری مسلمان قوم کا بدترین دشمن ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اعتراض کیا۔

"بیگال کے لوگوں کا خیال ہے کہ اصل دین ہمارے پاس ہے۔ پوری دنیا کے جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان کے پاس اسلام نہیں ہے۔"

"کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے؟"

"بالکل۔ اب میں چلوں گا۔ میرے پاس ان فضول باتوں کا کوئی جواب نہیں۔"

اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بغلی دروازہ عبور کر گیا۔ وہ اٹھ کر باہر آئے۔ گائیڈ اب ان کی گاڑی کے پاس کھڑا تھا:

"ہو گئی ملاقات؟"

"ہاں ہو گئی۔ آئیے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ سب نے بیٹھنے میں جلدی کی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"خیر تو ہے ـ آپ لوگ بہت جلدی میں ہیں:" گائیڈ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم لوگ وقت ضائع کرنے کے عادی نہیں، کیوں کہ وقت جیسی قیمتی چیز دُنیا میں کوئی نہیں:"

گاڑی آگے بڑھ گئی ـ اور پھر محمود نے کہا:

"ایک سبز کار ہمارے تعاقب میں ہے:"

"کیا کہا ـ سبز کار:" گائیڈ قریباً چلا کر بولا۔

"ہاں! لیکن اس میں اس قدر گھبرانے کی کیا بات ہے؟"

"کیا آپ لوگوں نے مُلاقات خوش گوار ماحول میں نہیں کی:" گائیڈ بولا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے ـ ماحول خوش گوار نہیں تھا:"

"اسی لیے یہ سبز کار آپ کا پیچھا کر رہی ہے ـ آقا کو آپ لوگوں پر شک ہو گیا ہے ـ مہربانی فرما کر مجھے یہیں اُتار دیں ـ اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا:"

"بہت بہتر! آپ شوق سے اُتر جائیں ـ ویسے آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے شمیم زیدی کہتے ہیں:"

"آپ کا گھر یہاں کہاں ہے؟"

"میرا گھر ـ کیوں ـ میرا پتا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے:" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ایسے ہی ـ شاید پھر کبھی ہم یہاں آئیں:"

"میں اب کبھی بھی آپ لوگوں کی کوئی خدمت نہیں انجام دوں گا:" اس نے کہا۔

"آپ کچھ خوف زدہ لگتے ہیں:"

"ہاں! مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ لوگ خوش گوار ماحول میں مُلاقات نہیں کریں گے ـ اب اس سلسلے میں مجھ سے بھی پوچھ گچھ ہو گی:"

"اوہ ـ تو یہ بات ہے ـ پھر تو آپ ہمیں اپنا پتا ضرور بتائیں:" محمود بول اُٹھا۔

"اوہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں:" اس نے چونک کر کہا، پھر بولا:

"میں ۱۰۲، فضل روڈ پر رہتا ہوں:"

"شکریہ!"

اور وہ دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔

"ارے ارے ـ اپنا معاوضہ تو لیتے جائیے!"

"بھاڑ میں گیا معاوضہ:" وہ بولا۔

"بے چارہ ـ بہت ڈر گیا:" فرحت نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

ان کی گاڑی پھر آگے روانہ ہوئی، لیکن یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں پھیل گئیں کہ ان کے آگے بھی ایک سبز کار آ چکی تھی۔ گویا ایک آگے تھی، ایک پیچھے۔

"ان کے ارادے نیک نظر نہیں آتے۔" آصف بڑبڑایا۔

"رُک کر پوچھ لیتے ہیں۔"

"یہاں مزا نہیں آئے گا۔ پہاڑی کی طرف چلتے ہیں، ذرا پُرسکون جگہ تو ہونی چاہیے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"پُرسکون جگہ تو یہ اپنا کام اور بھی آسانی سے انجام دے سکیں گے۔" فرزانہ نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم بھی تر نوالہ نہیں ہیں۔" آفتاب بولا۔

"تو کیا ہم خشک نوالہ ہیں؟" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ پتا نہیں۔ آفتاب سے پوچھو۔" محمود نے کہا۔

"آفتاب سے ہی پوچھا ہے۔ تم سے نہیں۔" فاروق جل گیا۔

"اگلی سبز کار اب ہمیں خود ایک خاص سمت میں لے جا رہی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اعلان کیا۔

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں اُبھریں۔

"میں نے ایک دو مرتبہ دائیں یا بائیں مُڑنے کی کوشش کی ہے، لیکن سبز کار آڑے آ جاتی ہے۔ دونوں سبز کاریں اب اس حد تک نزدیک ہیں کہ ہم ان کے بیچ میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔"

"تو پھر جس طرف یہ لے جانا چاہتے ہیں، اسی طرف لے چلیں۔ اللہ مالک ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور پھر وہ پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔ کم از کم جس جگہ وہ رُکے تھے۔ اس جگہ تو آبادی تھی ہی نہیں۔

گاڑی روک کر بھی وہ اندر ہی بیٹھے رہے۔ سبز کاروں سے آٹھ آدمی اُترے اور وین کی طرف بڑھے:

"نیچے اُتر آؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کس لیے؟"

"تم لوگوں کو دوسری دُنیا پہنچانا ہے۔"

"ہم نے تو ایسی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"موت اپنی خواہش سے نہیں آیا کرتی۔"

"اوہ۔ تو آپ لوگ موت ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ہاں! تم لوگوں کی — اپنی نہیں۔" دُوسرا بولا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے — موت ہی ٹھہری — ہمارے بجائے آپ کا رُخ بھی کر سکتی ہے۔"

"یہ تو وقت بتائے گا۔"

"اچھی بات ہے — وقت صاحب سے پوچھ لیتے ہیں۔" فاروق نے کہا اور پھر پہاڑی کی چوٹی کی طرف منہ کر کے بولا:

"پیارے وقت — ان دونوں فریقوں میں سے کس کی موت کا وقت قریب ہے۔"

"لیکن تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ وقت پہاڑی کی چوٹی پر رہتا ہے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"نیچے اُترو۔" ایک نے غرّا کر کہا۔

"چلو بھئی — اب نیچے اُتر ہی آؤ۔"

انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے اور پھر نیچے اُتر آئے۔ ان کے باقی ساتھی بھی نیچے اُترے —

"ارے — یہ تو ذرا بھی نہیں ڈرے — بھاگو۔" ایک نے کہا —

اچانک وُہ سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے —

"ارے ارے — یہ کیا — ایسی بھی کیا بزدلی۔" آفتاب اور محمود ایک ساتھ چلّا کر بولے —

لیکن انھوں نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ عین اسی وقت تڑا تڑ گولیاں برسنے لگیں — کئی گولیاں ان کے سروں پر سے گزر گئیں — وُہ دھڑام سے گرے — اور ایک کھائی کی طرف لڑھکنے لگے —

"تو اس لیے بھاگے تھے وُہ — تاکہ پہاڑیوں میں چھپے ان کے ساتھی ہمیں آرام سے گولیوں کا نشانہ بنا سکیں۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

اور پھر انھوں نے بھی اپنے پستول نکال لیے — اور گولیوں کی سمت کا اندازہ کر کے فائرنگ شروع کر دی —

اچانک ایک چیخ بلند ہوئی —

"ایک جاپانی کو تو ہم نے جہنم میں پہنچا ہی دیا۔"

"یہ کم بخت پہاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں اور ہم ان سے بہت نیچے اس کھائی میں ہیں — وُہ اب بھی ہم پر آسانی سے فائرنگ کر سکتے ہیں۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"پھر — کیا کیا جائے — خان رحمان؟"

"پالیسی نمبر ۹۔" خان رحمان مسکرا کر بولے۔

"اب ہمیں کیا معلوم کہ پالیسی نمبر ۹ کیا ہوتی ہے۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"آپ لوگ یہیں رہ کر فائرنگ کرتے رہیں — لیکن اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سر بالکل نہ ابھاریں۔ ہم چکر کاٹ کر ان کے عقب میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"اوہ۔ تو یہ پالیسی نمبر ۵ ہے انکل۔" آصف مسکرایا۔

"ہاں! جمشید تم میرے ساتھ آؤ۔"

"بہت بہتر کمانڈر صاحب۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور وہ وہاں سے رینگنے لگے۔ انھیں ایک بہت لمبا اور دشوار گزار چکر لگانا پڑا۔ تب کہیں جا کر ان کے عقب میں پہنچے۔ انھوں نے دیکھا۔ وہ بیس کے قریب تھے۔ سب کے پاس رائفلیں تھیں۔ دونوں نے ایک مناسب جگہ کو اپنا مورچہ بنایا اور پھر ان پر فائرنگ شروع کر دی، کئی چیخیں بلند ہوئیں۔ وہ بوکھلا کر مڑے۔ اسی وقت دونوں نے دوسری باڑ ماری۔ پھر چیخیں بلند ہوئیں۔ جواب میں ان پر بھی فائرنگ کی گئی۔ ادھر پیچھے سے ان کے ساتھیوں نے دشمنوں کو اٹھتے دیکھا تو فائرنگ کرنے لگے۔ اب وہ کھائی سے نکلے اور تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ ادھر ان کی خان رحمان اور انسپکٹر جمشید سے ٹھن گئی تھی۔ گولیوں کا تبادلہ زور شور سے ہونے لگا۔

اچانک بے شمار سیٹیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر دوڑتے قدموں سے وادی گونجنے لگی۔ پولیس کی گاڑیاں انھیں

Malik ji

صاف دکھائی دیں، پھر لاؤڈ سپیکر پر آواز ابھری:

"خبردار۔ فائرنگ کرنے والے سب حضرات خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہم فائر کھول دیں گے اور سب کو بھون دیں گے۔"

"لیجیے۔ بھوننے والے بھی آ پہنچے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"نہیں کیا اُبالنے والوں کا انتظار تھا۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم ہتھیار پھینک رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"اور ہم بھی۔" ایک جاپانی بولا۔

پولیس نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر سب کو پولیس اسٹیشن لایا گیا۔

"ہاں! اب بتائیے۔ آپ لوگوں نے ایک دوسرے پر فائرنگ کیوں کی۔ اور یہ جو اتنے لوگ مارے گئے ہیں۔ یہ کس کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے۔" پولیس انسپکٹر بولا۔

"حملہ آوروں کے کھاتے میں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور حملہ آور کون ہیں؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ خود؟" ایک جاپانی نے کہا۔

"نہیں۔ ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ جواب میں ہمیں بھی فائرنگ کرنا پڑی۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اب یہ فیصلہ کس طرح ہو؟"

"جیسے آپ فرمائیں۔"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ پولیس انسپکٹر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا، پھر چونک کر بولا:

"اوہ۔ آپ ... یس سر۔ جی جی۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ آپ فکر نہ کریں۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

"میری تفتیش یہ کہتی ہے کہ حملہ ان لوگوں نے کیا تھا۔" اس نے ان کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"آپ نے اب سے پہلے تفتیش کس طرح کرلی؟"

"ہمیں کچھ گواہ پہلے ہی مل چکے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"کہاں ہیں وہ گواہ؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"گواہ سامنے آجائیں۔" اس نے باہر کی طرف منہ کرکے کہا۔

اور پھر انہیں چند چہرے دکھائی دیے۔ ان لوگوں کو وہ محل کے آس پاس دیکھ چکے تھے اور یہ لوگ ان کی نگرانی

Malik ji

کرتے رہے تھے۔

"تم لوگوں نے کیا دیکھا تھا؟"

"یہ لوگ پہاڑی کے دامن میں پہنچے۔ وہاں یہ لوگ پہلے سے موجود تھے اور ایک جگہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ انہوں نے آتے ہی ان پر فائرنگ کر دی۔ یہ لوگ ایک دن میں وہاں پہنچے تھے۔"

"دیکھا جناب۔ اسے کہتے ہیں تفتیش۔ اب میں کاغذی کارروائی مکمل کروں گا۔"

"یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"اس کا فیصلہ عدالت میں ہوگا۔ آپ کے خلاف ۳۰۲ کا پرچہ ہوگا۔"

اس کارروائی میں ایک گھنٹہ صرف ہوگیا، پھر جاپانیوں کو جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے کہا:

"اب آپ لوگ اٹھیں۔ حوالات کا دروازہ آپ کے لیے کھول دیا گیا ہے۔"

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟" انسپکٹر جمشید منہ بنا کر بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میرا نام — کیوں۔ نام کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"کیوں! کیا نام بتاتے ہوئے ڈرتے ہیں آپ؟"

"میں اور ڈروں گا؟" اس نے جل کر کہا۔

"تو پھر بتائیں؟" آصف مسکرایا۔

"میں محمود انور ہوں؟" وہ تنک کر بولا۔

"اور کیا آپ جاپانی ہیں؟"

"نہیں۔ میں جاپانی نہیں ہوں؟"

"تب پھر۔ ان کی حمایت کیوں کر رہے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"ابھی ہم نے اپنی آنکھوں سے تو سب کچھ دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ یہ طرف داری نہیں تھی۔ حمایت نہیں تھی۔ انھوں نے گواہ پیش کیے تھے؟"

"لیکن جھوٹے۔ دراصل فائرنگ انھوں نے کی تھی۔ خیر۔ آپ ہمیں حوالات میں ضرور بند کر دیں۔ لیکن ہمیں فون تو کرنے کی اجازت دیں؟"

"افسوس! میں فون نہیں کرنے دوں گا؟"

"کیوں۔ کیا ہم اپنے وکیل کو بھی نہیں بلا سکتے؟"

"نہیں۔ آپ نے بہت سنگین جرم کیا ہے۔ سات آدمی

Malik ji

مار ڈالے ہیں اور [illegible] ہوئے ہیں، وہ الگ ہیں؟"

"ہم تو ان سب کو مار ڈالتے۔ وہ تو آپ آ گئے؟" فرزاد نے جتا کر کہا۔

"وکیل کو بلانا ہمارا قانونی حق ہے۔ آپ ہمیں روک نہیں سکتے؟" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"خبردار؟" انسپکٹر گرجا اور آگے بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ انسپکٹر جمشید کی طرف ہاتھ بڑھاتا۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اس کا ہاتھ کلائی پر سے پکڑ لیا۔ اس نے غصے میں آ کر ہاتھ چھڑانے کے لیے جھٹکا مارا اور منہ سے چیخ نکل گئی، کیوں کہ اسے کندھے کا جوڑ ہلتا محسوس ہوا تھا۔

"نہیں چھڑا سکو گے مسٹر؟" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔ ادھر انسپکٹر جمشید پُرسکون انداز میں آئی جی صاحب کے نمبر ملا رہے تھے۔

"گل بہار۔ خوش خان۔ راجا میر۔ دوڑ کر اندر آؤ؟" انسپکٹر چلایا۔ فوراً ہی دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور پھر چار پانچ کانسٹیبل اندر داخل ہوئے۔

"کیا حکم ہے جناب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"باقی ساتھیوں کو بھی بلاؤ۔ یہ لوگ زبردستی کر رہے ہیں۔"
اس نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ان کی یہ مجال۔"

وہ جلدی سے باہر نکل گئے، پھر بیس کے قریب
کانسٹیبل اندر گھس آئے:

ادھر انسپکٹر جمشید فون میں کہہ رہے تھے:

"یہ میں بول رہا ہوں جناب۔ وادیٔ مرجان سے۔
یہاں کے انسپکٹر ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"اپنا اجازت نامہ دکھا دیتے جمشید۔" دوسری طرف سے
کہا گیا۔

"ہم یہاں۔" وہ کہتے کہتے رُک گئے۔

"اوہ اچھا۔ سیاح بن کر گئے ہوئے ہو۔ خیر۔ فون
کا ریسیور اس احمق انسپکٹر کو دے دیں۔"

"کیا یہ جاپانی ہے؟"

"نہیں۔ لیکن یہاں جس کو بھی بھیجا جاتا ہے۔ جاپانی
اس کو اپنے ڈھب پر لے آتے ہیں۔"

"ہوں۔ بالکل یہی بات ہے جناب۔"

اور انھوں نے فون کا ریسیور انسپکٹر کی طرف بڑھا
کر کہا:

Malik ji

"آئی جی صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کک۔ کیا مطلب۔ آئی جی صاحب۔"

"ہاں۔" وہ بولے۔

اس نے تھرتھر کانپتے ہاتھ میں ریسیور پکڑا اور بولا:

"یس سر۔" انسپکٹر ظہور انور نے کہا اور پھر دوسری
طرف کی بات سنتا رہا۔ آخر تھکی تھکی آواز میں بولا:

"اوکے سر۔" پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اور کانسٹیبلوں
سے بولا:

"تم لوگ جاؤ۔ میں خود ہی ان سے بات کر لوں گا۔"

کانسٹیبل حیرت زدہ سے باہر چلے گئے۔

"آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ۔ اب آپ کے۔ میرا مطلب ہے۔ اس وادی
کے کرتا دھرتا ہمارے بارے میں پوچھیں گے تو کیا بتائیں
گے۔"

"یہی کہ میں نے آپ لوگوں کو شہر کی جیل میں
بھیج دیا۔"

"بہت خوب۔ آؤ بھئی چلیں۔" انھوں نے کہا، پھر
دکھتے ہوئے بولے:

"مسٹر ظہور انور۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان لوگوں کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سردار آج رات اُدھان جا رہا ہے۔"

"ہاں ؛ معلوم ہے۔"

"وہ وہاں کس سلسلے میں جا رہا ہے؟"

"یہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ تبلیغ کے سلسلے میں۔ آگے اللہ جانے۔"

"اس کے ساتھ اور کتنے لوگ جا رہے ہیں؟"

"دس کے قریب۔ جو بڑے بڑے جاپانی ہیں۔"

"اس سردار کا نام کیا ہے؟"

"مرزا خاسر" انسپکٹر نے بتایا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

وہ تھانے سے نکلے۔ ان کی وین بھی یہاں لائی گئی تھی ؛ چنانچہ وہ اس میں بیٹھ گئے اور وادیٔ مرجان سے باہر کا رُخ کیا۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا کو کچھ خیال آیا :

"ہم گائیڈ شمیم نوید کو بھول گئے۔ وہ آدمی بہت خوف زدہ ہو گیا ہے۔ ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اس نے فضل روڈ بتایا تھا۔ نمبر ۱۲۷۔"

ایک راہ گیر سے انھوں نے فضل روڈ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس طرف روانہ ہو گئے۔ جلد ہی وہ مکان نمبر ۱۲۷ پر دستک دے رہے تھے۔ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان باہر نکلا :

"فرمائیے۔ کس سے ملنا ہے؟"

"مسٹر شمیم نوید سے۔"

"انھیں تو ابھی ابھی مرزا خاسر صاحب کے خاص ہرکارے پکڑ کر لے گئے۔"

"کہاں لے گئے؟"

"محل کے علاوہ اور کہاں لے جا سکتے ہیں ؛ ہم سب کی جان پر بنی ہے۔"

"کیا اس سے پہلے بھی مرزا کے ہرکارے لوگوں کو لے جاتے رہتے ہیں؟"

"ہاں ! جس سے بھی کوئی قصور ہو جاتا ہے۔ ہرکارے انھیں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔"

"اور پھر؟" محمود بولا۔

"اور پھر کیا۔ پھر وہ شخص کبھی کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔"

"کیا مطلب؟" ان سب نے چونک کر کہا۔

"ہاں ! مطلب یہ کہ پھر اسے کوئی نہیں دیکھ پاتا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اوہ! تو آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ جا کر پولیس کو اطلاع دیں۔"

"مرزا ناصر کے خلاف وہ کوئی رپورٹ درج نہیں کرتے۔"

"اوہ! اب تو ہمیں کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ آؤ بھئی چلیں۔ مسٹر آپ بھی ہمارے ساتھ آئیں۔ مسٹر شمیم نوید آپ کے کیا لگتے ہیں؟"

"میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں۔"

"اور آپ لوگ جاپانی ہیں؟"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"

وہ سب پھر پولیس اسٹیشن پہنچے۔ انسپکٹر محمود انور انہیں دیکھ کر ٹھٹکا:

"آپ لوگ ابھی یہیں ہیں؟"

"ہم تو کب کے جا چکے ہوتے۔ ایک خاص وجہ سے رک گئے۔ ان صاحب کے بھائی شمیم نوید نے ہمارے لیے گائیڈ کی خدمات انجام دی تھیں۔ انھوں نے مرزا ناصر سے ہماری ملاقات بھی کرائی تھی۔ لیکن ملاقات ناخوشگوار ثابت ہوئی۔ اب مرزا ناصر کے ہرکارے ان کے بھائی کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

"تت۔ تو۔ پھر۔" انسپکٹر نے کانپ کر کہا۔

"پھر یہ کہ ان کا خیال ہے۔ ہرکارے ان کے بھائی کو محل میں لے گئے ہیں۔"

"اچھا تو پھر۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"حیرت ہے۔ آپ پوچھ رہے ہیں، اچھا تو پھر۔ آپ کو بھی یہ بات معلوم ہو گی کہ ناصر کے ہرکارے جس کو بھی پکڑ کر لے جاتے ہیں، پھر اسے زندہ نہیں دیکھا جاتا۔"

"ہاں! میں یہ بات سن چکا ہوں۔"

"تو پھر اٹھیے۔ ان کے بھائی کو محل سے برآمد کرائیے، ایسا نہ ہو۔ وہ بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔"

"محل میں میرا داخلہ ممکن نہیں۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ قانون کے محافظ نہیں ہیں؟"

"بالکل ہوں۔ لیکن میں محل میں نہیں جا سکتا۔ اگر میں ایسا کروں تو مرزا ناصر ابھی مجھے بھی غائب کروا دیں گے۔"

"ارے میاں جاؤ۔ اتنا بھی کیا ڈرنا۔ چلیے ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔"

"آپ کو دیکھ کر تو وہ اور بھی آگ بگولا ہو جائیں گے۔"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"پروا نہیں ۔ ہو جائیں۔"

آخر پولیس کے ساتھ وہ محل کے سامنے پہنچے ۔ دروازے پر موجود نگرانوں نے انھیں گھور کر دیکھا اور ایک نے گرج کر کہا :

"کیا بات ہے انسپکٹر صاحب ؟"

"ہمارے ساتھ یہ جو نوجوان نظر آ رہے ہیں ۔ ان کا بھائی شمیم نوید غائب ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ اسے مرزا صاحب کے ہرکارے پکڑ لائے ہیں۔"

"تو پھر آپ کو اس سے کیا ۔ یہ مرزا صاحب کا اور ان کا ذاتی معاملہ ہے۔"

"یہ ان کا ذاتی معاملہ اس وقت تک تھا ، جب تک یہ پولیس اسٹیشن نہیں گئے تھے ۔ اب چونکہ انھوں نے رپورٹ کی ہے ، اس لیے معاملہ ذاتی نہیں رہا۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" نگران نے غرا کر کہا ۔

"محل کی تلاشی لیں گے ۔ اور ان کے بھائی کو برآمد کریں گے۔"

"مرزا صاحب آپ کو تلاشی کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"ہمیں تلاشی کی اجازت لینے کی ضرورت بھی نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے ۔

"یہ ۔ آپ کیا کہ رہے ہیں جناب ۔ ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ نہیں ہیں۔" انسپکٹر نے گھبرا کر کہا ۔

"کوئی پروا نہیں ، ہم اس کے باوجود تلاشی لیں گے ، آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی ۔ فکر نہ کریں۔"

"جی ۔ پتا نہیں ۔ کیا ہو رہا ہے۔" وہ بڑبڑایا ۔

"ہم مرزا صاحب کے سیکرٹری کو فون کرتے ہیں ۔ آپ لوگ یہیں ٹھہریں۔"

یہ کہ کر ایک نگران نے اندر کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے :

"ایک منٹ۔" یہ کہتے ہی وہ جھپٹ کر آگے بڑھے اور نگران کے راستے میں آ گئے ۔ اس نے غصے میں آ کر رائفل کا بٹ ان کے چہرے پر دے مارا ۔ جو ان کے چہرے کی بجائے ۔ دروازے کی چوکھٹ پر لگا ۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید آگے بڑھے ۔ انھوں نے دوسرے نگران کے سر پر ایک ہاتھ رسید کر دیا ۔ وہ چکرا کر گرا ۔ اس وقت تک انسپکٹر کامران مرزا پہلے نگران کو بے ہوش کر چکے تھے ۔ ان کی لاشیں لیے وہ اندر داخل ہو گئے ۔

"جی ۔ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے۔" انسپکٹر گھبرا کر بولا ۔

"آپ اتنا ڈرتے کیوں ہیں ۔ حوصلہ رکھیں ۔ آپ جانتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہی ہیں کہ ہمارا تعلق آئی جی صاحب سے ہے۔"

"اس لیے تو آپ کے ساتھ چلا آیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اور آپ نے اچھا کیا۔"

ان کے سامنے اب ایک کشادہ صحن تھا۔ صحن عبور کرنے میں انھیں ایک منٹ لگ گیا، پھر ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور انسپکٹر ٹھٹک کر رک گیا۔ کھلنے والے دروازے سے ایک درمیانے قد کا آدمی نکلا اور چونک کر بولا:

"یہ کیا۔ آپ لوگ کون ہیں؟" اس نے گرج کر کہا۔

"ہم محل کی تلاشی لینے آئے ہیں۔ یہاں ایک شخص شمیم زیدی کو اغوا کر کے لایا گیا ہے۔"

"تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے کیا۔" اس نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں جناب ہم سب لوگوں کے دماغ بالکل درست ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"نگرانوں نے تم لوگوں کو اندر کیسے آنے دیا۔" اس نے کہا۔

"وہ بے چارے بھی کیا کرتے۔ وہ صرف دو تھے اور ہم اتنے۔" محسن بولا۔

"وہ تم پر فائرنگ کر سکتے تھے۔"

"ہاں! انھوں نے یہ کوشش ضرور کی تھی، لیکن ہم نے ان کی کوشش ناکام بنا دی۔ اب وہ دونوں بے ہوش پڑے ہیں۔"

"اوہ۔" اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اسی وقت وہ مرزا اور کمرے میں داخل ہونا چاہا، لیکن محمود نے آگے بڑھ کر ٹانگ اڑا دی۔ وہ دھڑام سے گرا۔

"اسے سرکاری ٹانگ کہتے ہیں۔" محمود بولا۔

"تم لوگ اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"یہ اطلاع ہے یا پیش گوئی۔ ویسے آپ لوگ پیش گوئیاں کرنے کے بہت عادی ہیں۔ سنا ہے۔ آپ کا بڑا مرزا بھی بہت پیش گوئیاں کرتا تھا۔ بدقسمت کی ایک بھی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ اب اس کے بعد والے بھی اس کے طریقے پر عمل کرتے ہیں۔ اور پیش گوئیاں کرتے ہیں۔" آصف کہتا چلا گیا۔

"بدتمیز! تمھیں اس بدتمیزی کا مزا چکھایا جائے گا۔"

"فی الحال تو آپ مزا چکھیں۔" یہ کہہ کر محمود نے اس کی کن پٹی پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ لمبا لیٹ گیا۔

"انسپکٹر صاحب۔ یہ کون ہے؟"

"مرزا ناصر کا سیکرٹری۔" اس نے فوراً کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"محمود! اس کے سر پر ایک وار اور کرو۔ کہیں یہ حضرت جلد ہوش میں نہ آجائیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

محمود نے فوراً ایک ٹھوکر اس کے رسید کی اور اندر داخل ہو گئے۔ دوسرا لمحہ حیران کن تھا۔ کمرے کے فرش میں ایک چوکور خلا نظر آ رہا تھا۔ اور صندوق کی مانند ایک ڈھکنا سا اوپر اٹھا ہوا تھا۔ سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سیڑھیاں اُترتے چلے گئے۔

نیچے کا منظر حد درجے لرزا خیز تھا۔ انھوں نے اپنے جسموں میں کپکپی محسوس کی۔ اندر باقاعدہ پھانسی کا تختہ بنا ہوا تھا۔ پھانسی کا پھندہ لٹک رہا تھا اور اس پھندے میں شمیم نوید کا بدن بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ تہ خانے میں اس وقت بیس کے قریب آدمی موجود تھے، لیکن ان میں مرزا غاسر نہیں تھا۔ سیکرٹری شاید مرزا غاسر کو یہ اطلاع دینے کے لیے باہر نکلا تھا کہ شمیم نوید کے گلے میں پھندہ ڈال دیا ہے۔

"تم سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ ورنہ بھون ڈالے جاؤ گے"۔ انسپکٹر جمشید نے انتہائی سرد آواز میں کہا۔

وہ اس طرح اُچھلے جیسے اس وقت تک گہری نیند میں رہے ہوں یا نشے میں دھت ہوں۔ انھوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان سب کو دیکھا۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ٹریگر دبا دیا۔ گولی پھندے کی رسی پر لگی۔ شمیم نوید دھڑام سے گرا۔ محمود نے فوراً ایڑی میں سے چاقو نکالا اور اس کے گلے کے گرد کسے پھندے کو کاٹ ڈالا۔

عین اسی وقت قدموں کی آواز سُنائی دی۔ وہ سب چونک کر مُڑے۔ انھوں نے دیکھا، مرزا غاسر پُر سکون انداز میں نیچے اُتر رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باتوں کا دھارا

"یہ کیا ہو رہا ہے بھئی یہاں؟" اس نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔

"آپ دیکھ تو رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں تم لوگوں کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"ہم دراصل شمیم نوید کی جان بچانے آئے تھے۔ اس نے ہمیں وادیٔ مرجان کی سیر کرائی تھی۔" آصف مسکرایا۔

"ہوں! اب آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

"ہم مسٹر شمیم نوید کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتے ہیں، آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"ہاں! لے جاؤ۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

انھیں بہت حیرت ہوئی۔ مرزا خاسر کا رویہ حد درجے عجیب تھا۔ شمیم نوید ابھی زندہ تھا۔ خود وہ بھی اسے سازش

Malik ji

ہوتے دیکھ رہا تھا، اور وہ عدالت میں ان سب کے خلاف گواہی دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مرزا کہہ رہا تھا کہ اسے لے جاؤ۔ ضرور اس میں کوئی چکر تھا۔

"ہم آپ لوگوں کو بھی اس طرح آزاد چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ آپ سب کو قانون کے حوالے کرنا ہمارا فرض ہے، آپ ایک شخص کو پھانسی دے رہے تھے۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ ہمیں گرفتار کرا دیں۔ تھانے میں کون موجود ہے؟" مرزا نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا اور آئی جی صاحب کے نمبر ملائے۔ سلسلہ ملنے پر انھوں نے کہا:

"ہیلو سر۔ آپ کا خادم عرض کر رہا ہوں۔" اس کے بعد انھوں نے وادیٔ مرجان میں پیش آنے والے حالات اور واقعات سنائے، پھر بولے:

"اب تھانے میں صورتِ حال یہ ہے کہ یہاں شمیم نوید ادھ موا پڑا ہے۔ اور سب لوگ ہماری زد میں ہیں۔"

"میں خود پہنچ رہا ہوں جمشید۔ فکر نہ کرو۔ خود مجھے اس دن کا بہت بے چینی سے انتظار تھا۔" آئی جی صاحب چہک کر بولے۔

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن سر۔ آپ کو تو یہاں پہنچنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

میں بہت دیر لگ جائے گی۔"

"جی نہیں! میں خصوصی ہیلی کاپٹر سے آ رہا ہوں۔"

اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ آئی جی صاحب خود یہاں تشریف لا رہے ہیں۔"

"کوئی پروا نہیں۔"

عین اسی وقت انھوں نے تہ خانے میں ایک تیز بو محسوس کی۔ اور پھر وہ تڑاتڑ گرنے لگے۔ بے ہوش ہونے سے پہلے انھوں نے مرزا ناصر کے قہقہے کی آواز سنی:

"ہا ہا۔ آئے تھے مجھے گرفتار کرانے۔ پھینک دو ان کی لاشوں کو دوسری انسانی لاشوں کے پنجروں پر۔ تاکہ یہ لوگ بھی پنجروں میں تبدیل ہو جائیں۔"

انھیں ہوش آیا تو مارے بدبو کے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ وہ جگہ تاریک نہیں تھی۔ زیرو کا بلب روشن تھا، اور اس کی روشنی میں وہ اپنے چاروں طرف انسانی پنجر دیکھ رہے تھے۔ گوشت گل سڑ کر ختم ہو چکا تھا۔ اب ان کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔

"اُف مالک۔ جہنم میں بھی شاید ایسی بو نہیں ہو گی۔"

آصف بڑبڑایا۔

"لیکن ان جاپانیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو جہنم بنا رکھا ہے۔ اس میں ضرور اس سے بھی شدید بو ہو گی۔" اشفاق نے منہ بنا کر کہا۔

"اب۔ اب ہم کیا کریں۔ یہ جگہ تو بہت مضبوط معلوم ہوتی ہے۔ شاید کنکریٹ ڈال کر بنائی گئی ہے۔ ہم اسے صرف ہاتھوں کی مدد سے تو توڑ پھوڑ نہیں سکتے۔" فرزانہ بولی۔

"فکر کی ضرورت نہیں۔ آئی جی صاحب آنے ہی والے ہوں گے۔"

"اور اگر آئی جی صاحب اس جگہ تک نہ پہنچ سکے۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ جگہ اسی تہ خانے سے ملا ہوا کوئی کمرہ ہے۔ تہ خانے میں کوئی دروازہ اس میں کھلتا ہو گا۔ لہٰذا آئی جی صاحب یہاں ضرور پہنچیں گے۔ اللہ سے دعا کرو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں۔ کم از کم وہ دروازہ تو تلاش کر ہی سکتے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

بدبو نے ان کا برا حال کر رکھا تھا۔ لیکن وہ کیا نہ کرتے۔ انھیں دروازہ تلاش کرنے کے لیے اٹھنا پڑا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اب وہ دیواروں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ ان کو ٹھونک بجا کر دیکھنے لگے۔ ایسے میں فرحت بولی:

"انکل! آپ کے خیال میں آئی جی صاحب کتنی دیر تک یہاں پہنچ جائیں گے؟"

"صرف آدھ گھنٹے میں۔"

"اور آدھ گھنٹا ہو چکا ہے۔ مجھے یاد ہے۔ میں نے بے ہوش ہونے سے پہلے گھڑی دیکھی تھی۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے۔ اب وہ مرزا ناصر سے ملاقات کر رہے ہوں گے، پھر وہ اس تہ خانے کی تلاش شروع کریں گے۔ ان حالات میں ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے۔" فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"بھلا ہم ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟"

"اس طرح کہ زور زور سے ان دیواروں کو پیٹنا شروع کر دیں۔ جس قدر زور سے ان پر ہاتھ مار سکتے ہیں، مارتے چلے جائیں۔"

"ترکیب بہت زوردار ہے۔ اگر یہ کمرہ تہ خانے کے ساتھ ہی کہیں بنا ہوا ہے، تب ہماری کوشش رنگ لا سکتی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ سب کے سب پاگلوں کی طرح دیواروں پر ہاتھ مارنے لگے۔ ان پر جنون کی حالت طاری ہو گئی۔ نہ جانے وہ کتنی دیر تک دیواریں پیٹتے رہے۔ یہاں تک کہ انھیں اپنے ہاتھ شل ہوتے محسوس ہونے لگے۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے ہاتھوں کو نہ روکا۔ اور پھر ہوا کا جھونکا ان کے جسموں سے ٹکرایا۔ وہ چونک اٹھے، اسی وقت انھوں نے آئی جی صاحب کی آواز سنی:

"اُف اللہ۔ اس قدر بدبو۔"

"اگر آپ یہ دروازہ کھلوانے میں کامیاب نہ ہوتے تو ہمارے مردہ جسموں کی بو اس میں اور اضافہ کر دیتی۔" خان رحمان بولے۔

"لیکن یہ میرا کمال نہیں۔ اگر تم لوگوں کی دھپ دھپ کی دھمک میرے کانوں میں نہ آتی تو میرے آدمی کبھی اس دروازے کو تلاش نہ کر پاتے۔"

اور وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے میں آ گئے۔ یہ وہی تہ خانہ تھا۔ مردہ خانے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ شمیم زیدی کو بھی ان کے ساتھ اسی مردہ خانے میں پھینکا گیا تھا۔ وہ اب ہوش میں تھا۔

"کیا آپ کی ملاقات مرزا ناصر سے ہو چکی ہے؟"

"نہیں۔ اس کا وادیٔ مرجان میں کوئی پتا نہیں ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اوہ — اس کا مطلب ہے — وہ فرار ہو چکا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! تم نے آخر مجھے فون اس کی موجودگی میں ہی کیا ہو گا۔"

"ہاں جناب — اسی نے میرے چھکے چھڑائے تھے۔"

"بس تو پھر — وہ کس طرح یہاں رک سکتا تھا۔"

"اور اس کے ساتھ یہاں اور بھی بہت سے آدمی تھے۔"

"وہ سب بھی غائب ہیں — محل میں اب جو لوگ موجود ہیں — وہ ان غائب ہونے والوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، یا جان بوجھ کر لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں — ان کا کہنا ہے — جتنے لوگ بھی یہاں موجود ہیں، ان میں اگر کوئی شخص ایسا موجود ہے، جس کو تہ خانے میں دیکھا گیا ہے تو اسے گرفتار کر لیا جائے — وہ کوئی اعتراض نہیں کریں گے — دوسرا بیان ان کا یہ ہے کہ ان لوگوں کو آج سے پہلے اس تہ خانے کے بارے میں قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے — ہم ان کو گرفتار نہیں کر سکتے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

Malik ji

"خیر — مجبوری ہے — اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید شمیم نوید کی طرف مڑے:

"آپ کیا کہتے ہیں — اب بھی جاپانی رہیں گے یا مسلمان ہو جانا پسند کریں گے۔"

"میں جاپانیت پر لعنت بھیجتا ہوں — اسی وقت اپنے گھر والوں کو یہاں سے لے کر نکل جانا چاہتا ہوں — کیوں کہ اگر میں یہاں رہا تو یہ لوگ مجھے اور میرے گھر والوں کو چین کی زندگی بسر نہیں کرنے دیں گے۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے — آپ مبارک باد کے لائق ہیں — اللہ نے آپ کو ایمان کی دولت عطا فرما دی — چلیے — آپ اپنے گھر والوں کو ساتھ لے لیں۔"

اور یہ لوگ ہیلی کاپٹر کے پاس آ گئے، تاہم اکرام کو وہاں اپنے چند سادہ لباس والے چھوڑ دینے کی ہدایت کر دی گئی — تاکہ وہ ان پر نظر رکھیں۔

"سوال یہ ہے ابا جان! انہیں وادی مرجان کی سیر کا کیا فائدہ ہوا؟"

"کم از کم یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس وادی کا میل میں ان لوگوں کا بھی ہاتھ ہے — اور جہاں تک میرا خیال ہے — مرزا ناصر محمود بھی اس کامیابی کے راز سے آگاہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

تھا۔ لیکن افسوس۔ وہ نکل گیا۔ ارے ہاں، اس کو تو ڈومان جانا تھا۔ ہمیں فوری طور پر معلوم کرنا چاہیے کہ اس دوران کوئی پرواز انشام کی طرف تو روانہ نہیں ہوئی۔"

ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر انھوں نے وائرلیس کے ذریعے ایئرپورٹ سے رابطہ قائم کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک پرواز انشام جا چکی ہے۔

"افسوس! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"کیوں نہیں ہو سکتا انکل۔ کیا ہم انشام نہیں جا سکتے۔"

"وہ دوسری بات ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اپنے ملک میں ہم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔" انھوں نے کہا۔

"اور دوسرے یہ کہ انشام میں بھی شاید ہم اسے نہ پا سکیں، کیونکہ اسے معلوم ہے۔ ہم یہ بات جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ انشام میں بھی نہیں ٹھہرے گا۔ وہاں سے کہیں اور کوچ کر جائے گا۔ یا پھر بیگال میں جا کر پناہ لے گا اور بیگال سے بہتر پناہ بھلا اسے کہاں مل سکتی ہے۔"

"ہوں! افسوس۔ ہم نے موقع ضائع کر دیا۔ اگر ہم اس شخص کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو یقیناً اس کامیابی کا راز جان لیتے۔" آصف بڑبڑایا۔

"تاہم مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم فوری طور پر انشام کے لیے روانہ ہونے کی کوشش کریں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ایک بات اور انکل۔ ہم صرف مرزا خاصر پر کیوں انحصار کریں۔ اس وقت وہ جس شخص کو قائم مقام بنا کر گیا ہے۔ اس کو کیوں نہ چیک کیا جائے۔"

"میرا خیال ہے۔ تجویز معقول ہے۔ اور ابھی ہم لوگ وادی مرجان میں ہی موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا۔

وہ ہیلی کاپٹر سے اُتر آئے اور ایک بار پھر محل کے سامنے پہنچے۔ پولیس انسپکٹر ظہور انور بھی اپنے کانسٹیبلوں کے ساتھ ان کے ہمراہ تھا۔ ایسے میں محمود آگے بڑھا اور دروازے پر کھڑے پہرے داروں سے بولا۔

"مرزا خاصر اپنا قائم مقام کن صاحب کو بنا کر گئے ہیں؟"

"مرزا منظور کو۔"

"شکریہ۔" اس نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

تھوڑی دیر بعد وہ محل میں مرزا منشور کے سامنے بیٹھے تھے۔ اس کا حلیہ بھی مرزا خاسر سے ملتا جلتا تھا۔ یہ دیکھ کر محمود سے رہا نہ گیا:

"کیا آپ مرزا خاسر کے رشتے دار بھی ہیں؟"

"ہاں! میں ان کا چچا زاد بھائی ہوں۔ فرمائیے۔ اب آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"چاہتے تو ہم یہ ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ دارالحکومت تک چلیں۔" فاروق بول اٹھا۔

"کیا مطلب۔ میں کیوں چلوں آپ کے ساتھ۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"آپ سے کچھ ضروری مشورہ کرنا ہے۔"

"سوری! میں اپنا مرکز چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

"اور آپ کے بڑے جو مرکز چھوڑ گئے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"انھیں ڈومان تبلیغی مشن پر جانا تھا۔ وہ آپ لوگ کے خوف سے نہیں گئے ہیں۔"

"گئے تو ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چل کر تبلیغی مشن پر کام کریں۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں حیران ہوں۔ بڑے خاموش ہیں انجوٹے بات کو

رہے ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"دراصل ہمیں ان کی گفتگو کا یہ انداز بہت پسند ہے۔ اور ہم اس انداز میں باتیں کرنے کے عادی نہیں ہیں۔"

"میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"بیگال کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بیگال کے بارے میں کیا بات ہے۔" وہ چونکا۔

"وادیٔ مرجان کے لوگ بیگال کی فوج میں کیوں موجود ہیں؟"

"تبلیغ کر رہے ہیں۔"

"اور بیگال کی حکومت نے انھیں یہ اجازت کیوں دے رکھی ہے۔ وہ تو آپ کے ہم مذہب نہیں ہیں۔"

"یہ آپ بیگال کی حکومت سے پوچھیں۔" اس نے جل کر کہا۔

"جواب معقول ہے۔ حال ہی میں بیگال نے ایک زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ اس کامیابی کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میرے فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے۔" اس نے منہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بتایا۔

"معلوم ہو گیا۔ آپ سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہو گی۔ اچھا۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ باہر آ کر انسپکٹر جمشید بولے،

"میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس شخص کو واقعی بنگال کی کامیابی والی بات معلوم نہیں۔ ہاں مرزا خاصر کو ضرور معلوم تھی۔ وہ بہت زور سے چونکا تھا۔"

"اور وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم تو وہاں جا سکتے ہیں نا۔" فرحت نے کہا۔

آخر وہ دارالحکومت پہنچ گئے۔ اکرام کو وادیٔ مرجان کے بارے میں مزید ہدایات دے دی گئیں۔ بیگم شیرازی کے گھر آ کر وہ صحن میں جم گئے۔ بیگم جمشید ان کے لیے قسم قسم کے پکوان پکانے لگیں۔

"آج تو بھابی نے حد ہی کر دی تکلف کی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں انکل۔ کبھی آپ کی طرف جمع ہونے کا اتفاق ہوا تو آپ بھی آنٹی سے کہہ دیجیے گا۔ وہ بھی حد کر دیں۔" فاروق بولا۔

"مجال ہے جو یہ شخص بولے بغیر رہ جائے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"میرا مشورہ یہ ہے کہ وقت ضائع کیے بغیر ہم ڈومان کے لیے روانہ ہو جائیں۔ اور مرزا خاصر کو تلاش کریں۔ ڈومان انشام میں ہے۔ اور انشام کی حکومت سے ہماری حکومت کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ لہذا وہ ہماری ہر ممکن مدد کرے گی۔" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔ انھیں خوف محسوس ہوا تھا کہ کہیں فاروق وغیرہ شروع نہ ہو جائیں۔

"ہمارے پاس اب اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔ اس بڑی کامیابی سے چند بڑے بڑے دشمن ملکوں کے سربراہ واقف ہیں۔ لے دے کے ہم ان میں سے ایک سربراہ کے ملک میں پہنچے تھے، لیکن وہاں سے بھی فرار ہونا پڑا۔ اب مرزا خاصر کے بارے میں یہ اندازہ ہے کہ اس کے علم میں یہ بات ہے۔ اوہ۔ ہم۔ مگر۔" انسپکٹر کامران مرزا کہتے کہتے رک گئے۔

"میں سمجھ گیا۔ آپ کو کوئی زور دار بات سوجھ گئی ہے۔" آفتاب چہکا۔

"تمھارا خیال غلط نہیں۔"

"بے چارے خیال عام طور پر ہماری طرف غلط نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسکے:" فاروق بولا۔

"کام کی بات ہو رہی ہے۔ سنا تم نے:" فرزانہ نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔

"اللہ کی مہربانی سے میں سننے کے معاملے میں گیا گزرا نہیں ہوں:" اس نے منہ بنایا۔

"آپ کیا کہہ رہے تھے:" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ایک عجیب خیال آیا ہے۔ غیر مسلم ممالک میں سے بڑے بڑے ملکوں کے صدر تو خیر ٹھیک ہے۔ اس کامیابی سے واقف ہیں۔ اور وہ واقف اس لیے ہیں کہ ان سب نے اس منصوبے میں حصہ لیا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ وادیٔ مرجان کے لیڈر مرزا خاسر کو یہ بات کیوں معلوم ہے۔ اس کی اس معاملے میں کیا اہمیت ہے۔ اور ان ملکوں کے سربراہوں نے اس کو اتنی اہمیت کیوں دی:" انسپکٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

"سوال واقعی بہت اہم ہے۔ اور اس کا جواب یہ لوگ دیں گے:" انسپکٹر جمشید نے فاروق وغیرہ کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کا مطلب ہے انکل۔ ہم لوگ:" محسن بولا۔

"ہاں! تم لوگ۔ کیوں کہ تم لوگ باتیں زیادہ کرتے ہو اور کام کم:" وہ بولے۔

"لیکن اس طرح تو آپ ہمیں اور باتیں کرنے کا موقع دے رہے ہیں:" شوکی مسکرایا۔

"اس بات پر غور کرنے کے لیے تم لوگ شوق سے باتیں کر سکتے ہو:" انھوں نے اجازت دی۔

"شکریہ۔ باتیں کرنے کی اجازت بھی ملی تو کس انداز میں۔ وقت تیرے کی:" آصف نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"ہائیں بھئی محمود۔ تم اپنی جگہ پر موجود تو ہو۔ ہم۔ میرا مطلب ہے۔ تمھاری روح تم میں ہی موجود ہے نا:" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میری روح میرے جسم میں ہے۔ ہاں آصف کے دماغ پر اس وقت میں سوار ہو گیا ہوں:" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"ن۔ نہیں تو:" آفتاب نے بوکھلا کر کہا اور آصف کے سر کو غور سے دیکھنے لگا۔

"اوہو۔ بھئی۔ محمود اتنا چھوٹا سا نہیں ہے:" فرزانہ بولی۔

"ہاں! میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ شکریہ:" اس نے مسکرا کر کہا اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"محمود — تمہارا خیال غلط ہے۔ اور آصف — تم بھی فکر کرو۔ محمود تمہارے دماغ پر ہرگز سوار نہیں ہے۔"

"تمہارے سر پر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کا بھوت سوار ہے۔" آصف نے جل کر کہا۔

"ارے — تم لوگوں کو صرف اصل موضوع پر بات کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے گویا خبردار کیا۔

"ج — جی — وہ — اصل موضوع سے انسان کبھی کبھی بھٹک بھی جاتا ہے۔" فاروق نے ڈر کر کہا۔

"لیکن تم لوگوں نے تو ابھی اصل موضوع پر بات شروع تک نہیں کی۔ بھٹک کیسے گئے؟" خان رحمان مسکرائے۔

"بھئی اب تم لوگ انہیں ڈرانے اور دھمکانے کا کام تو نہ کرو۔" پروفیسر داؤد نے ان پر ترس کھانے کے انداز میں کہا۔

"جی بہتر — آپ کہتے ہیں تو نہیں کرتے — ورنہ۔" انسپکٹر کامران مرزا نے دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔

"ورنہ کیا انکل؟" محسن گھبرا گیا۔

"ورنہ یہ کہ اس وقت کرنے کا کام بس یہی تھا۔"

"میں آپ کو ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔" ایسے میں شوکی بول پڑا۔

Malik ji

"لیجیے — شاید اصل موضوع شروع ہو رہا ہے۔" اشفاق بولا۔

"سنیے — مہربانی فرما کر میری بات سنیے — ورنہ وہ بات میرے ذہن سے نکل جائے گی اور پھر مشکل سے ذہن کی گرفت میں آئے گی۔" شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"تمہارا ذہن ہے — یا مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔" فاروق بولا۔

"بھلا مچھلی پکڑنے کے کانٹے کو ذہن سے کیا نسبت؟" اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔

"اس میں سے بھی مچھلی نکل جائے تو پھر مشکل سے آتی ہے۔" فاروق نے جواب دیا۔

"لیجیے — ہم اصل بات سے مچھلی تک پہنچ گئے۔"

"ابھی کیا ہے — ابھی تو ہم سمندر تک پہنچیں گے۔"

"میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیوں نہ ہم لوگ الگ بیٹھ کر اصل موضوع پر بحث کر لیں۔" شوکی جلدی سے بولا۔

"پھر تو تم ضرور ہی بات کرو گے اس پر۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ویسے بھی یہ بات مجھے اور خان رحمان کو پسند نہیں آئے گی کہ تم لوگ الگ جا کر بحث کرو۔"

"وہ کیوں انکل؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم چاہتے ہیں — تم لوگ ہمارے سامنے بیٹھ کر ہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چکھو۔" وہ بولے۔

"بہت بہتر۔ اگر آپ کی خواہش یہی ہے تو ہم چکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ آج اتنا چکھیں گے اور اس انداز سے چکھیں گے کہ کیا کبھی چکھے ہوں گے۔" فاروق نے پرجوش انداز میں کہا۔

"شروع ہو گئی چکھنے کی گردان۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"میرے منہ نہ لگنا۔ ورنہ آڑے ہاتھوں لوں گا۔" فاروق نے کہا۔

"دکھانا۔ کہاں ہیں تمہارے پاس آڑے ہاتھ۔" فرزانہ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"آڑے ہاتھ دکھائے نہیں۔ کھلائے جاتے ہیں۔ اگر منظور ہو تو کھلاؤں۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"تم آفتاب کو کھلاؤ، پھر دیکھ لیں گے۔" فرحت بولی۔

"اور یہ جو میں نے میز پر اتنی ساری چیزیں ڈھیر کر دی ہیں۔ ان کو کون کھائے گا۔" بیگم جمشید نے جھلا کر کہا، اور ان سب کی ہنسی نکل گئی۔

"اصل بات دھری کی دھری رہ گئی۔" انسپکٹر جمشید نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

"اس کی قسمت۔ اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں ابا جان۔"

Malik ji

فاروق بولا۔

"کم از کم غور تو کر ہی سکتے ہیں۔" شوکی نے کہا۔

"اور یہ غور نہیں ہو رہا ہے تو کیا ہو رہا ہے۔" آفتاب اس کی طرف مڑا۔

"یہ۔ یہ غور ہو رہا ہے۔ اس طرح ہوتا ہے غور۔" مکھن چلایا۔

"خاموش۔ مسٹر مکھن سب لوگوں کو بتائیں گے کہ غور کس طرح ہوتا ہے۔" آصف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ یہ کیا مشکل ہے۔ غور کے لیے ایک چیز سب سے زیادہ ضروری ہے۔" اس نے فوری طور پر جواب دیا۔

"اور وہ کیا؟"

"اور وہ ہے خاموشی۔" مکھن بولا۔

"جو بے چاری یہاں دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اس کے پر نکل آئے ہیں اور وہ پھر سے اڑ گئی ہے۔ یا پھر خاموشی یہاں کبھی تھی ہی نہیں۔"

"نہیں خیر۔ آپ لوگوں کے آنے سے پہلے تو موجود تھی۔" بیگم جمشید بولیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تب پھر ہمیں دیکھ کر اس کے جدھر سینگ سماتے، سما گئی ہو گی۔" فاروق بولا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئی ہو۔"

"ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ خاموشی پر فاتحہ پڑھ دیں اور اصل بات کی طرف آ جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں یاد کرائے دیتا ہوں۔ ان لوگوں کو جواب اس بات کا دینا ہے کہ مرزا خاسر کو یہ راز کیوں معلوم ہے۔ غیر مسلم ممالک کے سربراہوں نے اس کو اس قدر اہمیت کیوں دی ہے۔" خان رحمان بولے۔

"میں اس کا جواب چٹکی بجاتے میں دے سکتی ہوں۔" فرزانہ بولی۔

"ہائیں تو پھر اب تک بجائی کیوں نہیں چٹکی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ تو تمہاری بجائے میں بجا دیتا ہوں چٹکی۔ مہربانی فرما کر اب بتا دو۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک کے سربراہوں نے وادی مرجان کے لیڈر کو اہمیت اس لیے دی ہے کہ۔" فرزانہ کہتے کہتے رُک گئی۔

"چلو۔ رُک گئی اس کی گاڑی تو۔ وہی ہوا جس کا ڈر

Malik ji

تھا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اور تمہیں کس کا ڈر تھا؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کا کہ یہ فرزانہ نہیں بتا سکے گی۔" وہ بولا۔

"تو پھر تم بتا دو۔" فرزانہ جل گئی۔

"آخر تم رُک کیوں گئیں فرزانہ۔" پروفیسر داؤد بے چین ہو کر بولے۔

"دراصل میں ایک بہت اہم بات کہنے والی ہوں۔ رُکنے کی وجہ سے آپ لوگ اور بھی زیادہ توجہ دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"

"مہربانی فرما کر ہماری مجبوری سے فائدہ نہ اٹھاؤ اور بتانے کی بات کرو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"بہت بہتر۔ تو پھر سنو! اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے۔ ظاہر ہے۔ پہلے کسی نے منصوبہ بنایا ہو گا۔ پھر اس منصوبے پر غور ہوا ہو گا اور آخر اس پر عمل شروع کر دیا گیا ہو گا۔"

"لیجیے۔ یہ ہے وہ اہم بات۔ حد ہو گئی۔" آصف بولا۔

"بھئی پہلے پوری بات تو سن لو۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اور کیا تمہارے خیال میں فرزانہ نے ابھی بات پوری نہیں کی۔" آصف نے بھی جواب میں اسے گھورا۔

"زیادہ تیز نظروں سے گھورنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ گھورے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے معاملے میں میں بھی کسی سے کم نہیں۔" محمود تلملا اُٹھا۔

"یا اللہ رحم۔ یہ تو اب اصل بات سے گھورنے پر جا ٹھہرے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہاں فرزانہ۔ تم فیصلہ کرو۔ کیا تمھاری بات مکمل ہو چکی ہے؟" محمود بولا۔

"نہیں۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تو پھر تم درمیان میں رُکی کیوں تھیں؟" آصف جھلا کر بولا۔

"میرا خیال ہے۔ میں درمیان میں نہیں رُکی تھی۔" فرزانہ بولی۔

"چلو خیر۔ یہی سہی۔ لیکن بات مکمل کیے بغیر تو رُکی تھیں۔" آفتاب نے کہا۔

"ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔" فرحت بول اُٹھی۔

"اب تم کیا سمجھ گئیں۔ یہ کہ فرزانہ کیا کہنا چاہتی ہے؟"

"نہیں! بلکہ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ فرزانہ اس لیے رُکی تھی کہ یہ اس قسم کی صورتِ حال سے ہمیشہ لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ کیوں فرزانہ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"نہیں۔ کم از کم تمھاری یہ بات درست ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تم نے کم از کم کا لفظ کیوں بولا۔ کیا میری اور تمام باتیں غلط ہوتی ہیں؟" فرحت نے جھلا کر کہا۔

Malik ji

"کم از کم میں نے یہ نہیں کہا۔" فرزانہ فوراً بولی۔

"کیا خیال ہے خان رحمان۔ آج کی تاریخ میں وہ بات ہمیں معلوم ہو سکے گی جو فرزانہ کہنا چاہتی ہے؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں بے چارگی ٹپک رہی تھی۔

"اُمید نظر نہیں آتی۔"

"تو پھر آپ لوگ آرام کریں۔" شوکی بولا۔

"ہاں! اب یہی کرنا ہوگا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن اس میں قصور وار صرف اور صرف فرزانہ ہے، اس نے بات مکمل کیوں نہ کر دی۔"

"تو میں اب مکمل کر دیتی ہوں۔ یہ کیا مشکل ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"خیر۔ یہ اتنا آسان بھی نہیں، کیوں کہ اب ہم باتوں کے دھارے میں بہتے جا رہے ہیں۔ اور خود کو روکنا مشکل ہو رہا ہے۔ کیا تم یہ بات محسوس نہیں کر رہیں فرزانہ؟" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"بس۔ پتا نہیں۔ محسوس کر رہی ہوں یا نہیں۔ ہاں میں یہ ضرور محسوس کر رہی ہوں کہ میں نے ایک مشکل کام اپنے ذمے لے لیا ہے۔"

"کون سا مشکل کام؟" مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"یہی۔ مرزا ناصر کی اہمیت بتانے والا کام۔"

"اچھا بھئی۔ میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ ایک منٹ کے لیے سب خاموش ہو جائیں۔" پروفیسر داؤد بلند آواز میں بولے۔

پروفیسر داؤد اس محفل میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ ٹھہرے۔ لہٰذا فوری طور پر مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔ چند سیکنڈ تک انھوں نے سب کو دیکھا، پھر مسکرا کر بولے۔

"ہاں! فرزانہ اب اپنی بات پوری کرو۔"

لیکن فرزانہ خاموش رہی۔ کچھ نہ بولی۔ ہونٹ بھی اس نے مضبوطی سے بھینچ لیے تھے:

"فرزانہ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ جو کہنا چاہتی ہو۔ کہو۔ اب ان میں سے کوئی نہیں بولے گا۔ کوئی تمھاری بات میں دخل نہیں دے گا۔" انھوں نے پھر کہا، لیکن فرزانہ پھر بھی نہ بولی۔

"تمھیں کیا ہو گیا فرزانہ۔ تمھارے لیے میں نے ان سب کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ اور تم ہو کہ اب بول ہی نہیں رہیں۔" پروفیسر داؤد جھلا کر بولے۔ فرزانہ نے گھڑی کی طرف دیکھا، مسکرائی اور پھر بولی:

آپ نے خود ہی تو فرمایا تھا کہ میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ ایک منٹ کے لیے سب خاموش ہو جائیں۔"

"وقت تیرے کی۔ ارے تو اس کے بعد انھوں نے بولنے کی اجازت بھی تو دی تھی۔" محمود جھلا کر بولا۔

"میں نے سوچا۔ کہیں انکل ناراض نہ ہو جائیں۔"

"ناراض ہوتا ہے میرا جوتا۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"تب تو یہ فرزانہ کی جوتی سے بازی لے گیا۔" فاروق بولا۔

"ختم کرو بھئی۔ میں اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں کہ ہم وہاں تو پہنچ جائیں گے۔ مگر فرزانہ سے یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے تنگ آ کر کہا۔

"ایسی بھی بات نہیں انکل۔ انسان کوشش کرے تو کیا ہو نہیں سکتا۔" آصف مسکرایا۔

"تو پھر تم ہی کوشش کرو۔" وہ بولے۔

"بہت بہتر۔ یہ کون سی ایسی بات ہے۔ میں ابھی کوشش کے ڈونگرے برسائے دیتا ہوں۔" آصف نے کہا۔

"دیکھو بھئی۔ تمھیں صرف کوشش کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ڈونگرے برسانے کے لیے نہیں۔" خان رحمان گھبرا گئے۔

"یہی تو اصل مشکل ہے۔ جب بات بنے لگتی ہے تو خود بڑے بگاڑ دیتے ہیں۔" آصف نے منہ بنایا۔

"نہیں تو۔ ہم نے تو ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔" انسپکٹر

Malik ji www.iqbalkalmati.blogspot.com

کامران مرزا بولے۔

"بالکل نہیں کی۔" انسپکٹر جمشید نے ان کی تائید کی۔

"آپ سب تو ایک ہو گئے۔ اور ادھر جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔" محمود نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں۔" فرزانہ نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

"گگ۔ کیسا؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"میں عرض کرتی ہوں۔ لیکن پہلے سب وعدہ کریں۔ کوئی درمیان میں نہیں بولے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ نہیں بولیں گے۔"

"تو پھر سنیے۔ ایسا کرتے ہیں۔ ویسا کرتے ہیں کو جانے دیں۔ اصل بات سن لیں۔ یہ منصوبہ دراصل مرزا خاصر نے بنایا ہو گا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرا حصہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

ایک انکشاف

وُہ سب سکتے کے عالم میں فرزاد کو دیکھتے رہ گئے۔ جہاں اس کی بات حیرت میں ڈال دینے والی تھی۔ وہاں اس کی ترکیب بھی حیرت انگیز تھی۔ اس نے کوئی اور بات بتانے کی بجائے یک دم اصل بات بتا دی تھی۔

"اب ہم کب تک بُت بنے بیٹھے رہیں گے"۔ پروفیسر داؤد کی آواز اُبھری۔

"آپ نے سُنا پروفیسر صاحب۔ فرزاد نے کیا کہا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہاں! اس کی بات میں بہت وزن ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اور سنسنی اور خوف بھی تو کم نہیں ہے"۔

"لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے"۔ شوکی بولا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔ اس کا زبردست امکان ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مرزا خاسر کو اہمیت دینے کی بات بھی اس طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔"

"ہوں! ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا ہے، اس طرح تو پھر مرزا خاسر ہمارے لیے اور بھی اہم آدمی بن گیا ہے اور اب اس تک پہنچنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

"ہاں! اب ہم یہاں اور نہیں ٹھہر سکتے۔ نہ پرواز کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں خصوصی طیارے سے جانا ہوگا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور اس کے لیے ہمیں صدرِ مملکت سے بات کرنا ہوگی۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید فون پر جھک گئے۔

"حیرت ہے۔ فرزانہ کا ذہن کہاں جا پہنچا۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"اور یہ کیا حیرت کی بات نہیں۔ کہ یہ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور تمام اسلامی ملکوں کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ وہ بھی ایک اسلامی ملک میں رہتے ہوئے، ان حالات میں تو ان کا وجود سرطان کے پھوڑے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔ اب ان لوگوں کو ملک سے نکالنے کی مہم چلانا ہوگی۔"

Malik ji

"نہ جانے صدرِ مملکت کو کیا مجبوریاں ہیں۔ وہ کیوں انھیں نکال باہر نہیں کرتے۔" خان رحمان بولے۔

"مجبوریاں سمجھ میں آتی ہیں۔ یہ لوگ ملک کے اہم عہدوں پر موجود ہیں۔ صدر صاحب کس کس کی مخالفت مول لیں۔"

"مخالفتوں کی پروا کیے بغیر ایک اللہ کو کیوں نہ راضی کیا جائے۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! لیکن یہ ایمان کی پختگی کی بات ہے۔"

اسی وقت انسپکٹر جمشید کی آواز انھوں نے سنی۔ وہ کہہ رہے تھے:

"ہیلو سر۔ جمشید بول رہا ہوں۔ ہمیں اسی وقت ڈوہان جانا ہے۔ اس زبردست کامیابی کے سلسلے میں۔ معمول کی پرواز کا انتظار نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ایک اسپیشل طیارہ چاہیے۔"

دوسری طرف کی بات سن کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا اور بولے:

"ہم ٹھیک ایک گھنٹے بعد پرواز کر سکیں گے۔"

"اور۔ تب تو ہمیں آفتی کو اللہ حافظ کہہ دینا چاہیے۔"

"لیکن یہاں پر اب بھی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔" بیگم جمشید نے گویا خبردار کیا۔

"آپ ان کو پیک کر دیں۔ ہم ساتھ لے جائیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انسپکٹر کامران مرزا کھڑے ہو گئے۔

اور پھر انھوں نے افراتفری کے عالم میں تیاری کی، ٹھیک آدھ گھنٹے بعد وہ ایئر پورٹ پر موجود تھے۔ اور اس کے آدھ گھنٹے بعد وہ ڈومان کی طرف اُڑے جا رہے تھے۔

تین گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ڈومان کے ہوائی اڈے پر اُترے۔ تو دو باوردی آدمیوں نے ان کا استقبال کیا:

"آپ کے لیے وین حاضر ہے۔"

"لیکن ہم نے تو کسی وین کا آرڈر نہیں دیا تھا۔"

"آپ کے صدر صاحب نے ہماری حکومت کو اطلاع دی تھی۔"

"اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے۔"

اور وہ اس وین میں بیٹھ گئے۔ جلد ہی انھیں ایک سرکاری عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ ایک ہال کمرے میں انھیں کسی کا انتظار کرنا پڑا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے۔ صدر صاحب کو انھیں فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم خود ہی ٹیکسیوں میں کسی ہوٹل تک جا سکتے تھے۔" محمود بڑبڑایا۔

"کوئی بات تو ہو گی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

اور پھر انھوں نے بھاری قدموں کی آواز سنی۔ ایک موٹے

Malik ji

اور چھوٹے قد کا آدمی اندر داخل ہوا:

"میں اپنے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس نے قدرے جھک کر کہا۔

Malik

"آپ کی تعریف۔"

"میں یعقوب باہوں۔" اس نے کہا۔

"تو وین آپ نے بھیجی تھی۔"

"ہاں! یہاں آپ میرے مہمان ہوں گے۔"

"لیکن جناب۔ آپ نے اپنا مکمل تعارف نہیں کرایا۔"

"میں یہاں کی وزارتِ خارجہ کا سیکرٹری ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ اچھا۔ تو کیا ہمارے ملک کے صدر صاحب نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن جناب۔ ہم آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتے، ہم ہوٹل میں ٹھہریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جناب۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں۔ ہو کیوں نہیں سکتا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میرا مطلب ہے۔ میرے مہمان اور کسی ہوٹل میں ٹھہریں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ فکر نہ کریں ۔ ہم ضرور تاج ہوٹل میں ٹھہریں گے ۔ ایک بہت اہم کام کی وجہ سے ۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اگر [illegible] ملا تو پھر ہم آپ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوں گے ۔"

"خیر ۔ جیسے آپ کی مرضی ۔ کسی بھی قسم کی کوئی ضرورت ہو یا پریشانی محسوس ہو تو آپ مجھے فون ضرور کیجیے گا ۔ چاہے رات کے بارہ ہی کیوں نہ بجے ہوں ، میں سر کے بل حاضر ہو جاؤں گا ۔"

"اس ۔ اس کی ضرورت نہیں جناب ۔ آپ کا دو بجے تو ہی آ جائیے گا" فاروق نے گھبرا کر کہا اور وہ مسکرا اٹھے ۔ یعقوب بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا ۔

"ہمارے ملک کا ایک اہم آدمی رات کی پرواز سے ڈومان کے ایر پورٹ پر اترا ہے ۔ دراصل ہم اس کی تلاش میں ہیں ۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہیں ؟"

"اگر پہلے سے اطلاع ہوتی تو وہ ہماری نظروں سے چھپا نہیں رہ سکتا تھا ، لیکن ان حالات میں ، آپ خود سوچیے ، بھلا میں کس طرح اس کے بارے میں جان سکتا ہوں ؟ تاہم میں کوشش ضرور کر سکتا ہوں ۔ آپ مجھے اس کا نام لکھوا دیں ۔"

Malik ji

"بہت بہتر ۔ اس کا نام مرزا ناصر ہے ۔"

"کیا ۔ نہیں ۔" یعقوب بابا کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا ۔

○

ان سب نے حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا ۔ پھر انسپکٹر کامران مرزا بولے :

"خیر تو ہے ۔ آپ یہ نام سن کر چونک اٹھے ۔"

"اس لیے کہ میں آپ کو ان کے بارے میں بتا سکتا ہوں ۔ یہ تو براہِ راست ہمارے صدر صاحب کے مہمان ہیں ۔"

"کیا مطلب ؟" وہ زور سے چونکے ۔

"ان کے صدر سے دوستانہ تعلقات ہیں ۔"

"اوہ ۔" وہ دھک سے رہ گئے ۔ اسی وقت یعقوب بابا نے کہا :

"آپ نے کیا کہا تھا ۔ آپ ان کی تلاش میں ہیں ۔"

"جی ہاں ، میں نے یہی کہا تھا ۔"

"لیکن کیوں ۔ وجہ کیا ہے ؟" اس نے حیرت زدہ انداز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں پوچھا۔

"ٹھیک۔ بہت اہم معاملہ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ مرزا خاصر کون ہے؟" انسپکٹر جمشید نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ آپ کے ملک کا رہنے والا ہے اور ہمارے صدر کا گہرا دوست ہے۔"

"اس کے مذہب کے بارے میں کوئی بات؟"

"ہاں! یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے۔ اور خود کو جاوانی کہلاتا ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مرتد ہے۔ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، پھر آپ کے صدر نے اسے دوست کیوں بنا رکھا ہے، کیا انھیں اس کے مذہب کے بارے میں کچھ پتا نہیں؟"

"معلوم ہے، لیکن وہ ذرا روشن خیال ہیں۔"

"یہ روشن خیالی نہیں۔ اسلام سے دوری ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"شاید آپ کا خیال ٹھیک ہے، لیکن ہم لوگ یہ بات اپنے صدر سے کس طرح کر سکتے ہیں۔"

"اس شخص نے اور اس کی جماعت نے ہمارے ملک

Malik ji

کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور پھر ملک سے فرار ہو کر یہاں آ گیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے غمگین انداز میں کہا۔

"اوہ۔ بہت افسوس ناک خبر ہے۔"

"اب اگر ہماری حکومت آپ کی حکومت سے درخواست کرے کہ اس کو ہمارے حوالے کر دو تو آپ کی حکومت کا کیا جواب ہوگا۔ پہلے تو یہ بتائیے۔"

"یہ واقعی ایک الجھا ہوا سوال ہے۔ اگر معاملہ صدر صاحب کے دوست کا نہ ہوتا تو یقیناً ہماری حکومت آپ کی حکومت کا احترام کرتی اور اس شخص کو آپ کے حوالے کر دیتی۔ لیکن اب جب کہ وہ صدر صاحب کا دوست ہے۔ وہ کس طرح اسے آپ کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی تو سوچیے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔"

"ہاں! میں سوچ چکا ہوں۔ دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ تجارت بھی بند ہو جائے گی اور آمد و رفت بھی۔ دونوں ملکوں کے درمیان جس قدر معاہدے ہو چکے ہیں۔ وہ سب کے سب کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جائیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے مُلک کے صدر اس ایک شخص کے لیے یہ سب کر گزریں گے؟"

"ہم۔ میرا خیال ہے۔ آپ کی صدر صاحب سے مُلاقات کرا دیتا ہوں۔ آپ اس سوال کا جواب انھی سے لے لیجیے گا۔" یعقوب با نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم ان سے بھی مُلاقات کر لیتے ہیں اور یہ باتیں ان سے بھی کہنے کے لیے تیار ہیں، لیکن فیصلہ تو آپ سُنا ہی چکے ہیں۔"

"ضروری نہیں کہ میرا ہی خیال ٹھیک ہو۔ آپ ان سے مُلاقات ضرور کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم تیار ہونے میں چند منٹ لگائیں گے۔"

"ضرور کیوں نہیں۔" یعقوب با نے کہا۔

آدھ گھنٹے بعد وہ انشام کے صدر کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ ان سے بہت گرم جوشی سے ملا تھا، لیکن جب انسپکٹر جمشید نے مُلاقات کی وجہ بتائی تو اس کا منہ بن گیا:

"مسٹر مرزا ناصر میرے بہت گہرے دوست ہیں۔"

"وہ جاپانی ہے۔ اور کوئی جاپانی کسی مُسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔" انسپکٹر کامران مرزا کو غصّہ آ گیا۔

"یہ آپ کا خیال ہے۔ میرا نہیں۔" وہ بولا۔

"تو کیا آپ صرف ایک دوست کے لیے ایک مُلک کو ناراض کر لیں گے؟"

"میرا خیال ہے۔ آپ کے مُلک کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"اور اگر میں اس شخص کو اپنے مُلک کا مُجرم ثابت کر دوں۔" انسپکٹر جمشید نے تجویز پیش کرنے کے انداز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ یہی بات ہو۔ لیکن وہ ہمارے مُلک کا مُجرم نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ جب تک میں اسے آپ کے مُلک کا دشمن ثابت نہ کر دوں۔ اس وقت تک آپ اسے مُجرم خیال نہیں کریں گے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔" وہ بولے۔

"خیر۔ یوں ہی سہی۔ ہم یہ بھی کر لیں گے۔ ساتھ ہی آپ سے ایک درخواست بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ اپنے دوست کو ہمارے بارے میں نہیں بتائیں گے۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ یہ میں کر دوں گا۔" وہ مسکرایا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اُٹھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھڑے ہوئے۔

"ایک منٹ۔ میرا خیال ہے۔ آپ میرے بارے میں عجیب عجیب باتیں سوچ رہے ہوں گے۔ لیکن میں ایک مسلمان آدمی ہوں۔ اور مسلمان جب کسی کو دوست کر دیتا ہے۔ یا جب اپنے گھر میں اسے مہمان ٹھہرا لیتا ہے تو پھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

"ہوں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہیں۔"

"شکریہ!" اس نے کہا اور وہ باہر نکل آئے۔ باہر یعقوب با ان کا انتظار کر رہا تھا۔ مسکرا کر ان کی طرف بڑھا:

"آپ کا خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تاہم۔ ہم ان سے ایک اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگر ہم نے یہاں اس کا کوئی جرم ثابت کر دیا تو پھر اس کو ہمارے حوالے کر دیا جائے گا۔ یا یہاں کے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن وہ بھلا یہاں کوئی جرم کیوں کرنے لگا۔" یعقوب با نے مایوسانہ انداز میں منہ بنایا۔

"اس بات کو چھوڑیے۔ اور یہ بتائیے۔ جب بھی مرزا

Malik ji

ظاہر آتا ہے۔ یہاں تفریح وغیرہ کی غرض سے کس ہوٹل میں جانا پسند کرتا ہے۔"

"ہوٹل عمارہ۔" اس نے کہا۔

"کیا یہ بہت اچھا ہوٹل ہے؟"

"ہاں! ہمارے ملک کا سب سے اچھا ہوٹل، لیکن اس ہوٹل میں ایک خاص بات ہے۔" یعقوب با مسکرایا۔

"خاص بات بتانے کے سلسلے میں آپ مسکرائے کیوں، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ کوئی بہت ہی خاص بات ہے۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"ہاں! بالکل۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہوٹل عمارہ جاپانیوں نے بنایا ہے۔"

"ارے!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہماری حکومت نے ان کو خوشی سے اجازت دی تھی، اور اس وقت وہ ملک کا سب سے بڑا اور مشہور ہوٹل ہے۔ اس کے ریٹ بھی آسمان سے باتیں کرتے ہیں، چھوٹے موٹے دولت مند لوگ اس میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتے!"

"اوہ۔ تب تو ہمیں وہیں ٹھہرنا ہوگا۔"

"آپ۔ آپ ٹھہریں گے اس ہوٹل میں۔" اس نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حیران ہو کر کہا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میرا مطلب ہے۔ آپ انسپکٹر صاحبان تو ملازمت کرتے ہیں۔ آپ کے دونوں دوستوں سے میں واقف نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ مال دار ہوں، لیکن اس ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے۔ میں عرض کر چکا ہوں۔ صرف مال دار ہونا کافی نہیں ہے۔"

"میں تعارف کے طور پر صرف اتنا ہی کہوں گا کہ میرے یہ دوست افریقہ کی چند سونے کی کانوں کے مالک ہیں اور ان میں سے بڑی مقدار میں سونا نکل رہا ہے۔ میرے یہ دوست ملک کے سب سے بڑے سائنس دان ہیں۔ اور خاندانی طور پر ایک بہت بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ رہ گیا میں بے چارہ۔ اور انسپکٹر کامران مرزا۔ ہم بھی گرے پڑے سے تو ہیں ہی۔"

"اوہ۔ اوہ۔ تب تو۔ معاف کیجیے گا۔ آپ وہاں رہ سکیں گے۔"

"ہم وہاں رہیں گے ضرور۔ لیکن وہاں کی کوئی چیز کھا پی نہیں سکیں گے۔"

"کیوں؟" یعقوب با کے لہجے میں حیرت تھی۔

Malik ji

"جن لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ڈاکا ڈالا ہو۔ ہم ان کے ہاتھ کی یا ان کے ہوٹل کی یا ان کے کسی کارخانے کی بنی ہوئی کسی چیز کو کس طرح اپنے جسم میں داخل کر سکتے ہیں۔ ہم نے تو اپنے ملک میں ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔"

"واقعی۔ آپ لوگوں کا جذبہ قابلِ قدر ہے۔ حضور ﷺ سے محبت ہو تو ایسی۔ آئندہ میں بھی ان کی کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔ نہ استعمال کی کوئی چیز ان کے ہاں کی بنی ہوئی خریدوں گا۔"

"بہت خوب۔ اگر ہر مسلمان یہ عہد کر لے۔ تو چند ہی دن میں یہ ادھر اُدھر بھاگتے نظر آئیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ ایک سرکاری گاڑی میں ہوٹل شارود پہنچے۔ گاڑی سے اترنے کے بعد بھی کوئی بیرا ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ شاید اس لیے کہ وہ کسی شان دار کار سے نہیں، سرکاری گاڑی سے اترے تھے۔ آخر انھوں نے اپنا سامان خود اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھے۔ ہوٹل کی عمارت دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں بہت کم اتنے شان دار ہوٹل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

دیکھے تھے۔ دروازے پر مسلح چوکیدار موجود تھے۔ اور بیروں کی کافی بڑی تعداد کرسیوں پر بیٹھی تھی:

"کہاں چلے آ رہے ہیں جناب"! ایک بیرے نے منہ بنا کر کہا۔

"ٹھہریں گے بھئی اس ہوٹل میں۔"

"اس ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے ایک لمبی سی کار آپ کے پاس ہونی چاہیے۔"

"ہم غیر ملکی ہیں۔ کیا غیر ملکی بھی لمبی کاروں میں یہاں آتے ہیں" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ ہوٹل کی کاروں میں ہوٹل تک آتے ہیں۔ اپنے ملک سے ہی ہوٹل میں بکنگ کرا لیتے ہیں، پھر اپنی آمد کی اطلاع ہوٹل کو دیتے ہیں۔ یہاں سے کاریں بھیج دی جاتی ہیں۔"

"شکریہ۔ ہم لوگ تو پہلی مرتبہ یہاں آئے ہیں اور سرکاری سطح پر آئے ہیں۔ اور اس ہوٹل کے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا، اس لیے ہوٹل کے ضابطے پورے نہیں کر سکے، لیکن بہرحال ہم یہاں ٹھہرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو آپ بکنگ ہال میں چلے جائیں،

آپ کی بکنگ ہو جائے گی تو خدمت گار بھی آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

"شکریہ" انھوں نے کہا۔

اور اندر داخل ہو گئے۔ ہوٹل کے اندر ٹھاٹھ باٹھ نرالے تھے، لیکن انھیں ٹھاٹھ باٹھ سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ بکنگ ہال میں انھیں کرسیوں پر بیٹھ جانا پڑا۔ ان سے پہلے ہی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ معاملہ اگر مرزا خاور کا نہ ہوتا تو وہ کبھی اتنی زحمت نہ گوارا کرتے اور اٹھ کر کبھی اور ہوٹل کا رخ کرتے۔ آخر کار ان کی باری آئی۔ اور ایک لیڈی کلرک سے واسطہ پڑا:

"ہاں! آپ فرمائیے۔"

"ہمیں چار ڈبل کمرے چاہییں۔"

"اور کتنے دن کے لیے؟" اس نے پوچھا۔

"کم از کم ایک ہفتے کے لیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ایک بات ذہن نشین کر لیں۔ اگر آپ کمرے ایک ہفتے کے لیے لیں گے تو پھر ایک ہفتے کے بعد خالی کرنا ہوں گے، کیوں کہ اگلے دن سے ان کی بکنگ کسی اور کے لیے ہو چکی ہو گی۔ لہٰذا اگر آپ کو یہ خطرہ ہے کہ قیام لمبا ہو جا سکتا ہے۔ اسی وقت پندرہ دن کے

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیے بک کروا لیں۔"

"مشورہ نیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ پندرہ دن کے لیے بک کر دیں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"چھے لاکھ روپے عنایت فرمائیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"چھے لاکھ روپے۔ کس چیز کے؟"

"پندرہ دن کا کرایہ، چار ڈبل کمروں کا۔ اور کس چیز کا۔"

"کمرے کا ریٹ کیا ہے؟"

"دس ہزار روپے یومیہ۔" اس نے منہ بنایا۔

"اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔" خان رحمان نے جلدی سے ٹریولر چیک نکالا اور لکھ کر آگے سرکا دیا۔

"یہ آپ کے کمروں کے نمبر ہیں۔" اس نے ایک کاغذ ان کی طرف بڑھایا اور گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اور پھر چھے بیرے ان کی طرف بڑھے۔ دو منٹ بعد وہ اپنے کمروں کے سامنے کھڑے تھے۔ پھر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ بیروں نے ان کا سامان نیچے رکھ دیا۔

"اس ہوٹل کے مالک کا نام کیا ہے؟" شوکی نے ایک بیرے کی طرف دیکھا۔

"مرزا خاصر سر۔" اس نے کہا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔ یہ بات یعقوب بانے بھی انھیں نہیں بتائی تھی۔ شاید اسے معلوم ہی نہیں تھی۔

"کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟"

"وہ یہاں نہیں رہتے۔ ویسے سنا ہے۔ رات آئے ہیں۔ لیکن ابھی ہوٹل نہیں پہنچے۔"

"جب وہ ہوٹل آئیں تو ہمیں اطلاع دے سکتے ہیں؟"

"ضرور جناب۔ کیوں نہیں۔"

"شکریہ۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔"

بیرے چلے گئے۔ اور وہ اپنا سامان ترتیب سے رکھنے لگے۔ اس کام میں فرزانہ اور فرحت پیش پیش تھیں۔

"ہم یہاں آ تو گئے ہیں، لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ کیوں آئے ہیں۔" اخلاق بڑبڑایا۔

"مرزا خاصر سے ملاقات کریں گے۔ اور کس لیے آئے ہیں۔" شوکی نے اسے گھورا۔

"اور ملاقات کر کے اس سے یہ معلوم کریں گے کہ اس کامیابی کا راز کیا ہے۔" اشفاق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔" مکھن بولا۔

"اس کے ہوٹل میں ہم یہ کام کس طرح کر سکیں گے بھلا۔" فرحت نے جلدی سے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اللہ کے بھروسے پر۔" فاروق بولا۔

"شاید ہم کسی بڑے خطرے کو آواز دے چکے ہیں۔" فرزانہ نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ ضروری نہیں۔ کہ خطرے نے ہماری آواز سن بھی لی ہو۔" آفتاب بولا۔

"ہم۔ مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔" پروفیسر داؤد کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔

"کیا مطلب۔ عجیب سا احساس کیا۔" آصف نے جلدی سے کہا۔

"عجیب احمق ہو۔ بھئی عجیب احساس عجیب ہی ہوتا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"احمق ہوگے تم خود۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"ٹھہرو بھئی۔ پہلے پروفیسر صاحب کے عجیب احساس کے بارے میں جان لو، پھر اپنی ہانکنا۔" انسپکٹر کامران مرزا گھبرا کر بولے۔

"میں بتا نہیں سکتا۔" پروفیسر ہکلائے۔

"جی۔ کیا مطلب۔ آپ بتا نہیں سکتے۔"

"ہاں! بس۔ بتا نہیں سکتا۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"پھر ہمیں کس طرح معلوم ہوگا۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

پروفیسر داؤد نے کوئی جواب نہ دیا۔ انھوں نے انگلی ہونٹوں پر رکھ لی، سب کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا، پھر جیب سے قلم اور ایک کاغذ نکالا اور اس پر کچھ لکھنے لگے۔ کاغذ ان کی طرف سرکایا تو وہ سب ایک ساتھ آگے بڑھے اور دھک کر رہ گئے۔ پھر اس تحریر پر نظر پڑی۔ پروفیسر صاحب نے لکھا تھا:

"اس کمرے میں ہونے والی گفت گو سنی جا رہی ہے۔"

وہ دھک سے رہ گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سوراخ ہی سوراخ

انسپکٹر جمشید نے قلم ہاتھ میں لیا اور لکھا:

"آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگایا؟"

"اس کمرے میں ایسے آلات نصب ہیں۔ لیکن خفیہ طریقے سے۔ عام آدمی ان کی موجودگی نہیں بھانپ سکتا۔" جواب میں انھوں نے لکھا۔

"پھر کیا کریں؟" انسپکٹر جمشید نے لکھا۔

"میں اس نظام کو بے کار کر سکتا ہوں۔" انھوں نے لکھا۔

"ٹھیک ہے۔ کر دیں۔" انسپکٹر جمشید نے گویا اجازت دی۔

"محمود۔ اپنا چاقو دینا۔" پروفیسر داؤد نے لکھا۔

اور محمود نے چاقو انھیں دے دیا۔ پروفیسر داؤد نے چاقو ہاتھ میں لیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ کمرے میں بچھی مسہریوں میں سے ایک کے پائے کے قریب بیٹھ کر انھوں

نے چاقو کی نوک سے اشارہ کیا۔ وہاں باریک باریک سوراخ نظر آئے۔ ان سوراخوں کو دیکھ کر انھیں بھی یقین آ گیا کہ پروفیسر داؤد ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اب انھوں نے چاقو کی نوک سے اس جگہ کو کاٹ ڈالا۔ پائے میں ایک خانہ سا بنا ہوا تھا۔ اور اس میں بغیر تار کا ایک ننھا سا سپیکر موجود تھا۔ اب پروفیسر داؤد نے چاقو کی مدد سے ہی سپیکر کو کھول ڈالا اور اس کے اندر لگے تار اکھاڑ ڈالے۔ پھر انھوں نے اسے اسی طرح بند کر دیا۔ اور پائے کو پہلی حالت پر لے آئے۔ اب اوپر سے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس سپیکر کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے۔

"اب ہم اپنی باتیں کر سکتے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"بہت بہت شکریہ پروفیسر صاحب۔ سوال یہ ہے کہ کیا صرف اسی کمرے میں یہ انتظام ہے۔ یا یہاں کے تمام کمروں میں یہ چیز موجود ہے؟"

"ہمارے پاس تین کمرے اور ہیں۔ پہلے ہم ان کا جائزہ لے لیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئے۔ یہاں بھی ایک مسہری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کے پائے میں سوراخ نظر آئے۔ باقی دو کمروں میں بھی ایسا ہی نظر آیا۔ وہ پھر پہلے کمرے میں آئے:

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف ہمارے ان چار کمروں میں ایسا ہے یا اور کمروں میں بھی؟"

"یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ کسی پڑوسی کے کمرے میں جا کر۔" محمود بولا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ کام تم اور آصف کر آؤ۔ سب کے جانے کی ضرورت نہیں۔"

"جی بہتر!" دونوں نے ایک ساتھ کہا اور کمرے سے نکل کر ایک پڑوسی کے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا اور ایک عورت نظر آئی:

"فرمایئے!"

"ہم ابھی ابھی یہاں آئے ہیں۔ یہ ساتھ والے کمرے ہمارے ہیں۔ ہم نے سوچا۔ اپنے کسی پڑوسی سے ہی مل لیا جائے۔"

"اوہ ضرور۔ آیئے۔ تشریف لایئے!" عورت نے خوش اخلاق انداز میں کہا۔

وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔ اور عورت کے اشارہ کرنے پر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

یہ سنگل کمرہ تھا۔ کمرے کے درمیان میں ایک مسہری بچھی تھی۔ انھوں نے فوراً اس کے پائے دیکھ ڈالے۔ وہاں بھی سوراخ موجود تھے۔

"آپ یہاں کب سے ٹھہری ہوئی ہیں؟"

"ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ ابھی تین ہفتے اور ٹھہروں گی۔ میں اپنے گھر سے تفریح کرنے کے لیے نکلی ہوں۔"

"ہم یہاں پہلی مرتبہ آئے ہیں۔ یہاں کی کوئی خاص بات؟"

"خاص بات یہ خاص ہوٹل ہے۔ اس جیسا ہوٹل دنیا کے بڑے سے بڑے ملک میں بھی شاید ہی ہوگا۔"

"گویا آپ یہاں صرف اس ہوٹل میں ٹھہرنے کی غرض سے آئی ہیں۔" آصف نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"نہیں خیر۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ میں گھومنے پھرنے بھی جاتی ہوں، لیکن زیادہ وقت ہوٹل میں گزارتی ہوں۔"

"اچھا۔ بہت بہت شکریہ۔" دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ارے ارے۔ بیٹھیے!"

"نہیں بس۔ اب چلتے ہیں۔ ابھی ابھی آئے ہیں نا۔ سفر کی تھکن بھی نہیں اتاری۔"

"اچھا!" اس نے کہا۔

اور دونوں باہر نکل آئے۔ پھر اپنے کمرے میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

داخل ہوئے:

"وہاں بھی سوراخ موجود ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے۔ ہر کمرے میں یہ انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن کیوں۔ ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟" خان رحمان بڑبڑائے۔

"اس کا جواب بہت سیدھا اور صاف ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ذرا ہم بھی تو سنیں۔" پروفیسر داؤد چونکے۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ انھوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود نے چٹخنی گرا دی۔ انھوں نے دیکھا۔ مکینک نما ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"میں اس کمرے کی چیزوں کو چیک کروں گا۔ کوئی چیز خراب تو نہیں۔ اور باقی تینوں کو بھی۔"

"تشریف لائیے۔" انسپکٹر جمشید نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تو آپ کو زحمت ہوگی۔ آپ لوگ اپنے دوسرے کمرے میں چلے جائیں ذرا دیر کے لیے۔"

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا۔ شاید وہ چاہتے تھے کہ اس کی اس بات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

اور وہ باہر نکل آئے۔ مکینک نے دروازہ بند کر لیا۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھے، پھر انسپکٹر کامران مرزا پہلے کمرے کے دروازے کی طرف پلٹ گئے اور اس کے تالے کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ انھوں نے دیکھا۔ مکینک اسی خانے کو کھولے بیٹھا تھا اور جلدی جلدی تار جوڑ رہا تھا۔ صرف دو منٹ میں وہ فارغ ہو گیا۔ اور دروازے کی طرف بڑھا۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے پیچھے ہٹ آئے اور دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ باقی ساتھی دروازے سے ہی لگے کھڑے انھیں دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔ اسی وقت مکینک دروازے پر نمودار ہوا اور بولا:

"اب آپ اسی کمرے میں چلے جائیں۔ ہر چیز ٹھیک ہے۔"

"شکریہ۔" وہ باہر نکل گئے۔ مکینک اندر داخل ہو گیا۔ پانچ منٹ بعد وہ ان کے پاس آیا اور بولا:

"میں نے ہر چیز چیک کر لی ہے جناب۔ کوئی خرابی نہیں ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بہت بہت شکریہ۔" وہ مسکرا دیے۔

گیگنگ مڑا اور برآمدے میں قدم اٹھانے لگا۔ انسپکٹر جمشید نے شوکی کو اشارہ کیا۔ وہ فوراً اٹھا اور اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ تین منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس نے منہ سے کچھ کہنا چاہا تھا کہ انسپکٹر جمشید نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ہاتھ میں قلم تھما دیا، شوکی مسکرا دیا اور پھر اس نے کاغذ پر لکھا:

"یہاں سے قریب ہی کنٹرول روم ہے۔ گیگنگ اس میں جا بیٹھا ہے۔"

"ہوں۔ اسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس کمرے میں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ آؤ۔ ذرا ہال کی خبر لے آئیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ نیچے اترے اور ہال میں داخل ہوئے۔ ہر کمرے کے نمبر کے مطابق ہی ہال میں میزوں کے نمبر تھے۔ وہ اپنی میزوں پر جا کر بیٹھ گئے۔

"میں اب ایک عدد ہنگامہ کھڑا کرنے لگا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو کیا انکل۔ اس وقت ہنگامہ بیٹھا ہے۔" آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

Malik ji

"ہاں۔ دیکھو اب میں ہنگامہ کھڑا کرنے لگا ہوں۔" وہ مسکرائے، پھر ان کے منہ سے ایک باریک اور تیز آواز نکلی، جو ہال میں گونج کر رہ گئی:

"یہ ہوٹل شریفوں کی جگہ نہیں ہے۔"

ہال میں یک لخت سناٹا چھا گیا۔ ساز جو مسلسل بج رہا تھا۔ یک دم دم توڑ گیا۔ ہر کسی کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ ان کے منہ انسپکٹر جمشید کی طرف گھوم گئے۔ کتنی ہی دیر تک سب لوگ انھیں کھا جانے والے انداز میں گھورتے رہے۔ پھر سفید لباس والا ایک شخص جو شکل صورت سے بہت خون ناک بھی نظر آ رہا تھا۔ ان کی طرف بڑھنے لگا، نزدیک پہنچ کر اس نے شریفانہ لہجے میں کہا:

"آپ نے کچھ کہا تھا؟"

"ہاں، کہا تو تھا۔"

"کیا کہا تھا۔ ذرا پھر سے کہیے۔"

"یہ ہوٹل شریفوں کی جگہ نہیں ہے۔"

"مینیجر صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے اب بھی نرم آواز میں کہا۔

"ان سے کہو۔ یہیں آ کر۔ سب کے سامنے بات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"سب لوگ اس قسم کی گفتگو پسند نہیں کریں گے۔"
اس نے کہا۔

"کیوں پسند نہیں کریں گے۔ یہ ان لوگوں کا بھی مسئلہ ہے۔ یہ بھی آخر یہاں رہائش پذیر ہیں۔ اور ہاں اگر میں اپنی بات ثابت نہ کر سکا تو پھر جو چور کی سزا وہ میری۔" انھوں نے پُرسکون اور ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

"پھر سزا ہماری پسند کی ہوگی۔" اس نے کہا۔

"چلو منظور۔" وہ بولے۔

سفید لباس والا مڑ گیا۔ ہال سے اسے جاتے سب لوگ دیکھتے رہے۔ آخر وہ ایک بھاری بھرکم آدمی کے ساتھ پھر ہال میں داخل ہوا :

"کیا بات ہے مسٹر۔" اس کی آواز بھی کم بھاری نہیں تھی۔

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ ہوٹل شریفوں کے قابل نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہماری ہر چیز معیاری ہے۔ ہم ہر چیز میں نفاست کا خیال رکھتے ہیں۔ پورے ہوٹل میں ایک مکھی بھی نہیں دکھائی جا سکتی۔ بیرے کسی چیز کو ہاتھ سے نہیں چھوتے، ہر چیز کو مشینوں کے ذریعے پکڑا جاتا ہے۔ چیزوں کی تیاری میں بھی صرف مشینوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔ ہاتھ نہیں لگائے جاتے۔ فرنیچر دنیا بھر میں سب سے زیادہ پسندیدہ فرموں کا تیار کردہ خریدا گیا ہے۔ غسل خانوں میں صفائی وغیرہ کے انتظامات جدید ترین ہیں۔ ان میں ذرہ بھر بھی کہیں کوئی نقص نہیں دکھایا جا سکتا۔ ان حالات میں بھی اگر کوئی یہ کہے کہ یہ جگہ شریفوں کے رہنے کے قابل نہیں تو پھر میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ نقص اس ہوٹل میں نہیں، کہنے والے کے دماغ میں ہے۔" وہ روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

"آپ اپنی بات مکمل کر چکے۔ اگر کچھ اور کہنا ہے تو وہ بھی کہہ لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں۔ میں بات مکمل کر چکا۔ اب آپ کی باری ہے۔ آپ کا دو ہفتے کا کرایہ اور سامان ہوٹل سے باہر بھجوایا جا چکا ہے۔ مجھ سے بات مکمل کر کے جب آپ باہر جائیں گے تو وہ چیزیں آپ کو آپ کی گاڑی میں رکھی ملیں گی، لیکن اگر آپ جا سکے۔"

"تو آپ کا خیال ہے۔ ہم جا نہیں سکیں گے؟"

"نہیں۔ ہمارے ہوٹل پر اس قدر سنگین الزام زندگی میں پہلی بار لگا ہے۔ میں نے پولیس کو بھی فون کر دیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔ میرا خیال ہے۔ پولیس آپ کو یہاں سے پولیس اسٹیشن لے جائے گی۔"

"آپ بھی یعقوب با کو فون کر دیں کاؤنٹر سے۔" انسپکٹر جمشید انسپکٹر کامران مرزا کی طرف مڑے۔

"ہاں! ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا مطلب؟" مینیجر چونکا۔

"آپ نے پولیس کو فون کیا ہے یا نہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"بالکل کیا ہے۔ یہ ہمارا حق تھا۔"

"تب ہمارا بھی یہ حق ہے کہ ہم سے کوئی زیادتی نہ کرنے پائے۔ اس لیے ہم اپنے حمایتی کو یہاں بلائیں گے۔"

"اوہ! ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔" اس نے خوش ہو کر کہا، پھر بولا:

"ضرور فون کریں۔ کوئی اعتراض نہیں۔"

اب سب لوگ اپنی مشغولیات کو بھول کر ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ انسپکٹر کامران مرزا نے یعقوب با کے نمبر ملائے اور بولے:

"ہیلو مسٹر یعقوب با۔ کامران مرزا عرض کر رہا ہوں۔"

Malik ji

یہاں آپ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اگر آپ آ سکیں۔"

"میں ضرور آؤں گا۔ ابھی پہنچ رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا ریسیور رکھ کر مڑے ہی تھے کہ ہوٹل کے باہر پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیے، اور پھر چند پولیس آفیسر اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا:

"کیا بات ہے مسٹر بارٹانی؟"

"آپ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔" بارٹانی نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

"بالکل دیکھ رہا ہوں سر۔" اس نے کہا۔

"ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ہوٹل شریفوں کے قابل نہیں۔"

"کیا!!!" وہ زور سے چلایا۔

"ہاں! ان کا یہی کہنا ہے۔ اور یہ کہ انھوں نے ہوٹل کی ساکھ کو زبردست نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا آپ انھیں گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" پولیس انسپکٹر اور آگے بڑھا۔

"ابھی نہیں جناب۔ صرف اس وقت جب ہم اپنی بات ثابت نہ کر سکیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا مطلب؟" وہ چونکے اُٹھے۔

"اگر ہم یہ بات ثابت کر دیں تو پھر آپ ہمیں کس طرح گرفتار کر سکیں گے؟"

"بات معقول ہے۔ ثابت کریں۔"

"ہم نے بھی کسی کو فون کیا ہے۔ پہلے انھیں تو آ لینے دیں۔"

"اور وہ کون ہیں۔"

"مسٹر یعقوب با۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب۔ مسٹر یعقوب با۔ آپ کا مطلب ہے۔ سیکرٹری وزارتِ خارجہ۔" پولیس انسپکٹر چونکا۔

"ہاں! ہم یہاں ان کے مہمان ہیں۔"

"اگر آپ ان کے مہمان ہیں تو پھر ہوٹل میں کیوں ٹھہرے ہیں۔" پولیس انسپکٹر بولا۔

"ہماری مرضی۔" خان رحمان نے کہا۔

"اب نہ جانے مسٹر یعقوب با کب آئیں۔ آپ ثبوت پہلے ہی دے دیں۔ ان کی کیا ضرورت ہے۔"

"ثبوت اتنا معمولی نہیں۔ بہت اہم ہے۔ اس ہوٹل کی بنیادیں ہل جائیں گی۔"

"بہت دیکھے ہیں بنیادیں ہلانے والے۔ آج تک کوئی

Malik ji

ہلا تو سکا نہیں۔" بارثانی بولا۔

"لیکن جناب۔ ہم جیسے ہرگز نہیں دیکھے ہوں گے۔" فاروق بولا۔

"آج تو دیکھ لیے ہیں۔"

عین اسی وقت باہر ایک گاڑی آ کر رکی۔ پھر زور سے بگل بجا:

"اوہ۔ سر آ گئے۔" بارثانی کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ سب کے سب بیرے بھی دوڑے۔ انھوں نے دیکھا، ان سب کے درمیان مرزا خاسر چلا آ رہا تھا۔

○

"لیجیے۔ مرزا خاسر آ پہنچا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"ہمیں بھی اسی کا انتظار تھا۔" محمود بولا۔

اسی وقت انھوں نے دیکھا۔ بارثانی دبی آواز میں مرزا خاسر سے کچھ کہ رہا تھا۔ فوراً ہی اس نے ان کی طرف دیکھا، پھر اس کا منہ بن گیا۔ شاید وہ ان لوگوں کو پہچانتا تھا۔ اس کے قدم ان کی طرف اُٹھنے لگے:

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"مسٹر بارٹمانی۔ شاید تم ان لوگوں کو نہیں جانتے۔ یہ میرے ملک کے مشہور و معروف سراغ رساں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔"

"اوہ!" کئی آوازیں ابھریں۔ چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔

"اور اگر انھیں کوئی نقص نظر آیا ہے تو پھر یقیناً کسی چیز میں نقص ہوگا۔ لہٰذا ہم ان سے معذرت کر لیتے ہیں اور نقص کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔" مرزا خاصر نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں جناب۔ آپ لوگ اس نقص کو دور نہیں کریں گے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"پتا نہیں بات کیا ہے۔ میں تو بس اتنی سی بات جانتا ہوں کہ آپ لوگ میرے ہوٹل کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، لیکن ایسا نہیں کر سکیں گے اور یہاں کے قانون کے مطابق آپ کو سزا بھگتنا ہوگی۔"

"ہم تیار ہیں۔ لیکن پہلے صفائی کا موقع تو دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔ فرمائیے آپ کو کیا نقص نظر آیا ہے۔"

"ہم دراصل اپنے ایک مہربان کا انتظار کر رہے تھے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہ جانے ان کے مہربان کب آئیں گے۔ ہم یہاں کھڑے تو نہیں رہ سکتے۔" بارٹمانی جھلا اٹھا۔

"آپ سب لوگ تشریف رکھیے۔ کھڑا ہونے کے لیے کون کہہ رہا ہے۔" محمود مسکرایا۔

ان کے منہ پھول گئے۔ اب ہال میں موجود دوسرے لوگ بھی اکتاہٹ محسوس کرنے لگے تھے۔ پہلے دلچسپی کی لہر دوڑ گئی تھی، اب وہ لہر غائب ہو چکی تھی۔ لوگ پھر کھانے پینے میں مشغول ہو چکے تھے، لیکن اسی وقت ایک لمبی کار ہوٹل کے دروازے پر رکی۔ اور یعقوب با اس سے اتر کر اندر داخل ہوا۔ اب پھر سب ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا معاملہ ہے بھئی۔" اس نے اندر آتے ہوئے کہا، پھر اس کی نظر مرزا خاصر پر پڑی۔ وہ زور سے چونکا:

"اوہ۔ سر آپ بھی یہاں ہیں؟"

"ہاں بھئی۔ آخر یہ میرا ہوٹل ہے۔"

"جی۔ کیا فرمایا۔ یہ آپ کا ہوٹل ہے۔ یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔"

"حیرت ہے۔ آپ کو یہ بات معلوم نہیں۔ جب کہ ہم لوگوں کو معلوم ہے۔ خیر ایسا بھی ہوتا ہے۔ اب سنیے معاملہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کیا ہے: "یہ کہ مرزا ناصر نے خود ہی انسپکٹر جمشید کے الزام کے بارے میں بتا ڈالا۔

"آپ نے یہ الزام کیوں لگایا؟" مسٹر یعقوب یا ان کی طرف مڑے۔

"ہم الزام لگانے پر مجبور تھے، کیوں کہ الزام غلط نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہو۔ اچھا!" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! اگر ہم ثابت نہ کر سکے۔ تو اپنے لیے ہر سزا منظور ہو گی۔" انھوں نے کہا۔

"جانے کب ثابت کریں گے۔" مرزا ناصر نے جل بھن کر کہا۔

"ابھی لیجیے۔ یہ کیا مشکل کام ہے۔ لیکن ہمیں اس کے لیے رہائشی کمروں میں سے چند ایک کمروں میں چلنا ہو گا۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" مرزا ناصر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایسے میں محمود نے رک کر کہا:

"نہیں جناب! اس طرح تو مزا نہیں آئے گا۔"

"کیا مطلب؟" وہ ٹھٹک گئے۔

"ہال میں سے کچھ گاہکوں کو بھی لے لینا چاہیے۔ تاکہ ہر کسی کو معلوم ہو جائے کہ الزام درست ہے یا نہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" ہال میں کئی آوازیں ابھریں۔

"میرا خیال ہے، اس کی ضرورت نہیں۔" بارشانی نے منہ بنایا۔

"حرج بھی کیا ہے۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"خیر۔ چند گاہک ساتھ چلیں۔" مرزا ناصر بولا۔

اور ایک چھوٹا سا قافلہ رہائشی کمروں تک پہنچ گیا۔ وہ انھیں اپنے کمروں کی طرف لے آئے۔ پہلے کمرے میں داخل ہوتے، محمود پہلے ہی غیر محسوس طور پر چاقو نکال چکا تھا۔

"یہ سوراخ دیکھ رہے ہیں آپ لوگ۔" پروفیسر داؤد ڈرامائی انداز میں بولے۔

"جی ہاں۔ بالکل دیکھ رہے ہیں۔" گاہک ایک ساتھ بولے۔ لیکن ان کی آوازوں میں مرزا ناصر اور بارشانی کی آوازیں شامل نہیں تھیں۔ ان کے رنگ یک لخت اڑ گئے تھے، شاید ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ یہ نقص دکھانے والے ہیں۔

"اب میں آپ کو ان سوراخوں کا راز بتاتا ہوں۔" پروفیسر داؤد بولے اور فرش پر بیٹھ گئے۔ اب وہ چاقو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

والے ہاتھ کو حرکت میں لے آئے۔

"سوراخوں کا ولا" فاروق کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"کیوں؟ تمہیں کیا ہوا؟"

"یہ۔۔ یہ۔۔ یہ تو کسی ناول۔" فاروق نے کہنا چاہا، لیکن فرزانہ نے جھنجھلا کر اس کی بات کاٹ دی۔

"اچھا بس۔ خاموش۔ موقع محل بھی دیکھا کرو۔"

"ہاں۔ لیکن فرزانہ یہ بھی تو دیکھو کہ نام کس قدر زبردست ہے۔" فاروق سے رہا نہ گیا۔

"بھئی تم کوئی مصنف تو ہو نہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا۔ مصنف بنتے کیا دیر لگتی ہے۔ یا پھر یہ نام کسی مصنف کو تو لکھ کر بھیجا ہی جا سکتا ہے۔"

"اچھا بابا۔ بھیج دینا۔" فرحت بولی۔

"آپ سب تو میرے اور میرے عنوان کے پیچھے ہاتھ دھو کر ہی پڑ گئے۔" فاروق جل گیا۔

اتنے میں پروفیسر خانہ کھول چکے تھے۔

"یہ۔ یہ کیا ہے؟" سب گاہک حیرت زدہ انداز میں بول اٹھے۔

"کیوں جناب۔ بادشاہ۔ یہ کیا ہے؟"

"یہ۔ بیروں کے بلانے کے لیے میزوں پر جو بٹن لگے ہوتے ہیں۔ ان کا کنکشن ان تاروں تک آتا ہے۔" اس نے مشکل سے بات بنائی۔

"ارے میاں جاؤ۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"کیوں۔ کیوں۔ کیا ہوا؟" ایک گاہک بولا۔

"اس ہوٹل کے ہر کمرے میں ہونے والی گفتگو ٹیپ کی جاتی ہے۔"

"ہاں۔ لیکن۔ ہوٹل والوں کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت؟"

"اس بات کا جائزہ تو اب لیا جائے گا۔ ایسے خانے ہر کمرے کی مسہری کے پائے میں موجود ہیں۔ اور ان سب کی آوازیں سننے کے لیے کنٹرول روم موجود ہے۔ کنٹرول روم بھی یہاں سے نزدیک ہی ہے۔ وہاں پر ہر وقت ایک یا دو آدمی موجود رہتے ہیں۔ کوئی آلہ اگر کام کرنا بند کر دے تو انہیں پتا چل جاتا ہے۔ وہاں سے فوراً ایک آدمی اس کمرے میں آتا ہے۔ اور بہانے سے آلہ درست کر کے چلا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمروں میں ہونے والی باتیں ٹیپ ہوتی رہتی ہیں اور بعد میں ان کو سنا جاتا ہے۔ سننے کے بعد کام کی گفتگو الگ کر لی جاتی ہے۔"

"کام کی گفتگو سے آپ کی کیا مراد؟" ایک گاہک بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اب ان کی دل چسپی خوف میں بدلتی جا رہی تھی۔

"جس گفت گو کے ذریعے یہ کسی کو بلیک میل کر سکیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ اب وہ سب کے سب یک دم مرزا ناصر اور بادشانی کی طرف مڑے اور چونک اٹھے:

"ارے! وہ کہاں گئے۔" محمود چلا اٹھا۔

وہ سب دوڑ کر برآمدے میں آئے، لیکن دونوں کا کہیں پتا نہیں تھا۔

"میرا خیال ہے۔ ہمیں فوراً ہوٹل کے باہر پہنچ جانا چاہیے۔ وہ فرار ہونے کی کوشش میں ہوں گے۔"

وہ بلا کی تیزی سے باہر پہنچے۔ چاروں طرف کا جائزہ لیا گیا، لیکن ان کا کہیں نشان تک نظر نہیں آیا۔

"مسٹر یعقوب با۔ ہوٹل کو گھیر لیا جائے اور اس کی اچھی طرح تلاشی لی جائے۔ ہو سکتا ہے، وہ دونوں ہوٹل میں ہی کہیں موجود ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے خیال پیش کیا۔

"ہاں! اب یہ کرنا ہی ہوگا۔"

اس تجویز پر بھی عمل کیا گیا، لیکن مرزا ناصر اور بادشانی نہ ملے۔ اب وہ ایوانِ صدر پہنچے۔ الشام کے صدر نے ان

استقبال پُر جوش انداز میں کیا، پھر بولے:

"میں جانتا ہوں۔ آپ مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ان کے لہجے سے اداسی ٹپک رہی تھی۔

"کیا مطلب۔ آپ کس طرح جانتے ہیں۔" خان رحمان چونکے۔

"آپ ہوٹل غمارہ کی بات کرنا چاہتے ہیں نا۔" صدر نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ جناب۔ اس کا مطلب ہے۔ آپ تک پہلے ہی رپورٹ پہنچ چکی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! اور مجھے دکھ ہوا ہے۔ لیکن افسوس۔ ہوٹل غمارہ سیل نہیں کیا جا سکتا۔ نہ مرزا ناصر کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا اس لیے سر۔ کہ وہ آپ کے دوست ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں! اگر وہ صرف میرے دوست ہوتے تو میں انہیں ضرور گرفتار کرتا، لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ جیگال کے صدر کا بھی بہت اچھا دوست ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"تو کیا ہوا سر۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"آپ لوگ نہیں جانتے۔ ہم نے ان دنوں بیگال سے صلح کا معاہدہ کر رکھا ہے۔ بہت عرصے تک ہماری اس سے جنگ ہوتی رہی ہے، لیکن اس جنگ میں ہم ہی نقصان اُٹھاتے رہے اور ملک حد سے زیادہ کمزور ہو گیا۔ لہٰذا مجبوراً دب کر صلح کا معاہدہ کرنا پڑا۔ اور اب وہ اس معاہدے کی روشنی میں ہم پر دباؤ ڈال سکتا ہے۔ ہم اس کی بات ماننے پر مجبور ہیں۔"

"لیکن سر۔ یہ صلح آپ کے ملک کے لیے بھلا کس طرح مفید ثابت ہو سکتی ہے؟"

"ہم نئے سرے سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔" وہ بولے۔

"لیکن اس دوران بیگال اور طاقت ور ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کا حل یہ صلح نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہ کہ اردگرد کی مسلم حکومتوں کے ساتھ مل کر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے، لیکن ہمارے آپس کے اختلاف ہی ختم نہیں ہو پاتے۔"

"تب پھر بیگال ایک ایک ملک کو ہڑپ کرتا چلا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس وقت ضرورت صرف اتحاد کی ہے۔ اور اتحاد ہو نہیں رہا۔"

"اگر مسلم ممالک زندہ رہنا چاہتے ہیں اور عزت کی زندگی چاہتے ہیں تو انہیں اتحاد کرنا ہوگا۔ ورنہ تباہی ان کا مقدر بن جائے گی۔ بہرحال یہ آپ کا مسئلہ ہے۔ آپ بے شک مرزا غاسر کو گرفتار نہ کریں، لیکن گرفتار نہ کرنے کی صورت میں بھی بیگال آپ کا دوست نہیں بن جائے گا۔ میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ مرزا غاسر کو گرفتار کر لیں۔ اور جنگ شروع کر دیں۔ تاکہ جس بڑی تباہی کا سامنا چند سال بعد کرنا ہے۔ آج اس سے کم بڑی تباہی کا سامنا کیوں نہ کر لیا جائے؟"

"اچھا! میں غور کروں گا۔ اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو مشورے کے لیے دعوت دوں گا۔ فی الحال آپ مرزا غاسر کو بھول جائیں۔"

"بہت بہتر!"

وہ بوجھل دل لیے وہاں سے لوٹے۔ یعقوب بانے ان کی رہائش کا انتظام ایک اور ہوٹل میں کر دیا۔ اس ہوٹل کے کمرے میں اطمینان سے بیٹھنے کے بعد خان رحمان بولے:

"اب کیا کرنا ہے؟"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہمیں ہر حال میں مرزا خاسر کو اغوا کرنا ہے۔ تاکہ اس سے بڑی کامیابی کا راز معلوم کیا جا سکے۔"

"لیکن اب ہم اسے کہاں تلاش کریں۔" فرزانہ بولی۔

"تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ــ وہ ہوٹل غمادہ میں ہی مل جائے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ــ

آخری ہچکی

"ہے کوئی تک ۔ بھلا مجھے اور تمہیں مرزا خاسر کو اغوا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"تو پھر ۔ اور کس کو بھیجنا چاہیے تھا، کیا تمہارا خیال ہے، ہم دونوں بالکل ناکارہ ہیں۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"ارے ۔ ناکارہ ہوگے صرف تم ۔ میرے بارے میں تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"اور میں نے کہا بھی نہیں ۔ صرف تمہارا خیال پوچھا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ انکل جمشید اور ابا جان کو یہ کام اپنے ذمے لینا چاہیے تھا۔" آفتاب بولا۔

"بھئی دم کیوں نکلا جا رہا ہے ۔ ہمت نہیں تھی تو ڈر تے ۔ خیر ۔ اب بھی واپس جا سکتے ہو ۔ میں کر لاتا ہوں اسے اغوا۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"آگئے بڑے بہادر۔ جاؤ تم۔ میں اکیلا ہی اغوا کر کے دکھاتا ہوں اسے۔"

"یا تو میرے ساتھ بھی اغوا کرتے گھبرا رہے تھے۔ یا اب اکیلے ہی کرو گے۔ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"اغوا تو وہی کرتے ہیں جن کا دماغ چل جاتا ہے۔" آفتاب مسکرایا۔

"اوہ تو یوں کہو۔ تمہارا دماغ۔ ارے۔ مگر۔ تم تو ساتھ میں میرا بھی دماغ چلا ہوا بتا رہے ہو۔ تمہاری یہ مجال۔" فاروق بھنا اٹھا۔

"اگر ہم اپنی اپنی مجال اور ہمت کی بات کرتے رہے تو ضرور ہی مرزا ناصر تک پہنچ جائیں گے۔" آفتاب بولا۔

"ہمیں مرزا ناصر تک جانے کی ضرورت ہی کیا ہے، ہم اس کی کار میں دبک جاتے ہیں۔" فاروق نے تجویز پیش کی۔

"شاید تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ کار میں دبک جانے سے پہلے کار کا دروازہ کھولنا پڑتا ہے اور اس سے بھی پہلے کار تک پہنچنا پڑتا ہے۔ اور کار پارک کے دروازے پر بھی ایک عدد نگران موجود ہے۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"اور شاید تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ میری جیب میں ایک عدد ماسٹر چابی موجود ہے۔ ہم اس وقت میک اپ میں ہیں اور ہم بغیر کھٹکے پارک تک جا سکتے ہیں۔ چوکیدار ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا اور اگر دیکھ بھی لے تو ہم اس کو اُلّو بھی بنا سکتے ہیں۔"

"اوہو اچھا۔ تو پھر ہم یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ باتیں کیوں بگھار رہے ہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"اس لیے کہ تم میرے ساتھ ہو، اگر تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں کبھی بھی باتیں نہ بگھارتا۔"

"ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے۔" آفتاب بولا۔

"اچھا اب آؤ۔" فاروق جل کر بولا اور کار پارک کی طرف بڑھا۔ انھوں نے ہوٹل کے ہال میں موجودگی کے دوران مرزا ناصر کی لمبی کار دیکھی تھی اور اس کا رنگ اور نمبر ذہن نشین کر لیے تھے۔ وہ چوکیدار کے پاس سے گزرتے چلے گئے۔ اور کاروں کی قطاروں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ چوکیدار نے پہلے تو انھیں مشتبہ نظروں سے دیکھا، پھر بولا:

"ارے۔ تم لوگ چل قدمی کر رہے ہو کیا؟"

"نہیں جناب۔ ہم صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا ایک مہربان ہوٹل میں موجود ہیں یا نہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"یہ دیکھنے کا یہ کیا طریقہ ہوا۔"

"اگر یہاں ان کی کار موجود ہے تو وہ بھی اندر ضرور ہوں گے۔" آفتاب بولا۔

"اوہ۔ اچھا۔" اس نے سر ہلایا اور کسی خیال میں گم ہو گیا۔

دونوں پھر آگے بڑھے اور پھر مرزا ناصر کی کار کے قریب جا کر رک گئے، انھوں نے مڑ کر ایک نظر چوکیدار پر ڈالی، وہ اب اونگھ رہا تھا۔ دونوں یک دم نیچے بیٹھ گئے اور اسی حالت میں فاروق نے جیب میں ہاتھ ڈالا، ساتھ ہی سرگوشی کی:

"اب دعا کرو، پہلی ہی کوشش میں چابی باہر نکل آئے۔"

"یا اللہ۔ فاروق کی جیب سے سوائے چابی کے کچھ نہ نکلے اور اگر اتفاق سے کوئی اور چیز نکل آئے تو اس کو بھی چابی میں تبدیل کر دے۔"

"آمین۔" فاروق نے کہا اور پھر ہاتھ باہر نکالتے ہوئے بولا:

"یہ لو۔ ماسٹر چابی نکل آئی۔"

آفتاب نے دیکھا، فاروق کے ہاتھ میں واقعی ماسٹر چابی تھی۔

"شکر ہے اللہ کا۔ اس نے میری دعا سن لی۔" آفتاب خوش ہو گیا۔

جوں ہی آفتاب کا جملہ ختم ہوا، انھوں نے چوکیدار کی آواز سنی:

"ارے۔ وہ دونوں لڑکے کہاں گئے۔ کہیں نظر نہیں آ رہے۔ شاید چلے گئے۔ مم۔ مجھے۔ مجھے اونگھ آ گئی تھی، اف۔ اگر مرزا ناصر مجھے اونگھتے دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی چوکیدار بولا:

"لو۔ وہ آ گئے۔"

دونوں نے گھبرا کر ماسٹر چابی کی طرف دیکھا۔ اب ان کے پاس وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ فاروق نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ چابی پچھلے دروازے کے تالے کے سوراخ میں داخل کر دی۔ ہلکی سی کلک کی آواز نے ان کا خوف دور کر دیا اور جوش کی حالت طاری کر دی۔ انھوں نے دروازہ تھوڑا سا کھولا اور اندر رینگ گئے۔ اب وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان دبکے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے اپنے جسموں کو بالکل سکیڑ لیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پھر کار میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ ادھر ابھی انھوں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا، کیوں کہ بند کرنے کی صورت میں آواز پیدا ہوتی۔ اگلا دروازہ کھلا۔ اور مرزا خاسر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور پھر جب اس نے دروازہ بند کیا، عین اس کے ساتھ فاروق نے دروازہ بند کیا۔ دونوں دروازوں کی آواز ایک ساتھ گونجی۔ لہٰذا مرزا خاسر کو احساس نہ ہو سکا۔ کار پارک سے نکلی، گیٹ پر کھڑے چوکیدار نے مرزا خاسر کو سلام کیا اور کار تیر کی طرح آگے بڑھ گئی۔

چند سیکنڈ تک انتظار کرنے کے بعد دونوں کے ہاتھ حرکت میں آئے۔ فاروق نے جیب سے پستول نکالا۔ پھر آفتاب کی طرف دیکھا۔ وہ بھی پستول نکال چکا تھا۔ اب فاروق کا ہاتھ اس کی گدی کی طرف بڑھا اور آفتاب کا پہلو کی طرف۔ فاروق کے پستول کی نال اس کی گدی سے جا لگی اور آفتاب کے پستول کی نال اس کی بائیں پسلیوں سے۔ ساتھ ہی فاروق نے سرد آواز میں کہا:

"حرکت کرنے کی کوشش کی اور گئے کام سے۔"

"کون ہو تم؟" مرزا خاسر نے ڈرے بغیر کہا۔

"تمھاری موت۔" آفتاب بولا۔

"کیا چاہتے ہو؟" وہ بولا۔

"تمھاری موت۔" فاروق نے کہا۔

"کوئی اور بات کرو۔ کتنی رقم چاہیے؟"

"سیدھے چلے چلو۔ جس طرف ہم بتائیں گے۔ صرف اس طرف مڑنا ہوگا۔ ورنہ گردن مڑ جائے گی۔"

"اچھا۔ تو تم کہیں اور چل کر بتاؤ گے کہ تم لوگوں کو کتنی رقم درکار ہے۔" اس نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" آفتاب نے کہا۔

گاڑی میں سکوت طاری ہو گیا۔ صرف انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔ یہ سفر کافی دیر جاری رہا۔ اب مرزا خاسر کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے تھے:

"تم لوگ تو مجھے شہر سے باہر نکال لائے۔"

"اس لیے کہ شہر میں تمھارے حمایتی بہت ہیں۔ اور حمایت کرنے والے لوگ ہمیں پسند نہیں۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تم ہو کون؟"

"ارے۔ ابھی تک نہیں پہچانا۔ گاڑی روک دو۔"

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔

"اب دروازہ کھول کر باہر نکل جاؤ۔" آفتاب نے اسے حکم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

دیا۔

اس نے ایسا ہی کیا۔

"درختوں کی طرف بڑھنا شروع کر دو۔"

"کیا تم مجھے گولی مار کر میری کار لے جانا چاہتے ہو۔ اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو سن لو۔ نقصان میں ہی رہو گے، کیوں کہ اس کار کی اتنی قیمت نہیں۔ جتنی میں تمہیں دے سکتا ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ اس موضوع پر بات ہو گی۔" فاروق مسکرایا۔

مرزا خاسر درختوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ بھی کار سے اُتر آئے۔ مرزا خاسر نے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں اب پستول نہیں تھے۔ یہ دیکھتے ہی وہ شیر ہو گیا۔ اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جیب کی طرف بڑھا، لیکن پھر وہ دھک سے رہ گیا۔ آنکھوں میں غصہ تیر گیا۔

"ارے رک کیوں گئے۔ نکالو نا پستول۔" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہم... میں۔ پستول شاید ہوٹل میں چھوڑ آیا ہوں۔"

"ارے نہیں، یہ رہا تمہارا پستول۔ یہ لو اپنی امانت۔"

آفتاب نے پستول اس کی طرف اچھال دیا۔

اس نے جلدی سے پستول کھینچ کر لیا اور سیدھا پکڑتے ہی ٹریگر دبا دیا، لیکن اس سے گولی نہ نکلی۔

"نہیں مسٹر خاسر۔ یہ اتنے اناڑی نہیں ہیں۔" پیچھے سے انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

وہ تیزی سے گھوما اور ان سب کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"تت۔ تم۔ تم لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ لیکن۔ یہ دونوں تو۔"

"یہ اس وقت ہلکے پھلکے میک اپ میں ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور اگر تمہیں ہمارا میک اپ پسند نہیں آیا تو ہم ابھی اتار دیتے ہیں۔" فاروق بولا۔

"یہ سب کیا ہے۔ کیا تم لوگ جانتے ہو۔ تم نے کس قدر بڑی اور خوفناک غلطی کی ہے۔ کتنا بھیانک جرم کیا ہے۔ ایک باعزت انسان کو اغوا کیا ہے۔"

"لیکن مسٹر خاسر تم بھی تو جھوٹ کر ہوٹل غفارہ کے ذریعے تم بھی کم بھیانک جرم نہیں کرتے رہے ہو۔" خان رحمان بولے۔

"کیا تم لوگوں کو انتقام کے مقصد میرے بارے میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہدایات نہیں دے چکے۔"

"ہاں! انھوں نے حکم دیا تھا کہ تمہیں ہاتھ نہ لگایا جائے۔ اور دیکھ لو۔ ہم نے اب تک تمہیں ہاتھ نہیں لگایا، اور نہ آئندہ لگائیں گے۔"

"تم لوگ موت کو آواز دے چکے ہو۔" وہ بولا۔

"یہ بات تو تم نے واقعی ٹھیک کہی — تم تو بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو — ہم واقعی تمھاری موت کو آواز دے چکے ہیں۔"

"میں اپنی نہیں۔ تمھاری موت کی بات کر رہا ہوں۔"

"یہ تو صرف اللہ کو معلوم ہے۔ موت کس کی آئی ہے اور کس کی نہیں۔ چلو بھئی۔ اس کی کار کو سڑک پر سے ہٹا دو۔"

وہ اسے لے کر آگے بڑھے۔ جنگل بہت گھنا تھا۔ اتنا گھنا کہ کچھ آگے چل کر فاروق نے مڑ کر دیکھا تو اسے سڑک دکھائی نہ دی۔

پانچ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک جھنڈ میں داخل ہوئے۔ فاروق اور آفتاب مرزا خاصر کو اغوا کرنے سے پہلے اپنے باقی ساتھیوں کو وہیں چھوڑ گئے تھے۔ انھوں نے یہ ٹھکانا کافی تگ و دو کے بعد تلاش کیا

Malik ji

تھا۔ اب ان کے چاروں طرف درخت تھے اور درمیان میں ایک چھوٹا سا میدان تھا۔ ایک درخت سے پھانسی کا پھندا لٹک رہا تھا۔

"یہ — یہ — یہ کیا؟" مرزا خاصر کے منہ سے نکلا۔

"یہاں تمہیں پھانسی دی جائے گی۔"

"تت — تم لوگ مجھ سے چاہتے کیا ہو؟"

"تمھاری زندگی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یعنی تم مجھے موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتے ہو۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ تمھارا وجود مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔"

"مجھے مار کر کیا تم لوگ یہاں سے زندہ نکل جاؤ گے۔ انشام کا صدر تم لوگوں کو کبھی نہیں جانے دے گا۔" اس نے انھیں ڈرانے کی کوشش کی۔

"تمھاری لاش کا کوئی سراغ نہیں مل سکے گا — ہم ایسی منصوبہ بندی کر چکے ہیں۔ اور جب لاش کا کوئی سراغ نہیں مل سکے گا تو ہمیں تمھارا قاتل کس طرح ثابت کیا جائے گا — قتل کے ثبوت کے لیے سب سے پہلے ایک لاش کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور لاش کسی کو مل نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سکے گی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

"کیوں۔ نہیں مل سکے گی؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پروفیسر صاحب۔ اس سوال کا جواب آپ دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے۔" انھوں نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھی سی شیشی نکالی، پھر بولے:

"اگر میں تمھاری لاش پر اس دوا کے چند قطرے ٹپکا دوں۔ تو یہ تمھارا سارا جسم پانی بنا دے گی۔"

"نن۔ نہیں۔" وہ کانپ اٹھا۔

"اگر کہو تو ابھی کوئی جانور پکڑ کر یہ منظر تمھیں دکھا دیں۔" پروفیسر بولے۔

"میں کہتا ہوں۔ تم چاہتے کیا ہو۔"

"خان رحمان۔ تم اس کی گردن میں پھندا ڈالو گے، میں اور کامران مرزا اسے پکڑ کر پھندے تک لائیں گے۔"

"بہت بہتر!" خان رحمان بے رحمی سے مسکرائے۔

دونوں آگے بڑھے۔ اور مرزا خامر کو دائیں بائیں سے پکڑ لیا۔

"تت۔ تم لوگ۔ مذاق کر رہے ہو۔ تم مجھ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ کہ بیگال نے وہ کیا بڑی زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔ مم۔ میں تمھیں بتا دیتا ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھے پھانسی نہ دو۔"

"کیا ضرورت ہے۔ ہمیں یہ بات جاننے کی۔ تم دوسری دنیا کو سدھار جاؤ۔ بس یہی کافی ہے۔ جب منصوبہ ہی تمھارا ہے۔ تو پھر تمھاری موت کے بعد اس پر کس طرح عمل ہو سکے گا۔" انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"تت۔ تم۔ تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ منصوبہ میں نے بنایا تھا۔"

"مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! واقعی یہ منصوبہ میرے ذہن میں آیا تھا۔ اور تمام بڑے ملکوں نے اسے شیطانی منصوبہ قرار دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود سب نے اس کو پسند کیا تھا۔"

"اور اس پر عمل پیرا ہونے کا پروگرام شروع کر دیا تھا۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں! تو پھر۔ کیا تم جاننا چاہتے ہو۔ کہ منصوبہ کیا ہے؟"

"اچھا۔ اگر تم کہتے ہو تو جان لیتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

"تو پھر وعدہ کرو۔ جان لینے کے بعد میری جان نہیں لو گے۔"

"اچھا۔ نہیں لیں گے۔ وعدہ کرتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"پھر مجھے چھوڑ دو۔ میں دوستانہ فضا میں بتاؤں گا۔" وہ بولا۔

دونوں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ فرزانہ کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی:

"یہ۔ یہ کوئی چال چلنا چاہتا ہے۔" وہ چلائی۔

"پرواہ نہ کرو۔ آج اس کی ہر چال کا جواب دیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

مرزا خاصر کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔

"ادھر دیکھو مرزا خاصر۔ شاید تم اس کیپسول کی تلاش میں ہو۔ یہ میں نے ابھی ابھی تمہاری جیب سے نکال لیا تھا، معاف کرنا۔"

"او۔ یہ۔ یہ مجھے دے دو۔" وہ چلایا۔

"نہیں مرزا خاصر۔ ہم تمہیں اس قدر آسانی سے خودکشی نہیں کرنے دیں گے۔"

اس نے بے چارگی کے عالم میں چاروں طرف دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی۔ وہ بلا کی رفتار سے دوڑا اور اپنا سر ایک درخت پر دے مارا۔

"ارے۔ یہ کیا کیا۔" وہ چلا اٹھے اور اس کی طرف دوڑے۔

اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ اور اس سے خون ابل رہا تھا۔

"مرزا خاصر۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ بہرحال ابھی تم زندہ ہو۔ بتا دو۔ وہ کامیابی کیا ہے؟"

"بہت عظیم کامیابی۔ جو بہت جلد تم لوگ اپنی آنکھوں سے۔ دو۔ دیکھو۔ گے۔ اور اس وقت۔ اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ افسوس۔ میں وہ منظر دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہوں گا۔ افسوس۔ میری کتنی تمنا تھی۔ کہ تم لوگوں کو حیرت زدہ ہوتے دیکھتا۔ تم بے بسی سے ہاتھ ملتے۔ پوری طرح آزاد ہونے کے باوجود تم اس وقت کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ تمہارے پاس ہتھیار بھی ہوں گے، تم خود مختار بھی ہو گے۔ لیکن اس منصوبے کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ اور سب کچھ یہیں۔ اسی۔ شہر میں ہو گا۔"

اس نے ایک آخری ہچکی لی۔ اور پھر اس کا سر ڈھلک گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیسا دوست

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ اسے چھوڑنا نہیں چاہیے تھا، یہ صرف پھانسی کے پھندے سے خوف زدہ تھا۔ جب ہم پھندہ اس کے گلے میں ڈالتے تو یہ فرفر بولنے لگتا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"لیکن اب کیا ہوگا۔ ہماری نظروں میں تو ایک ہی ایسا آدمی تھا۔ جو اس کامیابی کے راز سے واقف تھا۔ وہ آسانی سے ہمارے ہاتھ لگ گیا، لیکن اب وہ مر چکا ہے۔ اب ہم کیا کریں گے؟"

"یہ مر ضرور گیا ہے۔ لیکن مرتے مرتے بھی ہمارے لیے اس کے منہ سے چند کام کی باتیں نکل گئیں۔ اب ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہوگا۔ اسی شہر میں ہوگا۔ گویا سازش کا مرکز اسی شہر کو بنایا گیا ہے۔ کیا

Malik ji

یہ بات کام کی نہیں ہے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کام کی ضرور ہے۔ لیکن ابا جان ہم اس سے کیا کام لے سکیں گے۔" محمود بولا۔

"اب ہمیں اس شہر میں پھیل جانا ہوگا۔ اور یہ جائزہ لینا ہوگا کہ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"گویا ہم الگ ہو جائیں گے۔"

"ہاں! لیکن ایک ایک کرکے نہیں۔ دو دو کرکے۔ دو دو کے گروپ بن کر۔ تاہم ہمارا مرکز ایک ہوگا۔ ہر شام اس مرکز پر جمع ہونا ہوگا۔"

"اور کیا وہ مرکز ہمارا نیا ہوٹل ہوگا؟"

"نہیں۔ ہم اس ہوٹل پر بھی اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنا مرکز اسی جنگل کو ہی بنانا ہوگا۔ شام کے وقت یہیں جمع ہوا کریں گے، ہمیں اپنا کام ابھی اور اسی وقت سے شروع کرنا ہوگا، کیوں کہ اس کامیابی کے سلسلے میں نہ جانے کس قدر زبردست تیاریاں ہو رہی ہوں گی۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فرحت بڑبڑائی۔

"تو پھر آپ گروپ بنا دیں۔ اور میرے ساتھ کم از کم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آفتاب کو نہ ملائیں۔" فاروق نے کہا۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا۔" آفتاب بولا۔

"اب باتیں نہیں چلیں گی۔ صرف اور صرف کام ہوگا، کوئی بھی۔ کسی کے بھی حصے میں آئے۔ اعتراض نہیں کیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"جی بہتر۔ گروپ تشکیل دے دیں۔"

"اس سے پہلے یہ طے ہو جانا چاہیے کہ ہم لوگ یہاں کس طرح پہنچا کریں گے۔"

"ٹیکسیوں کے ذریعے۔ لیکن ٹیکسیاں یہاں سے کچھ فاصلے پر رکی جایا کریں گی۔ اس جگہ سے پیدل یہاں تک آیا کریں گے۔"

"تو کیا انکل۔ ہم رات بھی جنگل میں گزارا کریں گے؟" محمود بولا۔

"ہاں! میں نے تو یہی سوچا ہے۔ ہمیں ایک طرح سے اس شہر کی نظروں سے چھپ کر کام کرنا ہوگا۔ حلیے تبدیل کرنا ہوں گے۔ رات گزارنے کا سامان اور کچھ خشک خوراک کا بھی بندوبست کرنا ہوگا۔"

"پروگرام کافی لمبا چوڑا ہے۔" شوکی بڑبڑایا۔

"دشمنوں کا منصوبہ بھی تو لمبا چوڑا ہے۔" محمود بولا۔

Malik ji

"اور اس کا کیا کرنا ہے۔ کیا آپ اس کی لاش کو واقعی پانی بنا دیں گے انکل۔" فاروق نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

عین اسی وقت ایک فائر ہوا۔ درختوں سے پرندے شور مچاتے ہوئے اڑے اور چاں چاں کرنے لگے، پھر ایک آواز گونجی:

"آپ لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ فرار کی کوشش آپ کو اس لیے نہیں کرنی چاہیے کہ ایک دوست ملک کی پولیس آپ کو باعزت طور پر یہاں سے لے جانا چاہتی ہے، لیکن اگر آپ نے فرار کی کوشش کی تو گویا آپ دوستی کی حدود کو پھلانگ جائیں گے۔ اس صورت میں ہم آپ کا ادب اور احترام کرنے کے پابند نہیں رہیں گے اور گولی بھی چلا سکتے ہیں۔"

آواز آنا بند ہو گئی۔ انھوں نے چاروں طرف دیکھا، کہیں بھی کوئی نظر نہیں آیا۔

"آپ لوگ ہیں کہاں۔ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔ آپ لوگوں کو کہیں سے سلیمانی ٹوپیاں تو نہیں مل گئیں۔" محمود نے چہکتی آواز میں کہا۔ حالانکہ اندر سے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ ہمارا وطن ہے۔ اس سے جتنا ہم واقف ہیں آپ نہیں ہو سکتے۔ ہم ایسی جگہ ہیں جہاں سے آپ لوگوں کو تو بخوبی دیکھ رہے ہیں، لیکن آپ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم فرار کی کوشش نہیں کریں گے، تشریف لے آئیے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے یہ سوچ کر کہا، معلوم تو ہو، وہ کتنے ہیں اور کہاں ہیں۔

فوراً ہی درختوں کے پیچھے سے سو کے قریب مسلح فوجی ان کے چاروں طرف آ کھڑے ہوئے۔

"تو آپ لوگوں نے مسٹر مرزا ناصر کو مار ڈالا۔"

"یہ غلط ہے۔ اس شخص نے خودکشی کی ہے۔"

"لیکن آپ لوگ انہیں مارنے کی ٹھان تو چکے تھے۔"

"نہیں! ہم تو ان سے صرف ایک راز معلوم کرنا چاہتے تھے۔"

"یہ کہ بینگال نے وہ کون سی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"آپ غالباً سب کچھ دیکھ اور سن چکے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ہاں! بالکل۔" ان کا آفیسر مسکرایا۔

"تب پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ ہم نے مرزا ناصر کو مار ڈالا۔"

Malik ji

دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ کیا جواب دیتے ہیں۔"

"بینگال کی کامیابی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔" محمود نے سوال کیا۔

"میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔"

"لیکن یہ خبر شاید یہاں سب کو معلوم ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبر یہاں کے اخبارات میں سب سے بڑی سرخی کے ساتھ چھپی تھی۔ بلکہ یہاں کے ہی نہیں، آس پاس کے تمام ملکوں نے اس خبر کو بڑی سرخی کے ساتھ شائع کیا تھا۔"

"اوہو اچھا!" وہ حیران رہ گئے۔ ان کے ملک میں تو یہ خبر بہت ہی چھوٹی سی سرخی کے ساتھ شائع کی گئی تھی۔

"اس کا مطلب ہے۔ آپ کے ارد گرد کے اخبارات نے اس خبر کو بہت اہمیت دی تھی۔"

"دی ہی نہیں تھی۔ بلکہ اب بھی دے رہے ہیں۔"

"گویا یہ جاننے کی کوشش میں ہیں کہ وہ کامیابی کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"ہاں! ادھر کے ماہرین کا خیال ہے۔ یہ کامیابی فوجی قسم کی ہے۔ یا پھر اس نے کوئی ایسا ہتھیار ایجاد کر لیا ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جو ہمارے خلاف آئندہ جنگ میں استعمال ہوگا۔"

"اور کیا اس کامیابی کو بہت بڑی کامیابی کہا جا سکتا ہے۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"کیوں نہیں۔ بعض ایجادات اس نوعیت کی ہو سکتی ہیں کہ ان کو بڑی ایجاد کہا جا سکے۔ اور اگر کوئی فوجی کامیابی ایسی ہے جس کے حاصل کرنے کے بعد بیگال آسانی سے اپنا مقصد حل کر سکے تو یہ بھی بڑی ہی کامیابی ہو گی۔"

"شکریہ۔ اب آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ ہم بھی اسی راز کو جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اس میں مجھے کوئی شک نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم آپ کو گرفتار کر کے نہ لے جائیں۔ میں نے مانا کہ مرزا خاسر نے خودکشی کی ہے، لیکن اغوا کے مجرم تو آپ ہیں ہی۔"

"چلیے یہ بات ہم مان لیتے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"لیکن آپ لوگ یہاں تک کس طرح پہنچ گئے؟" آصف نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مرزا خاسر نے ہمارے صدر سے چند گھنٹے پہلے یہ درخواست کی کہ وہ ایک انجانا سا خطرہ محسوس کر رہے

Malik ji

ہیں، لہٰذا خفیہ طور پر ان کی نگرانی کرائی جائے۔"

"اور آپ لوگ ان کی خفیہ نگرانی کر رہے تھے؟"

"ہاں! اور یہاں تک بہت کامیابی سے پہنچ گئے تھے، لیکن مرزا خاسر نے جلدی کی۔ اچانک ہی اس نے اپنا سر درخت سے ٹکرا دیا۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ کچھ لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"کیا آپ کو مرزا خاسر کی موت پر افسوس ہو رہا ہے؟" فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں! آخر یہ ہمارے صدر کے بہترین دوست تھے اور بہت گہرے۔"

"بس یا اور بھی کچھ وجہ ہے؟"

"یہ وجہ کوئی چھوٹی سی تو نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی اور وجہ بھی موجود ہے۔" انسپکٹر جمشید بول اُٹھے۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟" انھوں نے پوچھا۔

"میں ریاض شان ہوں۔ اس شہر کی خفیہ پولیس کا انچارج۔" اس نے کہا۔

"تو مسٹر ریاض شان۔ ہمارے خیال میں اس افسوس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کی کوئی اور وجہ موجود ہے۔" انسپکٹر جمشید ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔

"اور وہ کیا؟" اس نے چونک کر کہا۔

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جلد کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔"

"شوق سے پہنچ جائیے گا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

اور پھر وہ ان کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں ایک بند گاڑی میں بٹھا کر لے جایا گیا۔ ہتھکڑیاں نہیں لگائی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ انشام کے صدر کے سامنے بیٹھے تھے۔ اور ریاض شان انھیں ساری بات بتا چکا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر صدر بولے:

"افسوس ریاض شان۔ تم میرے دوست کو نہیں بچا سکے۔ تمہیں پہلے ہی اپنی موجودگی ان پر ظاہر کر دینی چاہیے تھی۔"

"مم۔ میں کیا عرض کروں سر۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ خودکشی کر لیں گے۔"

"بہر حال ان کی موت کے اصل ذمے دار یہی لوگ ہیں۔ انھیں فی الحال حوالات میں رکھا جائے۔ میں کل کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"صدر محترم۔ کیا آپ لوگ یہ بات جاننے کی کوشش نہیں کر رہے کہ بیگال نے وہ کیا کامیابی حاصل کی ہے؟"

"ہاں بالکل کوشش کر رہے ہیں، لیکن ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسٹر مرزا خاصر اس راز سے آگاہ ہوں گے۔"

"تو پھر غور فرمائیں۔ کامیابی بیگال کی ہے اور اسی سے آگاہ ہمارے ملک میں رہنے والا ایک جاپانی ہے۔ اور جاپانیوں کی ایک اچھی بھلی تعداد بیگال کی فوج میں ملازم ہے اور بیگال کی فوج آپ کے خلاف لڑتی رہتی ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دوستی کس قسم کی دوستی ہے۔"

"اور آپ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے۔" صدر نے اداس انداز میں کہا۔

"تو پھر۔ آپ کم از کم سمجھا تو دیں۔"

"خیر۔ اتنا سن لیں۔ جب سے مرزا خاصر ہمارے دوست بنے ہیں۔ اس وقت سے بیگال نے ہم پر حملہ نہیں کیا اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

○

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

چند لمحے تک مکمل خاموشی رہی، پھر انشام کے صدر بولے:
"خیر تو ہے۔ یہ بات سُن کر آپ کو دھچکا سا لگا۔"
"اور کیا آپ کا خیال ہے، دھچکا نہیں لگنا چاہیے تھا۔" انسپکٹر کامران مرزا دُکھ بھرے لہجے میں بولے۔
"ایسی بات تو کوئی نہیں ہے اس میں۔"
"غور فرمائیں۔ بیگال کی اکثر آپ سے جنگ چھڑی رہتی ہے۔ وہ آپ کا پہاڑی علاقہ ہمیشہ حاصل کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اور آپ کی فوج مقابلے میں ڈٹی رہتی ہے۔ کیوں کہ اگر وہ پہاڑیاں بیگال کے قبضے میں آ جائیں تو آپ کا پورا ملک اس کے ایک حملے کی مار ہو گا۔ اور اس کے بعد دُوسرے عرب ممالک اس کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اور وہ ایک ایک کر کے ان سب پر قبضہ کرتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ۔"
"یہاں تک کہ کیا۔ آپ رُک کیوں گئے۔" صدر صاحب چونک اُٹھے۔
"یہاں تک کہ اللہ نہ کرے وہ حجازِ مقدس تک جا پہنچے گا۔" انسپکٹر جمشید یک دم کہہ گئے۔
"نہیں! وہ ایک ساتھ چلائے، لیکن چلانے میں ان کا ساتھ انشام کے صدر نے نہیں دیا تھا۔

"میرا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہو گی، کیوں کہ اب اس کے حملے رُک گئے ہیں اور یہ کام مرزا خاسر نے انجام دیا ہے۔"
"میں اس کی وجہ بھی بتا دیتا ہوں۔ ان حملوں میں بیگال کے بہت آدمی مارے جا رہے تھے۔ بیگال اسلحہ تو ضائع کرا سکتا ہے، اپنے آدمی نہیں۔ کیوں کہ اس کے پاس آدمیوں کی کمی ہے۔ ان حالات میں اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ اور اس کے دوستوں میں ظاہر ہے۔ مرزا خاسر بھی شامل تھا۔ اگر شامل نہ ہوتا تو اس کے آدمی بیگال کی فوج میں کس طرح ہو سکتے تھے۔"
"ہاں جمشید۔ تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔"
"اچھا پھر۔" صدر نے سرسری انداز میں کہا۔
"پھر یہ کہ مرزا خاسر نے اسے مشورہ دیا کہ اس معاملے میں وہ اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے تیار ہے، چناں چہ وہ یہاں آیا۔ آپ سے ملا۔ آپ کا دوست بنا اور یہ اشارہ دیا کہ اس کے پاس کچھ ایسے طریقے ہیں کہ بیگال آپ پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ آپ یہ سُن کر خوش ہو گئے، کیوں کہ بیگال نے جنگ سے آپ کو اور آپ کی فوج کو پریشان کر رکھا تھا۔ پھر یہ دوستی گہری ہوتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چلی گئی۔ اور بیگال کے حملے بالکل بند ہو گئے۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"اگر آپ کی باتوں کو درست مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے بیگال کو کیا فائدہ ہوا؟" صدر نے منہ بنا کر کہا۔

"بیگال کو فائدہ ہو چکا ہے۔ اب آپ کا ملک ایک طرح سے اس کے قبضے میں ہے۔ بے شک وہ حملہ نہیں کرے گا۔ آپ بھی اس سے جنگ نہیں کریں گے، لیکن عملی طور پر آپ کا ملک اس کے قبضے میں ہے۔"

"یہ۔۔ یہ غلط ہے۔" صدر نے چلّانے کے انداز میں کہا۔

"اگر آپ سننا ہی چاہتے ہیں تو پھر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ مرزا خاسر آپ کو اپنا ہم مذہب بنا چکا ہے۔ آپ جاپانی ہو چکے ہیں۔"

"کیا!!!" انشام کے صدر کی بجائے وہ سب چلّا اٹھے۔

اور پھر موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔

Malik ji

سلاٹر ہاؤس

بہت دیر بعد انشام کے صدر کی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہوئی:

"ریاض شان؟"

"یس سر!" اس نے بھی کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تم نے سنا۔ انسپکٹر جمشید نے کیا کہا ہے؟"

"یس سر!"

"اب تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

"ان لوگوں کو اب زندہ نہیں رکھا جا سکتا سر۔" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔"

"آپ ملاحظہ فرمائیں۔ رائفلوں کے منہ ان کی طرف ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو فوری طور پر اشارہ کر دیا تھا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہوں! ان لوگوں کو لے جاؤ شان اور اس طریقے سے ختم کرو کہ کسی کو بھی پتا نہ چلے۔ یہ لوگ کہاں گئے۔ صبح کے اخبارات مرزا خاسر کے قتل اور ان لوگوں کے فرار کی کہانی شائع کریں گے۔ بیان تمہارا ہوگا شان۔ یہ کہ تم ان لوگوں کو گرفتار کر کے لا رہے تھے۔ یہ فرار ہو گئے اور ہم لوگ ان کو اب تک گرفتار نہیں کر سکے۔"

"او کے سر۔"

"بس۔ اب انہیں لے جاؤ۔"

"تو مسٹر شان اور آپ کی فوج نے بھی جاپانی مذہب اپنا لیا ہے۔ افسوس۔ آپ لوگ جیتے جی جہنم میں جا گرے۔" شوکی نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"شوکی۔ تمہارا جملہ پسند آیا۔ واہ۔ جیتے جی جہنم میں جا گرے۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"آپ لوگ عجیب ہیں۔ آپ کو موت کا حکم سنایا جا چکا ہے۔ اور آپ چہک چہک کر باتیں کر رہے ہیں۔" ریاض شان نے منہ بنا کر کہا۔

"ایسے حکم ہمیں ملتے ہی رہتے ہیں۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا آپ لوگوں کا خیال ہے۔ آپ فرار ہو جائیں گے

Malik ji

اور ریاض شان آپ کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکے گا۔"

"کیا ہونے والا ہے۔ یہ صرف اللہ کو پتا ہے۔" اشفاق کی آواز ابھری۔

"تت۔ تت۔ تو کیا ابا جان۔ یہی وہ زبردست کامیابی ہے۔ جو بیگال نے حاصل کی ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ باقی عرب ریاستوں اور مسلم ممالک کی طرف آسانی سے بڑھ سکے گا۔" فرزانہ نے کانپتی آواز میں کہا۔

"شاید۔ یہی ہے۔" وہ بولے۔

"ریاض شان! اب میں ان لوگوں کی باتیں نہیں سن سکتا۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا، پھر ان سے بولا:

"چلیے جناب۔ آخرت کے سفر پر چلتے ہیں۔"

"تو کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"موت کے گڑھے تک پہنچانے کے لیے تو ساتھ جانا ہی ہوگا، ویسے تم لوگوں کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" ریاض شان نے کہا۔

"کک۔ کون سی بات۔ ہم نے آپ سے ایک آدھ بات تو کی نہیں۔ ان گنت باتیں کی ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"صدرِ محترم، میرے اور ہماری فوج کے جاپانی بن جانے سے بھلا بنگال کا راستا کیوں کھل گیا ہے؟"

"اس طرح کہ جاپانی آج کل بنگال کی انگلیوں پر ناچ رہے ہیں۔ اور جاپانی اپنی مرضی سے پوری دنیا میں کچھ بھی نہیں کرتے۔ مرکز سے انھیں جو بھی ہدایت ملے، بس صرف اسی کو مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اب فرض کرو۔ وادیِ مرجان سے انشام کے صدر کو یہ حکم ملے کہ انھیں بنگال کا ساتھ دینا ہے، ان کا راستا نہیں روکنا ہے تو یہ اس حکم پر عمل کرنے پر مجبور ہوں گے چاہے ان کے ملک کی پالیسی کچھ بھی کیوں نہ ہو۔"

"اوہ۔ تو تم لوگ اس بات کو بھی سمجھتے ہو۔" ریاض شان نے چونک کر کہا۔

"ہاں! اسی لیے تو صدر صاحب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اب انھیں زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، یہاں کے عوام ابھی تک مسلمان ہیں۔ وہ ضرور آواز اٹھائیں گے۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"عوام کو تو پتا ہی نہیں چلنے دیا جاتا کہ اوپر کی سطح پر کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا ہو چکا ہے۔"

Malik ji

"ہوں! ٹھیک ہے ریاض شان۔ ان لوگوں کی موت ہی ہمارے لیے زندگی کا پیغام لا سکتی ہے۔" صدر بولے۔

"لے چلو انھیں اور اگر ان میں سے کوئی راستے میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولیوں سے چھلنی کر دینا۔ تم سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔" ریاض شان نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا۔

"او کے سر!" انھوں نے ایک ساتھ کہا۔

اور ان لوگوں کو باہر لایا گیا، پھر اسی بند گاڑی میں بٹھایا گیا۔ گاڑی کا سفر شروع ہوا۔ ریاض شان ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے فوجی بھی تھے۔ جن کے پستول اور رائفلیں بدستور ان کی طرف اٹھے ہوئے تھے:

"اب جب کہ آپ ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے جا رہے ہیں۔ کم از کم اتنا تو بتا دیں۔ کیا یہی وہ کامیابی ہے جو بنگال نے حاصل کی ہے؟" فرزانہ بولی۔

"کتنے ہی سالوں سے بنگال سے جنگ کا سلسلہ شروع تھا۔ اس جنگ سے اگرچہ زیادہ نقصان انشام کا ہی ہو رہا تھا، لیکن پھر بھی جانی نقصان بنگال کا بھی ہو رہا تھا۔ جو بنگال کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ آخر یہ منصوبہ سازی کی گئی۔ وادیِ مرجان کے سرداروں نے تجویز پیش کی کہ کیوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انتظام کے صدر کو جاپانی کر لیا جائے اور پھر اس کی فوج کے کمانڈر انچیف کو۔ اسی طرح پوری فوج کو۔ پھر وہ بنگال کا حکم مانے گی۔ اس سے جنگ نہیں کرے گی۔

اس تجویز پر عمل شروع ہوا۔ وادیٔ مرجان سے مرزا قاسم خود آئے۔ صدر سے ملے۔ غیر محسوس طور پر انھوں نے جاپانیت کی تعلیم شروع کر دی۔ دوستی کے لبادے میں، وہ ان کے لیے قیمتی تحفے تحائف بھی لایا کرتے تھے اور آخر پوشیدہ طور پر انھیں جاپانی کر لیا۔ پھر کمانڈر انچیف کی باری آئی۔ اب تو پوری فوج جاپانی عقائد اختیار کر چکی ہے۔ اور اب عوام کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ وادیٔ مرجان کے بہت سے لوگ اب عوام میں گھل مل چکے ہیں۔ بہت جلد اور لوگ بھی آنے والے ہیں، بلکہ آ چکے ہوں گے۔ ابھی اور بھی آئیں گے۔"

"اُف مالک۔ ان لوگوں کی عقلوں پر پردے کیوں پڑ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تو بالکل واضح لفظوں میں فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آنے گا۔ اس سے واضح بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔" اشفاق نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! اور بھی ان گنت احادیث مبارکہ اس موضوع پر

Malik ji

ہیں۔ لیکن جب لوگوں کی عقل خراب ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ توجہ نہیں دیتے۔ اور اس کی بات مان لیتے ہیں۔ جو نئے انداز سے انھیں فریب دیتا ہے۔" محمود بولا۔

"نہیں۔ یہ غلط ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ میرے بعد وہ مسیح آئے گا۔ اور تم ان تک پہنچ جانا۔ چاہے تمھیں گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔" ریاض شان نے بھنّا کر کہا۔

"وحت تیرے کی۔ عقل کے اندھو۔ یہ تو سوچو کہ آپ ﷺ نے یہ کب فرمایا تھا کہ وہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے۔ وہ تو اس اُمّت میں حضور نبی کریم ﷺ کے اُمّتی کی حیثیت سے آئیں گے اور پھر آسمان سے نازل ہوں گے۔ اب مرزا جاپانی کیا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اتنی بھی عقل نہیں تم میں۔"

"عقل ہے۔ ہمارے مرزا صاحب نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی مسیح آسمان سے بھی نازل ہو جائے۔ انھوں نے اس سے انکار تو نہیں کیا۔"

"تب پھر مرزا کیسے نبی ہو گیا۔" فاروق مسکرایا۔

"حضور ﷺ کے فیض سے۔" ریاض شان نے فوراً کہا۔

"لا حول ولا قوۃ۔ حد ہو گئی۔ ارے جنی۔ حضور ﷺ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے فیض پانے والوں میں سب سے زیادہ فیض تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے پایا ۔ پھر تو چاہیے تھا کہ ان میں سے کوئی نبی ہوتا ۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی وضاحت فرما دی ۔ کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے ۔ لہٰذا یہ باب ہی مکمل طور پر ختم فرما دیا، لیکن جاہلیوں کے چکر میں عقل سے پیدل لوگ آجاتے ہیں ۔ وہ آجاتے ہیں جنھوں نے قرآن میں غور نہیں کیا، لوگ یہ تک نہیں سوچتے کہ مرزا تو ایک سچا آدمی بھی نہیں تھا ۔ کوئی اس کو سچا آدمی ہی ثابت کر دکھائے۔"

" یہ ۔ یہ ۔ یہ غلط ہے ۔ جھوٹ ہے ۔ تم لوگ مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت نہیں کر سکتے۔"

" یہ کیا مشکل ہے ۔ ہم ابھی اور اسی وقت اس کو بالکل جھوٹا ثابت کر دیتے ہیں۔"

" ٹھیک ہے ۔ ہمارے پاس ابھی وقت ہے ۔ سفر باقی ہے۔"

" ہم اس سفر کے دوران یہ کوشش کرتے ہیں، لیکن واضح ہو کہ ہمارے پاس یہاں مرزا کی کتابیں نہیں ہیں ۔ لہٰذا ثبوت تحریری طور پر نہیں دکھا سکیں گے۔"

Malik ji

" یہ کام میں کروں گا۔" ریاض شان نے کہا۔

" کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

" مرزا خاسر کتابوں کا ایک ذخیرہ یہاں لائے تھے ۔ مرزا کی اکثر کتابیں مجھے بھی مل گئیں۔"

" لیکن وہ کتابیں اس وقت آپ کے ساتھ تو نہیں ہیں۔"

" فکر کی ضرورت نہیں ۔ وہ پیش کر دی جائیں گی۔" اس نے کہا ۔

" یہ بہت اچھی بات ہے ۔ ہم ضرور اس موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے ۔ ایک شخص اگر جہنم سے بچ سکتا ہے تو اسے بچانے کی ضرور کوشش کریں گے۔" انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے ۔

" تو پھر شروع کریں۔"

" ہاں، کیوں نہیں ۔ مرزا کی ایک کتاب کا نام "تذکرۃ الشہادتین" ہے ۔ اس میں مرزا لکھتا ہے کہ حدیث کی کتاب بخاری شریف میں میرا ذکر موجود ہے ۔ میرا حلیہ درج ہے اور قادیان کا نام بھی آیا ہے۔"

" اوہ ۔ کیا واقعی ۔ ایسا ہے ۔ تب تو مرزا صاحب واقعی نبی ہیں۔" ریاض شان چلا اٹھا ۔

" لیکن بخاری شریف میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"ہمارے عالم تحقیق کر چکے ہیں۔ بخاری شریف میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم جاپانیوں کو چیلنج کر چکے ہیں کہ وہ یا تو بخاری شریف میں یہ بات دکھا دیں یا پھر مرزا کو جھوٹا مان لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر۔ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟"

"نہ جواب دیتے ہیں، نہ جاپانیت کو چھوڑتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے، عقلوں پر پتھر پڑے ہیں، اور یہ مذہب نہیں ایک سازش ہے۔ ایک سازش تھی۔ جس کو بروئے کار لایا گیا۔"

"آپ لوگ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے۔" ریاض شان بڑبڑایا۔

"تذکرۃ الشہادتین آپ کے پاس ہے؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں! ہے۔"

"آپ نے وہ پوری پڑھ کر دیکھی ہے۔"

"نہیں۔ ابھی پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"تو پھر کتاب لے آئیں۔ ہم اس میں یہ الفاظ دکھا دیتے

Malik ji

ہیں۔"

"لیکن یہ کیسے ثابت ہو گا کہ بخاری شریف میں یہ بات نہیں ہے۔"

"آپ کا بیان ہے کہ اس وقت یہاں جاپانیوں کے بہت سے آدمی کام کر رہے ہیں۔ ان کے کسی بڑے کو بلا لیں۔ ہم ابھی ثابت کر دیتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے۔ یہ ضرور کرنا چاہیے۔" ریاض شان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

"تو پھر علامہ خاور کو بلا کر سلاٹر ہاؤس لے آؤ۔ ہم وہیں چل رہے ہیں۔"

"اوکے سر۔"

گاڑی رک گئی۔ اس میں سے دو فوجی اتر گئے۔

اسی وقت ریاض شان نے کہا:

"اور میرے گھر سے تذکرۃ الشہادتین بھی اٹھا لانا۔"

"بہت بہتر سر۔"

"علامہ خاور کو یہ نہ بتانا کہ کہاں جانا ہے اور کس سلسلے میں جانا ہے۔"

"جی بہتر!"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گاڑی ایک بار پھر چل پڑی ۔

"آپ نے کیا کہا تھا مسٹر ریاض شان ۔ سلاٹر ہاؤس؟"

"ہاں! جن لوگوں کو خفیہ طور پر پھانسی دینا ہوتی ہے، ان کے لیے ایک الگ تھلگ جگہ بنائی گئی ہے ۔ ہم نے اس جگہ کا نام سلاٹر ہاؤس رکھا ہے ۔ لیکن آپ اس نام پر کیوں چونکے؟"

"سلاٹر نامی ایک مجرم سے ہمارا بہت واسطہ رہا ہے، وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا تھا۔" محمود بولا ۔

"لیکن افسوس ۔ آج آپ لوگ چوہوں کی طرح مارے جائیں گے۔" ریاض شان مسکرایا ۔

"ایسا نظر تو نہیں آ رہا۔" خان رحمان بولے ۔

"کیوں ۔ نظر کیوں نہیں آ رہا؟"

"فرض کیجیے ۔ علامہ خاور مرزا جاپانی کو سچا ثابت نہ کر سکے ۔ تو پھر۔"

"آپ لوگ غلط سمجھے ۔ علامہ خاور جاپانی نہیں ہے ۔ وہ ہمارے ملک کا بہت بڑا عالم ہے اور ہماری شریعت کا خاص طور پر عالم ہے۔"

"اوہ! تب تو آپ نے ایک بہت اچھا قدم اٹھایا۔" انسپکٹر جمشید خوش ہو گئے ۔

Malik ji

آخر گاڑی رک گئی ۔ انھوں نے دیکھا ۔ وہ ایک سنسان جگہ تھی ۔ ان کی آنکھوں کے سامنے سفید رنگ کی ایک قلعہ نما عمارت تھی ۔ اس کے دروازے پر مسلح فوجی کھڑے تھے ۔ انھوں نے فوجی انداز میں ریاض شان کو سلام کیا ۔ دروازہ پہلے ہی کھول دیا گیا تھا ۔ غالباً وہ اس گاڑی کو پہچانتے تھے ۔

اب وہ عمارت کے اندر کی طرف چلے ۔ عمارت کا اندرونی حصہ لرزا دینے کے قابل تھا ۔ اس میں جگہ جگہ پھانسی کے پھندے لٹک رہے تھے ۔ اور دیواروں پر خون لگ کر خشک ہو چکا تھا ۔ شاید دیواروں کی صفائی نہیں کی جاتی تھی ۔ تاکہ سلاٹر ہاؤس زیادہ سے زیادہ خوف ناک نظر آ سکے ۔ ہندوؤں کی قربان گاہ کی طرز کی بھی کئی جگہیں بنی ہوئی تھیں، جہاں بہت چوڑے پھل والی تلواریں لٹک رہی تھیں ۔ گویا یہاں گردنیں تلواروں سے اڑائی جاتی تھیں ۔

"یہ تو بہت لمبا چوڑا سلاٹر ہاؤس ہے ۔ آخر کیوں؟"

"عام طور پر یہ حکومت کے باغیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے کام آتا ہے۔" ریاض شان مسکرایا ۔

آخر علامہ خاور وہاں پہنچ گئے ۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کے آثار تھے ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کلک۔ کیا میرے لیے پھانسی کا حکم ملا ہے آپ کو؟"

"نہیں علامہ صاحب۔ آپ کو ایک اہم ضرورت کے تحت بلایا گیا ہے۔ معاف کیجیے گا۔"

"معاف کیا۔" اس نے فوراً کہا۔ اس کے چہرے پر سفید ڈاڑھی تھی۔ چہرے پر مردنی سی چھائی ہوئی تھی۔ شاید سارا راستا موت کے خوف سے کانپتا رہا تھا۔

"آپ بخاری شریف کے بہت بڑے عالم ہیں۔ یہ لوگ آپ کو چند سطریں دکھاتے ہیں۔ آپ ان کو غور سے پڑھیں اور یہ بتائیں کہ بخاری شریف میں ایسی کوئی بات لکھی ہے یا نہیں۔"

"بہت بہتر۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

ایک فوجی نے ریاض شان کے اشارے پر تذکرۃ الشہادتین انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دی۔ انھوں نے جلدی جلدی اس کے ورق الٹے اور پھر صفحہ نمبر ۴۱ علامہ خاور کی طرف کرتے ہوئے بولے:

"ان لائنوں کو پڑھیں۔"

علامہ خاور نے ان سطور کو پڑھا، پھر پڑھا۔ یہاں تک کہ پچھے سات مرتبہ پڑھا۔ اب اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

Malik ji

"یہ۔ یہ کس شخص کی کتاب ہے؟"

"مرزا جاپانی کی۔ جس نے آج سے قریباً نوّے سال پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔"

"تب وہ بہت بڑا جھوٹا تھا۔" علامہ خاور نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" ریاض شان چونکا، اس کے ساتھی فوجی بھی دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! بخاری شریف میں ایسی کوئی بات درج نہیں ہے۔"

"اوہ۔ کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں؟"

"بالکل!" اس نے فوراً کہا۔

"آپ کو یہاں کچھ دیر ٹھہرنا ہوگا۔" ریاض شان نے پریشان آواز میں کہا۔

"اگرچہ یہ جگہ بہت بھیانک ہے۔ اور بدبودار بھی۔ لیکن اگر کسی کا دین سنور سکتا ہے تو میں یہاں ضرور ٹھہروں گا۔"

"تم جا کر جاپانیوں کے مربی مرزا مبشر کو بلا لاؤ۔ کوئی بات اس سے نہ کہنا۔"

"او کے سر۔" ابھی دونوں فوجیوں نے کہا جو کتاب اور علامہ خاور کو لائے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور ایک گھنٹے بعد مرزا مبشر ان کے سامنے حیران پریشان بیٹھا تھا:

"مرزا صاحب۔ اس کتاب کو دیکھیے۔ یہ کس کی لکھی ہوئی ہے:" ریاض شان نے تذکرۃ الشہادتین اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ تو ہمارے مرزا صاحب کی مشہور کتاب ہے۔"

"شکریہ۔ اب اس کا صفحہ نمبر ۴۱ دیکھیے۔ ان سطور کو پڑھیے:" ریاض شان نے کہا۔

اس نے جلدی ان سطور کو پڑھا:

"جی ہاں! میں پڑھ چکا ہوں۔ فرمایئے:"

"یہ الفاظ آپ کے مرزا صاحب نے ہی لکھے ہیں نا؟"

"بالکل لکھے ہیں۔ ان میں کیا شک ہے:"

"تو پھر یہ الفاظ بخاری شریف میں بتایئے کہاں ہیں، آپ کے سامنے بخاری شریف کے نامور عالم علامہ خاور تشریف فرما ہیں:"

"اوہ اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ لیکن یہاں بخاری شریف کہاں ہے:"

"اس کا نسخہ میرے پاس۔ میری گاڑی میں موجود ہے:" علامہ خاور فوراً بولے۔

یعنی وہ تو بہت موٹی کتاب ہے۔ میں چند منٹ میں تو یہ چیز اس میں سے تلاش کر کے نہیں دے سکتا:" اس نے کہا۔

"کیا یہ بات پہلی بار آپ کے سامنے آئی ہے:" ریاض شان نے چبھتی آواز میں پوچھا۔

"نن۔ نہیں۔ پہلے سے میرے علم میں ہے:"

"تو کیا آپ نے بخاری شریف سے اس کی تصدیق نہیں کی تھی؟"

"اپنے نبی کی کسی بات کی تصدیق کرنے کا امتی کو کوئی حق نہیں۔ اگر وہ تصدیق کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی پر ایمان نہیں لایا:"

"لیکن اب جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ بات بخاری شریف میں نہیں ہے۔ تو آپ کو بخاری شریف میں سے دکھانا ہوگا نکال کر:" علامہ خاور نے کہا۔

"ہاں! میں نکال کر دکھاؤں گا، لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا:"

"کتنا:" ریاض شان نے کہا۔

"آٹھ دس گھنٹے:"

"ٹھیک ہے۔ ہم سب لوگ آٹھ دس گھنٹے تک یہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

رہیں گے۔" ریاض شان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اتنے گھنٹے اس عمارت میں۔ میرا تو دم گھٹ جائے گا دم۔" مرزا مبشر نے گھبرا کر کہا۔

"ہم بھی آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ ہمارا بھی دم گھٹے گا۔" ریاض شان نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں الگ کمرے میں بیٹھ کر مطالعہ کروں گا۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔"

ریاض شان نے ایک کمرے میں اسے بٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ کمرے کی نگرانی اچھی طرح کی جائے۔ مرزا مبشر کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گیا۔

"آپ کو اچھی طرح یقین ہے علامہ صاحب۔ کہ بخاری میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اگر ہوتی۔ تو فوراً میرے ذہن میں آچکی ہوتی۔" وہ بولے۔

وقت اب بہت آہستہ آہستہ گزرتا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک تو وہ جگہ بہت گندی تھی۔ خوف ناک تھی۔ بدبودار تھی۔ اس پر طویل انتظار۔ ان کے منہ بن گئے، لیکن انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید بہت پرسکون نظر آ

رہے تھے۔ ایسے میں شوکی بولا:

"کیوں نہ فرصت کے ان لمحات سے فائدہ اٹھا لیا جائے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"یہ طے کر لیا جائے کہ اگر مرزا اپنے ان الفاظ کی روشنی میں جھوٹا ثابت ہو گیا تو مسٹر ریاض شان کیا کریں گے۔ کیا اس صورت میں بھی ہمیں پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ یہ ابھی کیوں نہ طے کر لیا جائے۔"

"واقعی بہت الجھن کی بات ہے۔ بھلا اس صورت میں آپ لوگوں کو پھانسی کس طرح دی جا سکتی ہے۔"

"لیکن آپ کریں گے کیا۔ اپنے صدر کو کیا بتائیں گے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔"

"میں تو یہی کہوں گا کہ ہم سب ان کے پاس چلے چلیں گے۔ اور ساری بات ان کے سامنے رکھ دیں گے، پھر وہ جو بھی فیصلہ کریں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہم۔ میرا خیال ہے۔ یہ ٹھیک رہے گا۔"

اور پھر آٹھ گھنٹے بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا اور مرزا مبشر باہر نکل آیا، لیکن اس کا منہ بُری طرح لٹکا ہوا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا ہوا مرزا صاحب؟"

"بخاری شریف میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اور مرزا صاحب نے خود اپنی ایک کتاب کشتیٔ نوح میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بخاری شریف حدیث کی مستند ترین کتاب ہے۔ لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں کہ مرزا جاپانی جھوٹا تھا۔ کاذب تھا۔ میں اس کے نبی ہونے کے عقیدے پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"شکر ہے۔ اللہ کا۔ اور ہمیں کیا چاہیے۔ خود ان کا مرزا اسلام میں لوٹ آیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو پھر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں۔" ریاض شان نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"ہم۔ ہم بھی۔"

اور پھر یہ قافلہ ایوانِ صدر کی طرف روانہ ہوا۔ صدر کو ریاض شان کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ فوراً ہی انھیں بلا لیا گیا۔ سب سے پہلے ریاض شان ہی صدر کے کمرے میں داخل ہوا، اس پر نظر پڑتے ہی صدر نے کہا:

"تو وہ لوگ دوسری دنیا میں پہنچا دیے گئے۔ ان کا کام شانشا نکل گیا۔ لیکن آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی

Malik ji

...سر ریاض شان؟"

"لگ۔ کن کا سر؟" انھوں نے یعقوب با کی آواز سنی۔ اور پھر وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ ان میں علامہ خاور بھی تھے اور مرزا مبشر بھی۔

"ارے۔ یہ۔ یہ کیا۔ یہ لوگ تو زندہ ہیں۔ ہائیں۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ ریاض شان۔ یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ تم ان لوگوں کو زندہ واپس کیوں لے آئے ہو۔"

"ایک عجیب بات ہو گئی ہے سر۔ بہت ہی عجیب۔"

"یہ۔ یہ سب کیا ہے سر۔" یعقوب با بول اٹھے۔

"اور عجیب بات کیا ہو گئی ہے۔" صدر نے برا سا منہ بنایا۔

ریاض شان نے پوری بات دہرا دی۔ صدر کی آنکھوں میں الجھن دوڑ گئی۔ پھر انھوں نے تذکرۃ الشہادتین ان کے سامنے رکھ دی۔ اور بخاری شریف بھی۔ علامہ خاور سے صدر واقف ہی تھے۔

صدر صاحب کئی منٹ تک ان سطور کو بار بار پڑھتے رہے۔

"پھر۔ اب آپ کیا کہتے ہیں۔" صدر نے ریاض شان کی طرف دیکھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بخاری شریف میں یہ بات موجود نہیں ہے۔ اس کی تصدیق علامہ خاور کر چکے ہیں اور جاپانیوں کے مبلغ بخاری شریف میں سے نہیں دکھا سکے۔ مجھے واپس آنے میں اتنی دیر اس لیے لگی ہے سر۔"

"ہوں۔ مسٹر بشر۔ آپ کیا کہتے ہیں؟"

"یہ بات پہلی بار میرے سامنے آئی ہے۔ مجھے مزید تحقیق کرنے کی اجازت دی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ لوگوں کو ایک ہفتہ دیتا ہوں، اپنے ماہر سے ماہر عالم کو یہاں بلا لیں۔ اور اس سلسلے میں میرا اطمینان کرا دیں۔ ورنہ میں ان لوگوں کو چھوڑ دینے پر مجبور تو ہوں گا ہی۔ جاپانیت سے بھی تائب ہو جاؤں گا۔"

"کک۔ کیا مطلب سر۔ آپ جاپانی ہو چکے ہیں۔" یعقوب با اچھل پڑا۔ آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہاں! میں نے آپ سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی، کیوں کہ میں جانتا ہوں۔ آپ بہت مذہبی آدمی ہیں۔" صدر نے کہا۔

"کاش آپ مجھے بتا دیتے۔ میں آپ کو ہرگز اس جال میں نہ آنے دیتا۔ یہ لوگ اسی طرح دنیا کے مختلف

Malik ji

جگہوں میں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔"

"میں ان لوگوں سے بھی شرمندہ ہوں۔ لیکن انھیں ایک ہفتے تک محل میں رہنا ہوگا۔ ایک طرح سے یہ نظر بند رہیں گے۔"

"اوہ۔ یہ ہمارے لیے بہت مشکل ہوگا۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔"

ان کے چہرے لٹک گئے۔ واقعی یہ ایک بہت بڑی مجبوری تھی۔ آخر انھوں نے یہ کڑوا گھونٹ بھرنے کا فیصلہ کر لیا۔ محل میں نظر بند ہونا قبول کر لیا۔ لیکن ابھی ان کی نظر بندی کو صرف دوسرا دن تھا کہ انشام کے صدر، یعقوب با اور ریاض شان ان کی طرف قدم اٹھاتے نظر آئے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ لوگ خیر کی خبر نہیں لاتے۔" انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔

"ہاں! آپ کا خیال ٹھیک ہے۔" صدر نے کہا۔

"کیا مرزا بشر فرار ہو گیا ہے؟"

"اگر صرف یہ بات ہوتی تو ہم اس طرح پریشان نہ ہوتے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تب پھر" ان کی آوازیں اُبھریں۔

"مرزا جعفر اور کئی بڑے جاپانی واقعی غائب ہیں۔ بلکہ ان کے چھوٹے بھی غائب ہو چکے ہیں۔ لیکن اصل پریشانی کی بات یہ ہے کہ بیگال نے ہماری سرحدوں پر اچانک حملہ کر دیا ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

Malik ji

"یہ"

چند لمحے تک موت کا سناٹا طاری رہا۔ آخر انسپکٹر جمشید بولے:

"پہلے اس نے مرزا جاپانی کو جھوٹا اور کاذب قرار دیا، لیکن جب بعد میں وہ مہلت مانگ رہا تھا، میں اسی وقت ہی یہ بات جان گیا تھا کہ اب یہ لوگ یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ لیکن۔"

"تب پھر آپ نے بتایا کیوں نہ دیا" صدر صاحب منہ بنا کر بولے۔

"میں نے بتانا اس لیے مناسب نہیں سمجھا تاکہ آپ کو ان کے جھوٹے ہونے کا مکمل طور پر یقین ہو جائے۔" انھوں نے کہا۔

"آپ لیکن کے بعد کیا کہنا چاہتے تھے انکل؟" فرحت بے چین ہو کر بولی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"لیکن میں یہ بات نہیں جانتا تھا کہ ان کے غائب ہوتے ہی بیگال انشام پر حملہ کر دے گا۔ اس بات پر واقعی مجھے حیرت ہوئی ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

"جنگ۔ آپ کو سرحدوں پر ڈٹ جانا چاہیے۔ کسی قسم کی کمزوری نہیں دکھائی چاہیے۔ ہم مومن ہیں۔ کافروں سے کیوں ڈریں۔ اسلحے کی برتری کو کیوں اہمیت دیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اب ہماری نظر بندی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"آپ لوگ باعزت طور پر آزاد ہیں اور یہاں رہ کر جو بھی کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔" صدر نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ ہمیں اب امید بھی یہی تھی۔ اب آپ کو چاہیے کہ تمام مسلم ممالک سے بیگال کے خلاف مدد کی اپیل کریں۔ سارے حالات انھیں بتائیں۔ اور فوجوں کا حوصلہ بلند رکھیں۔ بہترین قسم کے مسلمان سرحدوں پر لڑنے کے لیے تیار کریں۔ جتنا پختہ کوئی شخص مسلمان ہوگا۔ اتنا ہی وہ جم کر لڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان مشوروں پر عمل کروں گا۔"

"اور ہم اپنا کام کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کیا کریں گے؟"

"بیگال کو ہر ممکن نقصان پہنچائیں گے۔"

"لیکن آپ تو چند افراد ہیں۔ بیگال کو کیا نقصان پہنچا سکیں گے۔" ریاض شان بولا۔

"یہ وقت بتائے گا۔" خان رحمان مسکرائے۔

اور انھیں ایک بند گاڑی دے دی گئی تھی۔ چلتے وقت انسپکٹر جمشید نے انشام کے صدر سے کہا:

"اپنے سراغ رسانوں سے ایک کام ضرور کرائیں۔ اور وہ یہ کہ ڈومان یا کسی اور شہر میں کوئی بھی جاپانی نظر آئے تو اسے فوراً گرفتار کر لیں۔ کوئی جاپانی اب آپ کے ملک میں رہ نہ جائے۔"

"یہ کام میں کرواؤں گا، آپ فکر نہ کریں۔" انھوں نے کہا۔

اور وہ وہاں سے چلے آئے۔

"کیا۔ یہاں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے انکل۔ اور کیا یہی وہ زبردست کامیابی تھی بیگال کی۔ جس کی خاطر ہم نے اس قدر دوڑ دھوپ کی؟"

"اس کو بیگال کی کامیابی تو ضرور کہا جا سکتا تھا۔ لیکن زبردست نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کامیابی کوئی اور

کامیابی ہے۔ اور ہمیں ابھی اس کامیابی کا سُراغ لگانا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ جاپانی یہاں سے گئے نہیں۔ ہاں انھوں نے اپنے حلیے ضرور تبدیل کر لیے ہوں گے۔ یا اِدھر اُدھر چھپ گئے ہیں۔ ہمیں ان کا کھوج لگانا ہے۔ مرزا خاسر تو اب اس دُنیا میں رہا نہیں۔ جس سے یہ راز معلوم کیا جا سکتا تھا۔"

"تو پھر ہم کیوں نہ بیگال کے صدر پر ہاتھ صاف کر دیں۔" خان رحمان بولے۔

"اس طرح بھی کام نہیں چلے گا۔ بیگال کے صدر سے بھی ہم کچھ معلوم نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں اسی ارادے پر عمل کرنا ہوگا۔ گروہوں کی شکل میں اس شہر میں پھیل جاؤ۔ اور جاپانیوں کا سُراغ لگاتے پھرو۔ جہاں کہیں بھی کوئی جاپانی نظر آ جائے۔ اس کا نہایت ہوشیاری سے تعاقب شروع کر دو۔ ہرگز اسے معلوم نہ ہونے پائے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اور ایک آدمی آ کر مرکز کو اطلاع دے۔"

"جی۔ مرکز۔ کہاں ہے ہمارا مرکز۔ مجھے تو مرکز نام کی کوئی چیز دُور دُور تک نظر نہیں آتی۔" فاروق حیران ہو کر بولا۔

"نظر کیسے آئے۔ مرکز تو ابھی قائم کیا جائے گا۔ اور جب وہ قائم ہو جائے گا تو اس وقت نظر بھی آنے لگے گا۔" آفتاب بولا۔

اور پھر وہ اسی جھنڈ میں پہنچ گئے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ جھنڈ ہی ہمارا مرکز بنے گا۔"

"ہاں یہ بہت پُرسکون جگہ ہے۔ اس جگہ کے بارے میں صرف حکومت کے ذمے دار آدمیوں کو علم ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا اس جھنڈ کو اپنا مرکز بنانے میں ہمیں کوئی اُلجھن نہیں ہوگی۔"

"لیکن انکل۔ یہ جگہ شہر سے بہت دُور ہے۔ ہم لوگ کس طرح الگ آ جا سکیں گے۔"

"ہر کام خود کرنا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کس طرح کرنا ہے۔ یا کیا کرنا ہے۔ اور کیوں کرنا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بھئی واہ۔ یہ ہوئی نا بات۔ کام ہو تو ایسا۔" فاروق مسکرایا۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے ہر ایک کے چہرے میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ پھر انسپکٹر جمشید نے سب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا:

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اب ہمیں گروپوں کی صورت میں آ جانا چاہیے اور بالکل الگ تھلگ ہونا چاہیے۔ ہم کل چودہ ہیں۔ پروفیسر صاحب ہر وقت مرکز میں رہیں گے۔ کیوں کہ ایک آدمی کا یہاں موجود رہنا ضروری ہے۔ کوئی بھی گروپ کوئی کامیابی حاصل کرے۔ وہ مرکز کو اطلاع دے۔ اس طرح دوسروں کو بھی معلوم ہو جائے گا۔"

"لیکن۔ انتظام کے صدر یعقوب! ہمارے لیے وائرلیس والی چھ سات گاڑیوں کا بھی تو انتظام کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں آسانی رہے گی۔" شوکی نے تجویز پیش کی۔

"ہاں! ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر ہم مجرموں کی نگاہوں سے چھپے نہیں رہیں گے۔ مجھے مرزا غالب کے الفاظ یاد ہیں۔ جو کچھ ہونا ہے، اس شہر میں ہونا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اب گروپ بن جانے چاہییں۔"

"لیکن انکل گروپ کچھ اس طرح بنیں۔ کہ کوئی گروپ بھی وقت ضائع کرنے والا نہ ہو۔" فرحت مسکرائی۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ آفتاب اور فاروق کا ایک گروپ نہیں ہونا چاہیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس طرح تو کسی کا بھی کوئی گروپ نہیں بن سکتا۔" محمود نے کہا۔

"بھئی ہمیں کام کرنا ہے، گروپ بازی پر بحث [illegible] کا ہے۔ جو جس کے حصے میں آئے، ٹھیک ہے۔"

[illegible] رحمان بولے۔

"[illegible] کیوں نہ کریں۔" فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

"[illegible] ٹھیک ہے۔ ایسا کر لیں۔ یہ بہت اچھا رہے [illegible] نے فوراً کہا۔

"[illegible] کیسا۔ یہ تو فرزانہ بہن نے بتایا ہی نہیں۔" الجھن [illegible] بتایا۔

"[illegible] میں نے بھی تو ایسا ہی کرنے کے لیے کہا ہے، [illegible]

"[illegible] ایسا اور ویسا کے چکر میں پڑنے کا ارادہ ہے [illegible] گھبرا گئی۔

"[illegible] تو ہمارے مقدر میں لکھے گئے ہیں۔ ان سے [illegible] ہونا۔"

"[illegible] ہم کچھ کہہ رہی تھیں۔ ایسا کے بارے میں۔"

"[illegible] ایسا مطلب ہے کیوں نہ ہم سب آنکھیں [illegible] ہیں۔ اور اس حالت میں ہر ایک۔ کسی ایک کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہاتھ پکڑے۔"

"ترکیب انوکھی اور دل چسپ ہے۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"لیکن مشکل یہ ہے کہ اس طرح ہاتھ کم اور سر زیادہ ٹکرائیں گے۔" شوکی مسکرایا۔

"تو ناریل کھونا بھئی۔" فاروق بولا۔

"ویسے اس طرح قدرتی انداز کے گروپ بنیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"خیر۔ ایسا ہی کر لیتے ہیں۔ لو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

ان کے ساتھ سبھی نے آنکھیں بند کر لیں، پھر ان کے ہاتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ چند سیکنڈ میں ہی ہر کسی کے ہاتھ میں کسی کا ہاتھ تھا۔

"بس! اب آنکھیں کھول دیں۔" انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی۔

انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اور پھر انھوں نے دیکھا، انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں انسپکٹر کامران مرزا کا ہاتھ تھا۔ محمود نے اشفاق کا، فاروق نے آفتاب کا، فرزانہ نے فرحت کا، خان رحمان نے مکھن کا، پروفیسر داؤد نے شوکی کا اور آصف نے اخلاق کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

"کیا خیال ہے۔ اس قدرتی طریقے سے جو گروپ بنے

Malik ji

گے۔ وہ ٹھیک ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بالکل ٹھیک ہیں۔" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"ہوں! اس کا مطلب ہے۔ پروفیسر انکل اور شوکی کو یہیں رہنا ہوگا۔"

"ہاں! مرکز کی حفاظت، دیکھ بھال اور پیغامات ایک دوسرے کو سنانا۔ یہ ان کا کام ہوگا۔"

"اور باقی چھے گروپ کیا کریں گے؟"

"وہ شہر میں پھیل کر جاپانیوں کو تلاش کریں گے۔ کوئی بھی جاپانی نظر آئے۔ اس کا تعاقب کرنا ہے۔ اور جوں ہی کوئی اہم بات معلوم ہو، اطلاع یہاں دینی ہے۔ اب رہا یہاں آنے جانے کا مسئلہ تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ٹیکسیوں میں سفر کیا جائے، لیکن ٹیکسی مرکز تک نہ لائی جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر یہاں آکر واپسی کس طرح ہوگی؟" محمود بولا۔

"ٹیکسی کو سڑک کے کنارے روک کر مرکز تک پہنچا جائے۔ ٹیکسی ڈرائیوروں کو تو اپنے کرائے سے غرض ہوتی ہے۔ اگر انھیں کھڑے رہنے کی بھی قیمت مل جائے تو وہ اعتراض نہیں کرسکتے۔"

"لیکن انکل۔ اس کا ایک اور بھی بہترین حل تھا۔"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

آفتاب بول اٹھا۔

"چلو تم بھی اپنا حل پیش کرو۔"

"ہم کاریں چوری کر سکتے ہیں۔"

"یہ ایک مناسب ترکیب ہے۔ لیکن اس میں خطرہ رہے گا۔ کہیں سرکاری لوگ ہمارے پیچھے نہ لگ جائیں۔ اور ہمارا کام نہ خراب کر دیں۔"

"چلیے پھر ٹیکسیوں والی ترکیب ہی ٹھیک رہے گی۔"

"ہاں! اب ہم اس بند گاڑی میں شہر تک چلیں گے۔ اور شہری حدود میں اس گاڑی کو چھوڑ دیں گے، پھر اس سے کوئی غرض نہیں رکھیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

چند منٹ بعد وہ بند گاڑی میں بیٹھ چکے تھے، وہ پروفیسر داؤد اور شوکی کو اللہ حافظ کہ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہری حدود سے کچھ پہلے ہی انھوں نے بند گاڑی کو خیر باد کہا اور آگے بڑھے۔

"بس۔ یہیں سے ہمارے راستے الگ الگ ہو جانے چاہییں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن انکل۔ یہیں سے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے تو صرف ایک سڑک ہے۔ پیچھے سڑکیں تو ہیں نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"ایک ہی سڑک پر بھی ہم الگ الگ ہو سکتے ہیں، اور آگے چل کر ادھر ادھر مڑ سکتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! واقعی۔" فرزانہ نے سر ہلایا۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا تیز تیز قدم اٹھاتے آگے بڑھ گئے۔ اور جلد ہی ان سے کافی دور پہنچ گئے، پھر خان رحمان نے گھمن کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گئے، اسی طرح تھوڑی دیر بعد ہر گروپ الگ ہو گیا۔

"ہوٹل غمادہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بہت ٹھیک۔ وہاں بھی نہ کسی صورت میں کوئی نہ کوئی جاپانی ضرور ہوگا۔"

"لیکن جاپانیوں کے شہر سے غائب ہونے کے بعد تو ہوٹل بند پڑا ہوگا۔"

"اس کے باوجود کوئی جاپانی وہاں ضرور ہوگا۔ چاہے سرکاری اہل کار کی حیثیت سے ہی کیوں نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دونوں ایک ٹیکسی میں ہوٹل عمارہ پہنچے۔ دروازے پر پولیس موجود تھی۔ اندر اُلّو بول رہے تھے۔ دونوں ٹیکسی سے اُتر کر پولیس کے قریب پہنچے:

"یہ۔ یہ اس ہوٹل کو کیا ہوا صاحب؟"

"اس کو بند کر دیا گیا ہے۔ آپ لوگ شاید مسافر ہیں۔ کسی اور ہوٹل میں ٹھہر جائیں۔"

"بہت بہتر۔ شکریہ۔ لیکن یہ تو یہاں کا سب سے بڑا اچھا ہوٹل تھا۔ بات کیا بنی؟"

"جن لوگوں کا یہ ہوٹل تھا۔ وہ بھی ڈر کی وجہ سے شہر سے بھاگ گئے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا، پھر انسپکٹر کامران مرزا بولے:

"کیا ہم اس ہوٹل کو ایک نظر اندر سے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ بہت تعریف سُنی تھی اس کی۔"

"افسوس۔ نہیں۔ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"آئیے بھئی چلیں۔" انھوں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

وہاں سے ہٹ کر وہ ہوٹل کے پچھلے دروازے کی طرف آ گئے۔ یہاں بھی ایک کانسٹیبل موجود تھا۔

"ہم اس ہوٹل کو اندر سے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

Malik ji

"لیکن کیوں؟"

"بس۔ اس کی تعریف سُنی تھی۔ لیکن اب اسے بند کر دیا گیا ہے۔ کیا آپ ہمیں اندر جا کر گھوم پھر آنے کی اجازت دیں گے۔"

"شاید آپ صدر دروازے کی طرف سے ہو کر آئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور اس طرف آپ کو اجازت نہیں ملی۔"

"اگر مل گئی ہوتی تو ہم یہاں کیوں آتے۔"

"لیکن میں بھی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"بھئی سمجھا کریں۔ وہاں تو کئی آدمی موجود ہیں۔ یہاں صرف آپ۔ لہٰذا آپ تو ہمیں اجازت دے ہی سکتے ہیں۔"

"نہیں! شاید آپ رشوت دینے کے چکر میں ہیں۔"

"آپ غلط سمجھے۔ رشوت کی بجائے ہمارے پاس ایک دوسرا تحفہ ہے نا آپ کے لیے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور وہ کیا ہے؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ!" یہ کہ کر انھوں نے اس کی کن پٹی پر ایک مکا رسید کر دیا۔ وہ چکرا کر گرا، پھر انھوں نے اسے کھلے دروازے میں سے اندر گھسیٹ لیا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اسے وہیں چھوڑ کر وہ آگے بڑھے۔ اور ایک ایک کمرہ دیکھتے پھرے۔ تمام کمرے خالی پڑے تھے۔ ہال کی طرف وہ جا نہیں سکتے تھے۔ وہاں دیکھ لیے جاتے۔ آخر انھوں نے اوپر والی منزلوں کا رخ کیا۔ تیسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر ان کے قدم رک گئے۔ اندر سے عجیب و غریب سی آوازیں آ رہی تھیں۔ انھوں نے کان دروازے سے لگا دیے، پھر تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکا۔ اندر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید یہ ڈبل کمرہ تھا۔ اور اس سے آگے بھی کوئی کمرہ موجود تھا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے جیب سے ایک چابی نکالی اور تالے کے سوراخ میں گھما دی۔ فوراً ہی تالا کھل گیا اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے ذرا بھی آہٹ نہیں ہونے دی تھی۔ یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ دائیں طرف کی دیوار میں ایک اور درمیانی دروازہ نظر آیا۔ انھوں نے اس کے تالے کے سوراخ سے اندر جھانکا۔

اندر کوئی شخص موجود تھا، لیکن اس کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ کسی مشین کے چلنے کی بھی آواز آ رہی تھی۔ دونوں نے حیرت زدہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آخر انسپکٹر کامران مرزا نے چابی تالے کے سوراخ میں داخل کر دی۔ ان کا خیال تھا کہ مشین کے شور میں چابی کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ اور نہ تالا کھلنے کی آواز کو محسوس کیا جا سکے گا، لیکن جب انھوں نے چابی نکالی اور اندر جھانکا تو اس آدمی کی کمر نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب تھا وہ ہوشیار ہو چکا تھا۔

چابی نکال کر انھوں نے جیب میں رکھ لی اور دروازے کا ہینڈل گھماتے ہی دروازہ دھکیل دیا۔ خود وہ پہلے ہی دیوار سے لگ چکے تھے۔ فوراً ہی ایک بے آواز فائر ہوا اور گولی دیوار سے ٹکرائی۔

"خبردار۔ جو کوئی بھی ہو۔ ہاتھ اٹھا دو۔ ورنہ بھون کر رکھ دوں گا۔" اندر سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"پہلے بھون کر رکھ دو۔ ہاتھ ہم بعد میں اٹھائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور خود بھی ایک فائر اندر جھونک دیا۔ ان کا پستول بھی بے آواز تھا۔

"اوہو۔ تو تمھارے پاس بھی بے آواز پستول ہے۔" اندر سے کہا گیا۔

"کیوں، نہ ہو۔ باہر پولیس جو موجود ہے۔" وہ بولے۔

"تم کون ہو دوست۔ پہلے یہ بتاؤ۔" اندر سے کہا گیا۔

"پہلے تم اپنے بارے میں کیوں نہیں بتا دیتے۔" انسپکٹر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کامران مرزا مسکرائے۔

"اس کا مطلب ہے۔ تم بھی پولیس کی نظروں سے بچ کر اندر داخل ہوئے ہو۔ تب تو اپنے ہی آدمی لگتے ہو۔ میں پستول جیب میں رکھ رہا ہوں۔ تم لوگ بھی فائر نہ کرنا۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم نے فائر نہ کیا تو ہم بھی نہیں کریں گے۔"

"خیر۔ میں باہر آ رہا ہوں۔ اس صورت میں پہلے میں تم لوگوں کی زد پر آؤں گا۔ لیکن اگر میں خالی ہاتھ ہوا تو پھر آپ فائر نہیں کریں گے نا۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ یہ بات ہمیں منظور ہے۔"

انھوں نے قدموں کی آواز سنی، پھر ایک آدمی باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں واقعی پستول نہیں تھا۔ اب وہ بھی اس کے سامنے آ گئے۔ انھوں نے دیکھا۔ وہ بارٹانی تھا۔ ہوٹل کا مینیجر۔ اور صاف ظاہر ہے۔ وہ جاپانی ہی ہو سکتا تھا۔

سس ..... سم

"میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے۔" شوکی نے ان سب کے جانے کے بعد کہا۔

"اس جنگل میں۔ بھی تمھاری سمجھ میں بات آ گئی۔ کمال ہے۔ خیر۔ وہ کیا بات ہے؟"

"ہمیں حملے سے بچاؤ کا انتظام کر لینا چاہیے۔"

"کون سے حملے کا۔ کس کے حملے کا۔ یہاں کس حملے کا امکان کہاں؟" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ خیال کر کے کہ حملہ ہو سکتا ہے۔" شوکی نے کہا۔

"اگر حملہ ہو گیا تو ہم دونوں کیا خاک مقابلہ کر سکیں گے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں انکل۔ ہم انھوں پیروں سے تو خیر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن عقل سے تو کر ہی سکتے ہیں۔ ہم اس سے کام لے کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

اس کے لیے بھی ہمیں انتظام کرنا ہوگا۔"

"ویسے شوکی۔ تم اطمینان رکھو۔ میرے پاس پستول ہے۔"

"انکل۔ پستول بعض اوقات بے کار ثابت ہوتا ہے، لیکن اپنا کیا ہوا انتظام ضرور کارگر رہتا ہے۔"

"خیر بھئی۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ انتظام کرنا ضروری ہے تو پھر مجھے بھی منظور ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انتظام کیا کرنا ہے؟"

"ضرورت پڑنے پر ہم اس قابل ہوں کہ فوری طور پر درختوں پر چڑھ جائیں۔ اس کے لیے ہمیں درختوں کی بیلوں کو جوڑ کر ایک سیڑھی بنانا ہوگی۔ یہ کام میں کروں گا۔ آپ صرف میری مدد کریں گے۔ اس کے علاوہ اپنے اردگرد خشک لکڑیوں کا ایک گھیرا بنانا پڑے گا۔ تاکہ رات کے وقت ہم اس گھیرے کو آگ لگا دیں۔ اس طرح کوئی درندہ ہمارے قریب نہیں پھٹکے گا۔"

"بھئی واہ۔ شوکی تم شکاری تو نہیں رہے کسی زمانے میں؟" پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

"جی نہیں۔ میں نے کبھی بھی شکار نہیں کھیلا۔ شکار کھیلنا بے کار لوگوں کا کام ہے۔ اور یوں بھی بلا ضرورت شکار کی ہمارے دین نے اجازت نہیں دی۔"

"بہت خوب۔ پھر تمہیں یہ معلومات کس طرح حاصل ہیں؟"

"اس طرح کہ میں نے شکار کے کچھ واقعات ضرور پڑھے ہیں۔"

اور پھر وہ دونوں انتظامات میں لگ گئے۔ درختوں کی بیلوں کے ذریعے سیڑھی بنا کر ایک درخت کے اوپر لٹکا دینے میں انھیں کئی گھنٹے لگ گئے۔ پھر وہ خشک لکڑیاں اپنے چاروں طرف جمع کرتے رہے۔ لائٹر پروفیسر داؤد کے پاس تھا۔ رات کے وقت اس گھیرے کو آگ دکھائی جا سکتی تھی۔ دونوں کاموں نے انھیں تھکا دیا۔ وہ ستانے کے لیے لیٹ گئے اور پھر ان کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو انھوں نے عجیب و غریب سی آوازیں سنیں۔ گھبرا کر آوازوں کی سمت میں دیکھا تو دھک سے رہ گئے۔ لکڑیوں کے گھیرے کے دوسری طرف ایک ریچھ کھڑا تھا۔ بہت بڑا ریچھ۔ خوف ناک قسم کا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں ان پر جمی تھیں۔

"ارے باپ رے۔ انکل۔" شوکی کے منہ سے دبی آواز میں نکلا۔

"ہم۔ میں انکل ہوں۔ چپ۔ اب نہیں۔" پروفیسر نے سرگوشی کی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہم — میں نے سن رکھا ہے — ریچھ مردہ انسانوں کو کچھ نہیں کہتا — کیوں نہ ہم مردہ ہو جائیں؟" شوکی بولا۔

"کم از کم میں تو مردہ ہونے کے لیے تیار نہیں — جیتے جی کیوں مروں؟" انھوں نے آنکھیں نکالیں۔

"ہم — میرا مطلب ہے — بس ذرا دیر کے لیے — ہم اپنے سانس روک لیں۔"

"اور کیا اس کو پتا نہیں چلے گا؟"

"خیال یہی ہے۔"

"بھئی دیکھ لو — کہیں خیال ہی خیال میں ہم ریچھ کے پیٹ میں نہ چلے جائیں۔"

"ارے باپ رے۔" شوکی گھبرا گیا۔

"خیر — میں نے بھی ایک بات سن رکھی ہے۔" پروفیسر داؤد نے دبی آواز میں کہا۔

"جی — جلدی — بتائیں — کہیں اس سے پہلے ہی ریچھ ہم سے مزاج نہ پوچھ بیٹھے۔"

"ریچھ آگ کے شعلے سے بہت ڈرتا ہے — لہٰذا میں لائٹر جلا سکتا ہوں۔" انھوں نے کہا۔

اور جیب سے لائٹر نکال کر روشن کر دیا — لائٹر بڑے سائز کا تھا — اور خاص مقصد کے لیے بنایا گیا تھا،

Malik ji

اس کے جلد بجھ جانے کا کوئی امکان نہیں تھا —

شعلے کو دیکھ کر ریچھ چونکا — پروفیسر داؤد نے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

"وہ مارا۔" وہ بچوں کی طرح چہکے — انھوں نے ایک پتلی سی لکڑی کے سرے پر لائٹر کا شعلہ لگایا — اس نے فوراً آگ پکڑ لی — اب ایک شعلے کی بجائے دو ہو گئے — شوکی نے آگے بڑھ کر اس لکڑی کو اٹھا لیا — ادھر پروفیسر داؤد ایک اور لکڑی کو آگ دکھا چکے تھے، اب ریچھ بھاگ کھڑا ہوا —

"مبارک ہو شوکی۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"مبارک آپ قبول کریں — آپ کی ترکیب کارگر رہی۔" شوکی نے کہا۔

"اس وقت تو میں فرہاد ثابت ہوا ہوں کیا خیال ہے؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی — جی ہاں — اس میں کیا شک ہے۔"

"کیا کیا — اس میں کیا شک ہے — نہیں بھئی — شک تو ہونا چاہیے — میں واقعی فرہاد تو ہوں نہیں۔"

"جی — جی — جی — جی۔" شوکی کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکلتا چلا گیا —

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"خیر تو ہے شوکی۔ تم پر جن جی کا دورہ تو نہیں پڑ گیا۔"

"وہ۔ بس۔ سامنے دیکھیے۔ انکل۔" شوکی نے کانپ کر کہا۔

پروفیسر داؤد نے ادھر دیکھا۔ وہاں کوئی کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ اور جسم پر شکاریوں جیسا لباس تھا۔

"یہ۔ یہ تو کوئی شکاری معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے کیا ڈرنا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"ل۔ لیکن انکل۔ اگر انھوں نے ہمیں ہی شکار کر لیا۔"

"اگر یہ انسانوں کے شکاری ہوتے تو جنگل کی بجائے شہر میں ہوتے۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"بات تو آپ کی حد درجے معقول ہے۔ خیر۔ ہم خود ان سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔" شوکی نے کہا اور پھر اس کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

"سگ۔ سک۔ کیوں جناب۔ آ۔ آپ کون ہیں۔ بب۔ بتانا پسند کریں گے؟"

"ہاں! کیوں نہیں۔ پہلے تم بتاؤ۔ تم کون ہو؟" اس کی آواز سنائی دی۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم کون ہو سکتے ہیں؟" شوکی جلدی سے بولا۔

"پتا نہیں۔ خیر۔ تم دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ میں تمھاری تلاشی لوں گا۔ اور فوری طور پر جان جاؤں گا کہ تم دراصل کون ہو۔"

"گویا آپ تلاشی کے ذریعے دوسروں کو جاننے کے ماہر ہیں۔" شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی سمجھ لو۔" اس نے کہا اور آگے قدم بڑھائے۔ لکڑیوں کے دائرے کے پاس آ کر وہ رک گیا۔

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ دھوپ اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اور اس طرح اس کا چہرہ اور بھی خوف ناک لگ رہا تھا۔ اس نے رائفل دونوں ہاتھوں میں اس طرح تھام رکھی تھی کہ فوری طور پر فائر کر سکے۔ قدم روک کر اس نے کہا:

"تم دونوں کی جیبوں میں جو کچھ ہے۔ میرے سامنے الٹ دو۔"

"بہت بہتر۔" پروفیسر داؤد بولے۔

اور انھوں نے اپنی جیبیں خالی کر دیں۔ ان چیزوں کو وہ چند سیکنڈ تک غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سانپ کی طرح پھنکار کر کہا:

"میں سمجھ گیا — جن لوگوں کی مجھے تلاش ہے۔ تم ان میں سے دو ہو۔"

"لیکن جناب۔ ہم نہیں سمجھے کہ آپ کو کن لوگوں کی تلاش ہے۔"

"تت — تم — تم یقیناً انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے ساتھی ہو۔"

دونوں اس کے اس اندازے پر ساکت رہ گئے۔ چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد اس نے پھر کہا:

"کیوں — میرا اندازہ ٹھیک ہے۔"

"چلیے — مان لیتے ہیں۔" شوکی بولا۔

"تب تو — مزا آ گیا۔" وہ چہکا۔

"آپ کو آیا ہوگا — ہمیں نہیں۔" شوکی نے منہ بنا کر کہا۔

"ابھی آئے گا تم لوگوں کو بھی۔ پہلے یہ بتاؤ — تمھارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟" اس کی آواز سے سفاکی ٹپک رہی تھی۔

"شہر گئے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے جواب دیا۔

"اور شہر میں کس جگہ؟" اس نے پوچھا۔

"یہ ہمارے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔"

"خیر — ان کو میرے ساتھی تلاش کر کے ٹھکانے لگا دیں گے — میں تمھارا کام تو تمام کر دوں۔" یہ کہ کر اس نے رائفل کا رُخ پروفیسر داؤد کی طرف کر دیا اور اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالتی محسوس ہوئی۔

"ایک منٹ — آپ ہمیں کم از کم یہ تو بتا دیں کہ آپ نے کس طرح جان لیا کہ ہم انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا صاحبان کے ساتھی ہیں؟" شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ واقعی کام کا سوال ہے — ہمارے لیڈر نے جب ہمیں اس کام پر مقرر کیا تھا تو انھوں نے تم لوگوں کی کچھ نشانیاں بتائی تھیں۔"

"اور وہ نشانیاں کیا ہیں؟" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"ایک تو یہ کہ موت کے وقت بھی تم لوگ گھبراتے نہیں، نہ زندگی کی بھیک مانگتے ہو۔"

"لیکن — میں تو گھبرا گیا تھا — کیا آپ نے دیکھا نہیں تھا۔" شوکی جلدی سے بولا۔

"دیکھا تھا — لیکن وہ گھبرانا مصنوعی تھا — اور دوسرے یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کہ تم لوگوں کی جیبوں سے عجیب و غریب چیزیں نکلیں گی۔ مثلاً چابیوں کے گچھے۔ مڑے تڑے تار۔ رسی کے ٹکڑے یا چھوٹے موٹے گولے۔ چپکانے والی ٹیپ وغیرہ۔ اور دیکھ لو۔ یہاں بھی یہی چیزیں نظر آ رہی ہیں۔"

"خیر۔ ہم نے مان لیا۔ اب یہ بھی بتا دیں کہ آپ ہماری جان کے دشمن کیوں ہیں۔ ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"اس سوال کا جواب باس دے سکتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔"

"اور تمہارا باس کون ہے۔ مرزا خاصر تو مر چکا ہے۔" شوکی نے فوراً کہا۔

"اوہ۔ تو تم یہ اندازہ بھی لگا چکے ہو کہ۔"

"ہاں۔ آپ جاپانی ہیں۔ ہیں نا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اور اس وقت آپ کا باس کون ہے؟"

"ب۔ یہ بات میں نہیں بتا سکتا۔"

"تو پھر پہلے بب کیوں کہا تھا۔ کیا آپ بارشاق کا نام منہ سے نکالتے نکالتے رک گئے ہیں۔ وہ جو ہوٹل غمارہ کا منیجر تھا۔"

"ہاں، میں یہی کہتے کہتے رک گیا تھا، لیکن تم ان

معلومات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، کیونکہ موت تمہارے سر پر کھڑی ہے۔"

"موت کس کے سر پر کھڑی ہے۔ اوپر دیکھے بغیر کس طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور آپ کے سر پر اس وقت ایک عدد کالا سانپ لہرا رہا ہے۔"

"نن۔ نہیں۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔ یک دم نیچے بیٹھ گیا اور پھر اوپر دیکھا۔ اس وقت تک شوکی بجلی کی سرعت سے نیچے جھک کر دونوں مٹھیوں میں مٹی بھر چکا تھا اور پھر وہ اس نے اس کی آنکھوں میں جھونک دی۔ اتفاق کی بات کہ ہوا کا رخ بھی اسی کی طرف تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ مٹی سیدھی اس کی آنکھوں میں گئی۔ رائفل اس کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اور دونوں ہاتھ آنکھوں سے جا لگے۔ اب پروفیسر داؤد کی باری تھی۔ وہ بلا کی رفتار سے آگے بڑھے اور رائفل اٹھا لی۔

"ویری گڈ انکل۔ اس کے سر پر ایک بٹ دے ماریں۔" شوکی نے اشاروں میں کہا۔

"ہم۔ ہیں۔ دے ماروں بٹ۔" انھوں نے پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا۔

"جی ہاں۔" شوکی نے سر ہلایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔" انھوں نے انکار میں سر ہلایا۔

"تب پھر یہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔" شوکی نے دبی آواز میں کہا۔

"اب یہ کر بھی کیا سکتا ہے۔ رائفل میرے ہاتھ میں ہے۔ اور میں رائفل چلانا جانتا ہوں۔" یہ کہہ کر انھوں نے اُنگلی ٹریگر پر رکھ دی۔ اور اس سے بولے:

"اگر تم آنکھیں مل کر فارغ ہو چکے ہو تو ہاتھ اوپر اُٹھا دو۔"

اس نے گھبرا کر ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے، پھر خوف زدہ آواز میں بولا:

"وہ۔ وہ۔ پہلے اس سانپ کا تو کچھ کریں۔"

"اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بہت سمجھ دار سانپ ہے۔" شوکی نے کہا۔

"کک۔ کیا مطلب؟"

"ایک درخت کی سیاہ رنگ کی بیل سے تیار کیا ہے اس کو میں نے۔" شوکی نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا!" وہ چلا اُٹھا۔

"اور یہ مٹی کا ڈھیر بھی میں نے اپنے پاس اسی لیے جمع کیا تھا کہ تم جیسوں کی آنکھوں میں سُرمے کا کام دے سکے۔" وہ بولا۔

"اوہ۔ اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"اب تم بتاؤ۔ تمھارا باس بارٹانی ہمیں کہاں مل سکے گا۔ اور وہ باس کس طرح بن گیا؟"

"وادیِ مرجان سے حکم موصول ہوا تھا۔ کہ مرزا خاصر کی موت کی وجہ سے اب یہاں کے انچارج مسٹر بارٹانی ہوں گے۔ اور وہ ہدایات براہِ راست مرکز سے لیں گے۔"

"مرکز۔ یعنی وادیِ مرجان۔"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ سارا چکر بنگال اور دُوسرے بڑے ممالک کم اور وادیِ مرجان کے لوگ زیادہ چلا رہے ہیں۔"

"یہی سمجھ لیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"لیکن تم ہماری تلاش میں کیوں ہو؟"

"مرکز سے ہدایات ملی ہیں کہ تم لوگوں کو تلاش کر کے ختم کر دیا جائے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے۔ ہم تم لوگوں کی آنکھوں میں کھٹک رہے ہیں۔"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں! بہت زیادہ۔ خاص طور پر مرزا عاصر کی موت کے بعد سے۔" اس نے کہا۔

"تم نے یہ نہیں بتایا۔ بادشانی سے ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے؟"

"ان کا مرکز ہوٹل غمارہ ہے۔"

"لیکن ہوٹل غمارہ تو اب تک بند کر دیا گیا ہوگا۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! لیکن اس کے باوجود ان کا مرکز وہی رہے گا۔"

"گویا وہ خفیہ طور پر اس میں کام کرتا رہے گا۔"

"یہی سمجھ لیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اب ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں؟" شوکی نے کچھ سوچ کر کہا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"انکل! اب اس کے سر کا نشانہ لیں اور ایک عدد فائر کر دیں۔" شوکی نے پروفیسر داؤد سے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟"

"ہاں! اور ہم تمہارا کیا کریں۔"

"نن۔ نہیں۔ تم۔ مجھے نہ مارو۔"

"تم جاپانی ہو۔ اسلام کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے

تم لوگوں نے۔ تمہیں کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"کیا جا سکتا ہے۔ میرے پاس ایک خیال ہے۔" اس نے کہا۔

"اپنا خیال پیش کرو۔"

"میں زندہ حالت میں آپ لوگوں کے زیادہ کام آ سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟" وہ دونوں ایک ساتھ بولے۔

"اس طرح کہ۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"خیریت۔ کیا سوچنے لگے؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔ چند کام کی باتوں کے بدلے اپنی جان بچا لوں یا ہونٹ بند رکھ کر جان دے ڈالوں۔" اس نے کہا۔

"ہم نے لوگوں کو سچائی کے لیے بھی مرتے دیکھا ہے اور جھوٹ کے لیے بھی۔ لیکن جو جھوٹ پر جان دیتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔"

"کیا تم لوگوں کا خیال ہے۔ ہم جھوٹ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔" وہ بولا۔

"ہاں! حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

دروازہ مکمل طور پر بند ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے ضرور نازل ہوں گے، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اُمتی کی حیثیت سے، وہ آکر اپنی نبوت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹیں گے۔ اس وجہ سے تم لوگ بالکل غلط ہو۔"

"اگر میرا مزید اطمینان کرا دیں تو شاید میں مسلمان ہو جاؤں اور آپ کا ساتھ دے سکوں۔"

دونوں سوچ میں ڈوب گئے۔ اس بات کا امکان تھا کہ وہ جان بچانے کے لیے چال چل رہا ہو، لیکن یہ بھی ہو سکتا تھا کہ واقعی اپنا جھوٹا مذہب چھوڑنے کا ارادہ کر چکا ہو۔ آخر انھوں نے اس پر محنت کرنے کی ٹھان لی۔ یوں بھی اس وقت انھیں اور کوئی کام تو تھا نہیں۔ پروفیسر داؤد اسے ختمِ نبوت کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگے۔ آخر دو گھنٹے کی محنت کے بعد اس نے کہا:

"اگرچہ آپ کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکے، تاہم آپ کی باتیں دل کو لگی ہیں۔"

"ہاں! اس جنگل میں ہم تحریری ثبوت پیش کر بھی کس طرح سکتے ہیں۔ اگر زندگی نے مہلت دی تو پھر ہم تحریری ثبوت بھی پیش کریں گے۔"

"خیر۔ میں ابھی جا بانیت سے تائب تو نہیں ہو رہا، لیکن آپ کو راز کی چند باتیں بتانے پر ضرور آمادہ ہو چکا ہوں۔ شرط یہی ہو گی کہ آپ میری جان نہیں لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ نہیں لیں گے۔"

"دیکھ لیں۔ آپ کا وعدہ ایک مسلمان کا وعدہ ہونا چاہیے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ تم فکر نہ کرو۔"

"تو پھر سنیے۔ جو کچھ بھی ہونے والا ہے۔ بس۔ بس۔"

اسی وقت دو فائر ہوئے۔ تھوڑی دیر پہلے جو شخص ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے سر میں گولی لگی۔ دوسری گولی پروفیسر داؤد کے ہاتھ کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ رائفل ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ ہاتھ کو پکڑے ہوئے بیٹھتے چلے گئے۔

"اب اس رائفل کو پکڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ ہاتھ چھلنی ہو جائیں گے۔" ایک تیز آواز انھیں سنائی دی۔ انھوں نے دیکھا۔ حملہ آور فوراً ہی دم توڑ چکا تھا۔ آخری لمحے بھی اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

صاف محسوس ہو رہا تھا۔ شاید اسے ایک فی صد بھی امید نہیں تھی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ انھوں نے نظریں اٹھا کر فائر کی سمت میں دیکھا۔ وہاں چار جاپانی کھڑے تھے اور ان چاروں کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ اسی وقت ایک نے کہا:

"غدار تو ہو گیا ختم۔ اب ان لوگوں کو زندہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔ ایک ساتھ چار فائر کرو۔ تاکہ یہ ایک ساتھ دم توڑ دیں۔"

"مشکل ہے۔" شوکی بولا۔

"کیا مشکل ہے۔" ایک نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ کہ ہم ایک ساتھ دم توڑیں۔ یہ صرف اللہ کو معلوم ہے کہ ہم کب مریں گے۔ تم لوگ نہیں جانتے۔"

"ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں۔" دوسرے نے منہ بنایا۔

"خیر۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"پتا نہیں۔ کب سے تیار ہیں۔" شوکی نے کہا۔

انھوں نے رائفلیں بالکل ان کی طرف کر لیں۔ پروفیسر داؤد بھی اس وقت تک کھڑے ہو چکے تھے۔ دونوں بیمز بنے کھڑے تھے۔

"کیا تم لوگ زندگی کی بھیک نہیں مانگو گے؟"

"اگر ہمیں اس بات کا یقین ہوتا کہ تم ایسا کر سکو گے، تب بھی نہ مانگتے۔ ہمیں تو مانگنے کا حکم صرف اللہ سے دیا گیا ہے۔ اور اب تو ہم یہ جانتے ہیں کہ تمھارے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ان حالات میں تو بھلا ہم کیا مانگیں گے۔"

"اچھا تو پھر یہ لو۔"

انھوں نے کہا اور ایک ساتھ چار رائفلوں کے ٹریگر دب گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تختہ

"ہائیں! یہ ہم کس طرف نکل آئے؟" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"آنکھیں نہیں ہیں کیا۔ یہ سمندر ہے۔" فاروق بولا۔

"لیکن ہمیں سمندر کی طرف نہیں۔ شہر کی طرف جانا تھا۔ جاپانی اس وقت اگر کہیں ہو سکتے ہیں تو شہریوں میں گھلے ملے ہوئے۔ نہ کہ ساحل کی طرف وہ آنے کی کوشش کریں گے۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

"کوشش تو خیر ہم نے بھی نہیں کی اس طرف آنے کی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جاپانی بھی اتفاق سے اس طرف آ نکلتے ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں تو انہیں آتے ہوئے دیکھ بھی رہا ہوں۔" فاروق مسکرایا۔

"ن۔ نہیں۔ کک۔ کہاں ہیں؟" آفتاب چونکا۔

Malik ji

"اس طرف دیکھو۔ ایک کار چلی آ رہی ہے۔" فاروق نے اشارہ کیا۔

"تو یہ ہے تم سے۔ ارے بھئی ایک کار کے ساحل کی طرف آنے کا یہ مطلب کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ جاپانیوں کی کار ہے۔" آفتاب نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ڈومان کے لوگ اس وقت ساحل کی طرف کیوں آنے لگے۔ یہ وقت تو ساحل کی طرف سے شہر جانے کا ہے، دیکھ نہیں رہے۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔" فاروق نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"ہاں! دیکھ رہا ہوں، لیکن کیا شہر کا کوئی آدمی سورج غروب ہونے کے وقت ساحل کی طرف نہیں آ سکتا؟" آفتاب نے بھی اسے گھورا۔

"نہیں۔ اس لیے کہ۔ اس لیے کہ۔ اس لیے کہ۔" فاروق اٹکنے لگا۔

"پانچ چھ مرتبہ تو کہو کم از کم۔" آفتاب جل گیا۔

"ہمیں چھپ جانا چاہیے۔ میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔ اگر ہم فوری طور پر چھپ نہ گئے تو دیکھ لیے جائیں گے۔" فاروق کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

"خیر آؤ۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

دونوں نے ناریل کے ایک درخت کے پیچھے اوٹ لے لی۔ جلد ہی ایک سفید رنگ کی کار ان کے قریب سے گزر گئی۔ چند سیکنڈ بعد ہی وہ ساحل پر رک چکی تھی، اس میں سے پانچ آدمی نکلے۔ شکل صورت سے اشام کے باشندے لگتے تھے۔ انھوں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، پھر ان میں سے ایک نے عربی میں کہا:

"دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ ہم لانچ کو بلا سکتے ہیں۔"

"احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ابھی چند منٹ اور ٹھہر جائیں۔" دوسرے نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔"

"آخر اچانک ہماری طلبی کیوں ہوئی ہے؟"

"یہ تو ہیڈ کوارٹر ہی جانے۔ وہیں چل کر پتا چلے گا۔" تیسرے نے کہا۔

"اب انتظار کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ نہ جانے یہ عظیم پروگرام کب شروع ہوگا۔"

"اگر مرزا خاصر نہ مارے جاتے تو شاید آج ریہرسل شروع ہوئی تھی۔"

"میرا خیال ہے۔ اب ہم بلاوجہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آؤ۔" پہلے نے کہا۔

پھر اس نے جیب سے ایک عجیب وضع کی عینک نکالی۔ اس کو آنکھوں پر لگایا۔ دوسری جیب سے ایک ٹارچ نکالی اور پھر ٹارچ کی روشنی کو ایک سمت میں لہرانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سمندر میں کسی کو اشارے کر رہا ہو۔ وہ ایک منٹ تک اسی طرح اشارے دیتا رہا۔ پھر ادھر سے بھی ایک ٹارچ کی چمک دکھائی دی۔

"میں نے لانچ کی ٹارچ کی روشنی کو دیکھ لیا ہے۔ اور عینک کی مدد سے جان لیا ہے کہ غلط روشنی نہیں دکھائی گئی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ لانچ جلد ہی ساحل تک پہنچ جائے گی۔"

"یار۔ اب کیا کریں؟" فاروق نے سرگوشی کی۔

"خاموش رہنے کے سوا ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"پتا نہیں۔ یہ لوگ بھی کیوں مجھے جاپانی محسوس ہو رہے ہیں۔"

"ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دو ماں میں اس وقت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صرف جاپانیوں کا دور دورہ ہے۔"

"اوہ۔ وہ دیکھو۔ لانچ آ رہی ہے۔"

"کہیں ہماری سرگوشیاں ان تک نہ پہنچ جائیں۔"

"ہم۔ میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" آفتاب چونکا۔

"چھپ کر دیکھتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں خود کو ظاہر کر دینا چاہیے۔ تاکہ یہ لوگ ہمیں بھی اپنے ساتھ لانچ پر لے جائیں۔ ہم جان تو جائیں گے۔ ان کا پروگرام کیا ہے۔"

"لیکن یہ ہمیں اپنے ساتھ کیوں لے جانے لگے۔"

آفتاب نے منہ بنایا۔

"تب پھر۔ ہم۔ ہم لانچ کا تعاقب کریں گے۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ ہم اور لانچ کی رفتار سے تیر سکیں۔ ناممکن۔"

"چلو۔ اس رفتار سے نہ سہی۔ کسی رفتار سے تو تیر ہی سکتے ہیں۔"

"فائدہ کیا ہوگا۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ فائدہ ہوگا یا نہیں۔ تجربہ ضرور کرنا چاہیے۔"

Malik ji

"آج تم میں محمود یا آصف کی روح تو حلول نہیں کر گئی۔"

"پتا نہیں۔" فاروق بڑبڑایا۔

رفتہ رفتہ لانچ نزدیک آتی چلی گئی۔ آخر ساحل پر رک گئی۔ انھوں نے دیکھا۔ لانچ بہت بڑی تھی۔ وہ چھ آدمی فوراً لانچ پر سوار ہو گئے اور لانچ اسی طرف بڑھنے لگی جس طرف سے آئی تھی۔ چھ آدمیوں کو انھوں نے لانچ پر بنے کیبن میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"آؤ۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔" فاروق بولا۔

"ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔ ابھی ٹھہرو۔" آفتاب نے کہا۔

"اس صورت میں لانچ بہت دور نکل جائے گی۔"

آخر وہ جھکے جھکے درخت کی اوٹ سے نکلے۔ اور ساحل تک پہنچ گئے۔ پانی میں داخل ہونے کے بعد انھوں نے صرف سر باہر رکھ کر تیرنا شروع کر دیا۔ آج ان کے تیرنے کا امتحان تھا۔ وہ جس قدر تیز تیر سکتے تھے۔ تیر رہے تھے۔ لیکن لانچ لمحہ بہ لمحہ ان سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ہم لانچ سے نہیں جیت سکتے۔" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"اور ہمیں جیتنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

تیرنے کا مقابلہ جاری رہا۔ پھر لانچ اوجھل ہو گئی۔ لیکن وہ بدستور تیرتے رہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان پر تیرنے کا دورہ پڑ گیا ہو۔ اور پھر ان کے ہاتھ پیر شل ہونے لگے۔

"ہم تیرتے ہوئے اتنی دور تو نکل آئے ہیں۔ لیکن کیا واپس بھی جا سکیں گے۔ میرا مطلب ہے۔ ہاتھ پیر تو ابھی سے شل ہو رہے ہیں۔"

"اللہ مالک ہے۔ ایسی باتیں سوچ کر ہم اور بھی حوصلہ ہار بیٹھیں گے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" آفتاب نے کہا۔

وہ تیرتے رہے۔ تیرتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے محسوس کیا۔ اب اور تیرنا ان کے بس کی بات نہیں رہی۔

"اب کیا کریں آفتاب؟" فاروق نے مُردہ آواز میں کہا۔

"اب میں کیا بتاؤں۔ پہلے تو میری بات مانی نہیں۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"اور لانچ کا اب بھی دور دور تک کوئی پتا نہیں۔" فاروق بولا۔

"خیر۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے۔ لانچ ہم سے زیادہ دور نہ ہو۔ لیکن پانی کی چھالوں کی وجہ سے نظر نہ آ رہی ہو۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

"ہم اللہ کو یاد کرنے کے سوا کر۔ کر۔"

"تختہ۔ آفتاب تختہ۔" فاروق چلّایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں انسان ہوں۔ تختہ نہیں۔"

"اوہو۔ میں۔ میں تمھیں نہیں۔ اس تختے کو تختہ کہہ رہا ہوں۔" فاروق نے پھر چیخ کر کہا۔

"ہائیں۔ تختے کو تختہ کہہ رہے ہو۔ بھئی دیکھ لو۔ بُرا نہ مان جائے۔" آفتاب بولا۔

"کک۔ کون؟" فاروق گھبرا گیا۔

"تختہ اور کون۔ یہاں ہمارے اور اس تختے کے علاوہ اور ہے ہی کون۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"لیکن اگر ہم نے اس تختے کو فوری طور پر پکڑ لیا تو پھر ہمارا تختہ ضرور ہو جائے گا۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ تو ہوتا ہی ہے۔ تختہ یا تختہ۔" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی۔ یہ لفظ تو ہمارے پیچھے پڑ گیا ہاتھ دھو کر۔ اب ہمیں بھی اس کے پیچھے پڑ جانا چاہیے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اسی وقت تختہ ان کے قریب سے گزرا۔ دونوں نے ایک ساتھ اس پر ہاتھ ڈال دیے۔ دوسرے ہی لمحے وہ تختے سے چمٹے ہوئے تھے۔ اور اس طرح انھیں ہاتھ پیر چلانے سے نجات مل گئی۔ تاہم چپو کا کام ایک ایک ہاتھ سے انھیں پھر بھی لینا پڑا۔ تاکہ تختے کی سمت لانچ والی رہے۔

انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ تختہ کافی تیزی سے انھیں آگے لیے جا رہا تھا۔ اچانک انھوں نے لانچ کو دیکھا۔

"وہ۔ وہ رہی لانچ!" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"حیرت ہے۔ ہمارے تختے کی رفتار اس لانچ سے بھی زیادہ ہے!" فاروق بولا۔

"نہیں۔ بلکہ لانچ پانی میں رکی ہوئی ہے۔" آفتاب نے بغور لانچ کی طرف دیکھا۔

"ہوں! ضرور یہی بات ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے تختے میں بریک نہیں ہیں۔ ہم اس کا رخ تو موڑ سکتے ہیں۔ اسے بہنے سے نہیں روک سکتے۔"

"کوئی بات نہیں۔ لانچ کی سیدھ میں تو جا ہی سکتے ہیں۔ ہم لانچ پر چڑھ جائیں گے۔"

"گویا ان لوگوں کے پیچھے چڑھ جائیں گے۔ اور سمندر کے پانی نے ہمارا میک اپ بھی اتار دیا ہوگا۔"

"اوہ۔ میک اپ!"

انھوں نے ایک دوسرے کے چہروں کی طرف دیکھا، پھر وہ مسکرا دیے۔ میک اپ بدستور موجود تھا۔ شاید وہ پانی سے خراب ہونے والا نہیں تھا۔ اسی وقت تختہ لانچ سے جا ٹکرایا۔ لانچ زور سے ہلی۔ انھوں نے تختے کو چھوڑ دیا اور تیر کر لانچ کی سیڑھی کو پکڑ لیا۔ پھر وہ اوپر چڑھ گئے۔ انھوں نے دیکھا۔ لانچ پر کوئی نہیں تھا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ کیا بھئی!" فاروق نے کانپ کر کہا۔

"پپ۔ پپ۔ پتا نہیں۔ م۔ میں۔ کیا کہہ سکتا ہوں!" آفتاب بولا۔

"م۔ میرا مطلب ہے۔ یہ لانچ کسی جزیرے کے کنارے نہیں۔ کسی ساحل پر نہیں۔ بیچ سمندر کھڑی ہے۔ لیکن وہ بچے آدمی اور لانچ ڈرائیور نہیں لانچ میں نظر نہیں آ رہے۔ آخر وہ سمندر میں کہاں جا سکتے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے۔ وہ غوطہ خور قسم کے لوگ ہوں۔ لانچ میں غوطہ خوری کا لباس موجود ہے۔" آفتاب نے کہا۔

"تم تو عقل سے بالکل پیدل معلوم ہوتے ہو۔" فاروق

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بولا۔

"یہ بے وقوفانہ اندازہ کس طرح لگا لیا؟"

"کیا تم ان کے الفاظ بھول گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا تھا۔ آخر اچانک ہماری طلبی کیوں ہوئی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ان کی طلبی اسی جگہ ہوئی تھی۔ سمندر میں۔" آفتاب بولا۔

"ان کے الفاظ کا تو یہی مطلب تھا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"لیکن یہ بات عقل میں آنے والی نہیں۔ یہاں تو کسی ہیڈ کوارٹر کا نام تک نہیں۔" آفتاب نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ سائنس کا دور ہے۔ سمجھے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ سمجھ گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ سات کے سات آدمی کہاں ہیں؟"

"سمندر میں۔" فاروق بولا۔

"تب پھر وہ سمندر میں ہیرے موتی تلاش کر رہے ہوں گے۔" آفتاب نے کہا۔

"نہیں۔ ان کو طلب کیا گیا ہے۔"

"خیر ہم ان کا انتظار کریں گے۔ آخر کو انھیں واپس آنا ہی پڑے گا۔"

وہ انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تھک گئے۔ ادھر چاند نکل چکا تھا۔ اور سمندر کی موجوں کی بلندی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ لانچ اوپر نیچے ہو رہی تھی، لیکن ادھر اُدھر نہیں جا رہی تھی۔

"میرا خیال ہے۔ یہ انتہائی عجیب بات ہے اور اس قدر عجیب بات کو معلوم کرنے کے فوراً بعد ہمیں اپنے مرکز کا رُخ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اُلجھ جائیں اور مرکز تک نہ پہنچ سکیں۔" آخر فاروق نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"میں بھی انھی لائنوں پر سوچ رہا ہوں۔"

"لیکن اس لانچ کو لے جانا بھی غلط ہوگا۔ لے جانے کی کوشش کرنے سے ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ اب ہمیں ایک بار پھر تیرنا ہوگا۔"

"اس وقت تیرنا اور بھی مشکل کام ہوگا۔"

"لیکن ہمیں یہ مشکل کام کرنا ہی ہوگا۔ ہو سکتا ہے، اللہ پھر کوئی تختہ بھیج دے۔"

دونوں پانی میں اتر گئے اور ساحل کی طرف تیرنے لگے۔ اور کسی نہ کسی طرح ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساحل اسی طرح ویران تھا۔ گیلے کپڑے اور گیلے جسم لیے وہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ اب انھیں مرکز کی طرف جانے کی جلدی تھی۔ شہری حدود میں پہنچ کر انھوں نے ٹیکسی پکڑی۔ ڈرائیور نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ آخر وہ رہ نہ سکا:

"مچھلی کا شکار کھیل کر آ رہے ہیں کیا؟"

"آپ کا اندازہ اتنا غلط بھی نہیں ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"چلنا کہاں ہے؟"

آفتاب نے سڑک کا نام بتا دیا۔

"رات کے وقت آپ لوگ اس طرف جا کر کیا کریں گے۔ وہ تو بے آباد علاقہ ہے۔ اور لوگ دن میں بھی ادھر نہیں جاتے۔" ڈرائیور نے کہا۔

"ہمیں ایسی ہی جگہوں پر جانے کا شوق ہے۔"

"ہاں! یہ شوق تو آپ کے گیلے کپڑوں سے بھی ظاہر ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

مناسب جگہ وہ ٹیکسی سے اترے اور اسے انتظار کرنے کے لیے کہہ کر مرکز کی طرف بڑھے۔ تاہم انھوں نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کر دیا تھا۔ صرف یہ کہا تھا کہ وہ پندرہ منٹ تک ان کا انتظار کرے۔ اگر وہ نہ آئیں تو جا سکتا ہے۔ پندرہ منٹ کے انتظار کی قیمت بھی انھوں نے اسے ادا کر دی تھی۔ اور اس نے بخوشی ٹھہرنا منظور کر لیا تھا۔

جوں ہی وہ مرکز کے نزدیک پہنچے۔ ٹھٹک کر رہ گئے۔ آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

منظر

"اشفاق بھئی — میں ایک بات کہنے کے لیے بے چین ہوں، لیکن اس ڈر سے نہیں کہ رہا کہ تمہیں بُری لگے گی۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"آپ کی بات اور بُری لگے — یہ ہو ہی نہیں سکتا۔" اشفاق مسکرایا۔

"نہیں — میرا دعویٰ ہے کہ ضرور بُری لگے گی۔"

"خیر — آپ فکر نہ کریں — اور بات کریں۔"

"خیر — سنو — میں میدانِ عمل میں کود پڑنے کا عادی ہوں — جہاں خطرہ دیکھا — چھلانگ لگا دی — میرا خیال ہے کہ آپ میرا ساتھ نہیں دے سکیں گے — لیکن میں بڑوں کی بات میں دخل نہیں دے سکتا تھا — اس لیے گروپ بندی کے وقت کچھ نہ کہہ سکا۔"

"پھر — اب کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ اگر میں کسی خطرے میں کود پڑوں اور تم ہمت نہ کر سکو تو محسوس نہ کرنا۔"

"اچھا — محسوس نہیں کروں گا — اور کچھ۔"

"بس — اور کوئی بات نہیں — اب سنو — میری تجویز کیا ہے — اس گروپ بندی میں ہر گروپ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کام کرے گا — میری تجویز یہ ہے کہ ہم ایک ٹیکسی میں پورے شہر کا ایک چکر لگاتے ہیں اور اگر کوئی جاپانی نظر آ جائے تو پھر نہایت خاموشی سے اس کا تعاقب کریں گے — پھر موقعے کی مناسبت سے جو ہو سکا، کر گزریں گے اور مرکز کو جا کر اطلاع دیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" اشفاق نے کہا۔

دونوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور محمود نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:

"ہم اس شہر کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا آپ اس شہر میں پہلی مرتبہ آئے ہیں؟"

"ہاں! ہم خاص طور پر غیر مسلموں کے علاقے دیکھنا پسند کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"اور ذرا رفتار بھی کم رکھیے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"بہت بہتر،" ڈرائیور نے کہا۔

"رفتار تیز کر دیں،" اشفاق نے گھبرا کر کہا۔

"جی ۔ کیا مطلب ۔ ابھی ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ رفتار کم رکھیے گا۔"

"ہاں ! اس وقت ضرور یہ بات کہی تھی ، لیکن اب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ رفتار بڑھا دیں ۔ ابھی ابھی ایک نیلی کار ہمارے قریب سے گزری ہے ۔ آپ اس کار کو دیکھ رہے ہیں ۔ بس اس کے پیچھے ٹیکسی لگا دیں،" اشفاق جلدی جلدی بولا۔ محمود نے اس کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا ، پھر مسکرا دیا ۔ شاید اشفاق کو نیلی کار میں کوئی جاپانی بیٹھا نظر آگیا تھا۔

"آپ لوگ تو شہر کی سیر کرنا چاہتے تھے ۔ اب یہ تعاقب کی کیوں سوجھ گئی؟"

"اس نیلی کار میں ہمیں ایک عجیب آدمی نظر آ رہا ہے ۔ ہم چاہتے ہیں ۔ اس سے بھی دو دو باتیں کر لیں۔ ہو سکے تو نیلی کار سے آگے نکل جائیں ۔ تاکہ کار والے کو تعاقب کا شبہ نہ ہو۔"

"اچھا ،" اس نے کہا اور جلد ہی وہ نیلی کار کے پاس سے گزر گیا ۔ انھوں نے ایک اچٹتی نظر اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے آدمی پر ڈالی ۔ انھوں نے فوراً ہی جان لیا کہ وہ جاپانی ہی تھا ۔ ایک نظر میں ہی انھوں نے دیکھ لیا کہ وہ بہت قیمتی لباس میں تھا ۔

اب ان کی ٹیکسی نیلی کار سے آگے تھی ۔

آدھ گھنٹے بعد نیلی کار ایک ہوٹل کے سامنے رکتی نظر آئی ۔ پھر وہ جاپانی اتر کر ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ اس نے دروازے پر کھڑے چوکیدار سے کچھ کہا ۔ فوراً ہی چند بیرے نیلی کار کی طرف بڑھے ۔ اور اس میں سے سامان اٹھا کر اس آدمی کے پیچھے آ گئے ۔ وہ اس وقت تک اندر داخل ہو چکا تھا اور اب کاؤنٹر پر موجود تھا ۔ محمود کچھ سوچ کر نیلی کار کے ڈرائیور کی طرف بڑھا :

"کیا یہ کار ان کی ہے ۔ جو ابھی ابھی اترے ہیں؟" اس نے کہا۔

"نہیں ۔ یہ کرائے کی کار ہے ۔ میں عام طور پر ایئر پورٹ پر ہوتا ہوں۔"

"تو آپ ان صاحب کو ایئر پورٹ سے لائے ہیں؟"

"جی ہاں!"

"اور یہ کہاں سے آئے ہیں؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

جواب بھی اس نے ان کے ملک کا نام لیا تو وہ اچھل پڑے:

"او ہو اچھا" ان کے منہ سے نکلا۔

"آؤ بھئی ۔ جلدی کرو" محمود نے اشفاق کا ہاتھ پکڑا اور ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھا ۔ وہ ہال میں آ کر ایک میز پر بیٹھ گئے ۔ آنے والا جاپانی نوٹ گن رہا تھا ، پھر اس نے یہ نوٹ کاؤنٹر کلرک کے حوالے کر دیے ۔ جلد ہی بیرے اس کا سامان اٹھائے لفٹ کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ اور وہ ان کے آگے چل رہا تھا، لفٹ میں سوار ہوا تو بیرے بھی اس کے ساتھ سوار ہو گئے ۔ پھر دروازہ بند ہو گیا ۔ ان کی نظریں لائٹ پر جم کر رہ گئیں ۔ اور پھر انھوں نے جان لیا کہ لفٹ ساتویں منزل پر رکی ہے ۔ اب لفٹ نیچے آ رہی تھی ۔ وہ اٹھے اور لفٹ میں سوار ہو کر ساتویں منزل کا بٹن دبا دیا ۔ پھر لفٹ سے اترے ۔ اور برآمدہ عبور کرتے چلے گئے ۔ اسی وقت بیرے ایک کمرے سے نکلتے نظر آئے ۔ گویا اس جاپانی کو یہ کمرہ ملا تھا۔

محمود نے اس کمرے کے دروازے پر دستک دی:

"کون ؟" اندر سے آواز آئی ۔

"خادم ۔ آپ سے ایک بات کرنا چاہتے ہیں"

قدموں کی آواز سنائی دی ۔ پھر دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہو گئے ۔ انھوں نے کمرے کے درمیان میں بچھی مسہری دیکھی ۔ وہ آدمی اس پر لیٹ گیا ۔ شاید سفر نے اسے تھکا دیا تھا ۔

"آپ بہت تھک گئے ہیں شاید"

"ہاں ! لیکن تم لوگ کون ہو ۔ تم نے تو کہا تھا خادم ہیں ۔ یعنی ہوٹل کے بیرے"

"ہمیں بھی آپ بیرے ہی سمجھ لیں" محمود بولا۔

"لیکن کیوں سمجھ لوں ۔ وجہ کیا ہے ؟"

"آپ پاک لینڈ سے تشریف لاتے ہیں ؟"

"ہاں ! کیا یہ کوئی جرم ہے" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا ۔

"جی نہیں ۔ جرم تو نہیں ۔ ہم بھی وہیں کے ہیں"

محمود بولا ۔

"اچھا"

"آخر ہمارے ملک سے لوگ دھڑا دھڑ یہاں کیوں آ رہے ہیں" اشفاق کے منہ سے نکل گیا ۔

وہ زور سے چونکا ، پھر فوراً ہی سنبھل گیا اور بولا ،

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہمارے عوام اس مُلک میں دلچسپی لے رہے ہیں، پتا نہیں کیوں - خاص طور پر اس شہر میں۔"

"ہمارے عوام نہیں - صرف جاپانی لوگ - آپ بھی جاپانی ہیں نا۔"

وہ ساکت رہ گیا - چند لمحے تک ان دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا، پھر سانپ کی طرح پھنکارا:

"تت - تم لوگ کون ہو؟"

"بس جناب - یہ نہ پوچھیں۔" اشفاق مسکرایا۔

"کیوں - کیا بات ہے - یہ کیوں نہ پوچھوں؟"

"پہلے آپ بتائیں - آپ کس سلسلے میں یہاں تشریف لائے ہیں؟"

"سوال یہ ہے کہ میں آپ کو کیوں بتاؤں؟"

"ہاں واقعی - یہ بہت اہم سوال ہے - اتنا اہم کہ ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے۔" محمود نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی - وہ بات اہم کس طرح ہو گئی جس کا جواب آپ نہیں دے سکتے۔"

"ہاتھ اوپر اٹھا دو - مجھے تم سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے اچانک کہا اور پھر اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"یہ اور ہوئے - خیر - یہ لیجیے - ہم نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے - اور کوئی حکم۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا - اشفاق کے چہرے پر خوف کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے -

"اب بتاؤ - تم کون ہو؟"

"بکو مت - اگر تم نے منہ نہ کھولا تو میں پولیس کو بلا لوں گا۔"

"اچھی بات ہے - بلائیے پولیس کو۔" محمود نے کہا۔

"ضرور کیوں نہیں - لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا - دو منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی:

"چلے آؤ جمی - دروازہ کھلا ہے۔" اس نے کہا۔

دروازہ کھل گیا اور ایک بیرا اندر داخل ہوا - یہ ان میں سے ایک تھا جو اس آدمی کو اوپر پہنچانے آئے تھے - اندر کا منظر دیکھتے ہی اس کے منہ سے نکلا:

"ارے - مسٹر تام لوٹ - یہ کیا؟"

"یہ لڑکے مجھے پریشان کر رہے ہیں - شاید اٹھائی گیرے ہیں - مہربانی فرما کر فوراً پولیس کو فون کر دیں۔"

"اوہ - تو یہ بات ہے - ابھی لیجیے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بیرے نے کہا اور فون کی طرف بڑھا۔ اس کے نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر بولا:

"ہیلو انسپکٹر قاسم — بیرا نمبر ۱۹ بول رہا ہوں۔ یہاں ہوٹل بہار میں ہی آپ کی فوری ضرورت ہے۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اور بولا:

"صرف پانچ منٹ بعد انسپکٹر یہاں ہوں گے۔"

"کیوں — کیا پولیس اسٹیشن یہاں سے نزدیک ہے؟"

"جی نہیں — یہ ہمارے ہوٹل کے انسپکٹر ہیں — پولیس کے نہیں — لیکن جب پولیس کو بلانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو پہلے ہم ہوٹل کے انسپکٹر کو بلاتے ہیں۔ پھر اگر وہ مناسب خیال کریں تو پولیس کو فون کرتے ہیں۔"

"اوہ اچھا — میں سمجھ گیا۔" اس نے یک دم کہا۔

"کیا سمجھ گئے آپ؟"

"وہ کوئی ریٹائرڈ پولیس انسپکٹر ہوگا۔"

"ہاں! یہ تو آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا۔" بیرے نے خوش ہو کر کہا۔

پانچ منٹ بعد ایک پتلا دبلا اور ٹھگنا سا بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا اور اپنا ہیٹ اتارتے ہوئے بولا:

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں — اور یہ آپ نے پستول کیوں ہاتھ میں لے رکھا ہے — مہربانی فرما کر اس کو جیب میں رکھ لیں۔"

"اگر یہ بھاگ گئے تو ذمے دار آپ ہوں گے۔" تام وٹ نے کہا۔

"معاملہ کیا ہے — پستول ان کی طرف سے ہٹا لیں، یہ نہیں بھاگیں گے۔" انسپکٹر بولا۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"ان کے چہروں کو دیکھ کر میں یہ بات کہہ سکتا ہوں، یہ بھاگنے والے نہیں ہیں۔" انسپکٹر نے کہا۔

"شکریہ جناب۔" محمود مسکرایا۔

"ہاں جناب — آپ کو ان سے کیا شکایت ہے؟" انسپکٹر نے تام وٹ سے پوچھا۔

"یہ میرے کمرے میں داخل ہوئے اور اوٹ پٹانگ باتیں شروع کر دیں — کیا ہوٹل کی انتظامیہ نے مسافروں کو پریشان کرنے کی اجازت دے رکھی ہے انھیں۔" اس نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، بے فکر رہیں۔" انسپکٹر نے فوراً کہا۔

"بے فکر تو میں اس وقت ہوں گا جب یہ لوگ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

گرفتار ہو جائیں گے۔"

"اگر انھوں نے کوئی جرم کیا ہے تو ضرور گرفتار کیے جائیں گے، فکر نہ کریں۔" انسپکٹر نے پھر کہا۔

"اچھا نہیں کرتا فکر۔ اب آپ ان سے پوچھیے نا۔ یہ مجھے اوٹ پٹانگ باتوں سے کیوں پریشان کر رہے تھے، اور اس کا انھیں کیا حق پہنچتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ پوچھتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر ان کی طرف مڑا اور بولا:

"ہاں بھئی۔ کیا ماجرا ہے؟"

"یہ ہمارے ملک کے ہیں۔ ہم ان سے صرف یہ بات پوچھنے کے لیے یہاں آگئے تھے کہ ہمارے ملک کے ایک خاص طبقے کے لوگ دھڑا دھڑ ڈومان میں کیوں آ رہے ہیں۔"

"بات واضح نہیں ہو سکی۔ یہ آپ دونوں کے خیال میں کون ہیں؟"

"ہمارے ملک میں ان لوگوں کا ایک مرکز ہے۔ اور اس مرکز کا نام ہے وادی مرجان۔ اس وادی کے لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ایک شخص کو نبی مانتے ہیں۔"

"اچھا میں سمجھ گیا۔ یہ مرزا فاسر کے ساتھی ہیں۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔ کیا یہ آپ کو بھی عجیب نہیں محسوس ہو رہا کہ یہ لوگ اس قدر تعداد میں یہاں کیوں آ رہے ہیں۔"

"عجیب ضرور ہے، لیکن قابلِ اعتراض نہیں، کیوں کہ حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"کیا اب آپ یہ جاننا پسند نہیں کریں گے کہ یہ لوگ ادھر کیوں آ رہے ہیں۔"

"مسٹر تام لوٹ۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے۔ ویسے اتنی سی بات کے لیے انھیں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اگر آپ کہتے ہیں تو بتا دیتا ہوں۔" تام لوٹ نے منہ بنایا۔

"تو پھر۔ آپ بتا ہی دیں۔"

"ان کی حکومت ہم لوگوں کو بہت تنگ کر رہی ہے، ہم آزادی سے سانس نہیں لے سکتے۔ حالاں کہ وہ ملک ہمارا بھی ہے، ہمیں اپنے عقیدے کے مطابق آزادانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہیں۔ ہم پر طرح طرح سے ظلم و ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمارے لیڈروں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم یہاں آ کر آباد ہو

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاتیں، کیوں کہ یہاں کی حکومت کو ہم پر۔ اور ہمارے عقیدے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور یہاں کے صدر ہمارے مرزا خاصر کے دوست بھی رہے ہیں۔"

"وہ دوستی ختم ہو چکی ہے۔"

"لگ۔ کیسے؟"

"اس طرح کہ مرزا خاصر مارا جا چکا ہے۔ ہمارے ایک عالم نے صدر صاحب کے سامنے پیش ہو کر ان لوگوں کے جھوٹے ہونے کا ثبوت پیش کیا تو یہ لوگ بھاگ نکلے۔ ادھر بیگال نے انشام کی سرحدوں پر جنگ شروع کر دی۔ ان حالات میں بھی یہ لوگ اس ملک کے بھی وفادار کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جب کہ بیگال کی فوج میں یہ لوگ بھی کافی تعداد میں شامل ہیں۔"

انسپکٹر کا رُخ ٹام روٹ کی طرف ہو گیا، اس نے سرد آواز میں پوچھا:

"مسٹر ٹام روٹ۔ ان کی باتیں درست ہیں یا غلط ہیں، آپ کیا کہتے ہیں؟"

"یہی کہ یہ اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں۔"

"لیکن اس کا ثبوت کیا ہے۔ مجھے تو ان کی باتوں میں ایک بات بھی اوٹ پٹانگ محسوس نہیں ہوئی۔" انسپکٹر نے جل کر کہا۔

"میں چاہتا ہوں۔ مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے۔"

"بہت بہتر۔ آیئے بھئی چلیں۔ یہ آپ کو کچھ نہیں بتانا چاہتے۔" انسپکٹر بولا۔ اور وہ اس کے ساتھ باہر نکل آئے، برآمدے میں کچھ دور تک قدم اٹھانے کے بعد انسپکٹر نے کہا:

"آپ نے بہت اچھے انداز سے باتیں کیں۔ مجھے خوشی ہوئی۔ یہ لوگ مجھے بھی ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ خیر آپ فکر نہ کریں۔ ان کی نگرانی اب میں خود کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان صاحب کی نگرانی کی ہمیں اجازت دے دیں۔ ہم انھیں پریشان نہیں کریں گے۔ بس دور سے نگرانی کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ اجازت ہے۔ اور اب میں بھی چلوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔ عیرا بھی اس کے پیچھے تھا۔

"آؤ بھئی واپس چلیں۔ ہم اس کے ساتھ والے کمرے سے اس کی نگرانی کریں گے۔"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اور اگر ساتھ والے کمرے میں کوئی ٹھہرا ہوا ہو؟"
اشفاق نے کہا۔

"ہم اس سے اجازت لے لیں گے۔" محمود مسکرایا۔

وہ ساتھ والے کمرے کے دروازے پر آئے۔
دروازہ اندر سے بند تھا۔ دستک کے جواب میں ایک
نوجوان لڑکی نے دروازہ کھولا:

"ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔ کیا آپ ہمیں اندر آنے
کی اجازت دیں گی؟" محمود بولا۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" اس نے فوراً کہا اور پیچھے ہٹ
گئی۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔

"آپ کے ساتھ والے کمرے میں ایک عجیب آدمی آیا
ہے۔ ہم اس کی نگرانی کرنا چاہتے ہیں اور نگرانی کا
کام آپ کے اس کمرے سے ہو سکتا ہے۔" محمود نے
آہستہ آواز میں کہا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ جاسوسی؟" لڑکی کی آنکھوں میں
چمک لہرائی۔

"ہاں۔ شاید آپ کو بھی جاسوسی سے دلچسپی ہے؟"

"کوئی ایسی ویسی۔"

"بہت خوب۔ تب تو بن گیا کام۔" اشفاق نے خوش
ہو کر کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ان صاحب کی نگرانی
کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ کسی کے عجیب ہونے کا یہ مطلب
تو نہیں کہ اس کی نگرانی شروع کر دی جائے۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں، لیکن عجیب ہونے کی تفصیل
کچھ اور ہے۔ پہلے ذرا ایک نظر ہم یہ دیکھ لیں کہ وہ
صاحب کیا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم آپ کو اطمینان
سے تفصیل سنائیں گے۔"

"اور آپ ان صاحب کو ایک نظر کس طرح دیکھیں گے؟"
لڑکی نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہ کام ہمارا ہے۔ بس دیکھتی جائیں۔"

"دیکھ تو خیر میں رہی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

انھوں نے درمیانی دیوار میں بنے روشن دان کے
نیچے میز رکھی، پھر محمود بولا:

"چلو اشفاق۔ اپنے لمبے قد کو آزماؤ۔"

اشفاق میز پر چڑھا، لیکن اس کا سر روشن دان
سے نیچے رہ گیا۔

"میز پر ایک کرسی رکھنا ہو گی۔" محمود بڑبڑایا۔

کرسی رکھی گئی۔ اب اشفاق پہلے میز پر چڑھا پھر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کرسی پر۔ اس کا منہ روشن دان کے بالکل سامنے آ گیا۔ اس نے تمام لوٹ کے کمرے میں دیکھا اور پھر دھک سے رہ گیا۔ اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ دھڑام سے نیچے گرا۔ محمود کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً میز اور کرسی پر چڑھ گیا اور دوسری طرف دیکھا۔ اس کی حالت بھی عجیب ہو گئی؛ تاہم وہ گرا نہیں۔ پُرسکون انداز میں نیچے اتر آیا اور اشفاق کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

ایک اور چیز

"رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے۔ اور ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں۔ خالی ہاتھ مرکز کی طرف لوٹ جانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔" فرزانہ نے قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو مرکز کی طرف جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب تک کوئی کامیابی حاصل نہ ہو جائے، ہم نہیں جائیں گے۔" فرحت نے پُرعزم لہجے میں کہا۔

"یہی تو مشکل ہے۔ یہاں کامیابی کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے۔"

"یوں بھی تو ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔ یہاں تو دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آ رہا۔"

"تاروں بھرا آسمان اور تاروں کے درمیان روشن چاند تو۔ تو۔ ارے۔ یہ۔ یہ کیا۔" فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ کر رہ گئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"مجھے بھی دکھا دو۔ تم نے کیا دیکھا ہے۔ کیا کوئی ستارہ ٹوٹتے دیکھ لیا ہے؟" فرحت بولی۔

"نہیں۔ ستاروں کا ٹوٹنا تو کوئی عجیب بات نہیں۔ ٹوٹتے ہی رہتے ہیں۔" فرزاد بڑبڑائی۔

"تب پھر؟"

"پھر یہ کہ تم خود دیکھ لو۔"

فرزاد نے انگلی سے اشارہ کیا۔ دُور بہت دُور۔ بہت بلندی پر کوئی سفید سا دھبّہ نظر آ رہا تھا۔

"یہ تو کسی بادل کا ٹکڑا ہے۔" فرحت نے منہ بنایا۔

"نہیں۔ بادل کا کوئی ٹکڑا میں نے آج تک اس قدر گول نہیں دیکھا، دُوسری خاص بات میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ یہ چیز برابر نیچے کی طرف آ رہی ہے، بادل نیچے آتے ہوئے محسوس نہیں ہوا کرتے۔ دائیں یا بائیں جاتے محسوس ہوتے ہیں۔"

"یہ بات تمھاری ٹھیک ہے۔" فرحت نے تسلیم کیا۔

ان کی نظریں اس ٹکڑے پر جمی رہیں۔ قریباً تیس سیکنڈ بعد ٹکڑا پہلے کی نسبت بڑا نظر آنے لگا۔ پہلے اگر وہ دھبّہ تھا۔ تو اب تھالی نظر آ رہا تھا۔

"ارے۔ کہیں یہ اُڑن طشتری تو نہیں۔" فرحت چلّائی۔

"ہاں! ہو سکتا ہے۔ دُنیا کے سائنس دان ایک تو ان اُڑن طشتریوں کا راز نہیں معلوم کر سکے۔" فرزاد نے منہ بنایا۔

"شاید اب وقت آ گیا ہے۔ ان کا راز معلوم کر لینے کا۔" فرحت بولی۔

"ارے ہم۔ مگر۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ اُڑن طشتری نہیں ہو سکتی۔"

"اُڑن طشتری نہیں ہے۔ وہ کیسے؟"

"یہ۔ یہ گھوم نہیں رہی۔ اگر یہ اُڑن طشتری ہوتی تو گھوم رہی ہوتی۔"

"بات تمھاری وزنی ہے۔ خیر دیکھتے ہیں۔ یہ کیا بلا ہے، نیچے آتی تو ہمارے سروں کی طرف ہی محسوس ہو رہی ہے۔"

دونوں کے سر اُوپر اُٹھے رہے۔ وہ چیز اب کافی بڑی ہو گئی تھی۔ اب بڑا سا سفید تھال نظر آنے لگی تھی۔

"نہ تو اس میں کوئی آواز ہے۔ نہ تیزی۔ آہستہ آہستہ میں نیچے آ رہی ہے۔ اور ہم ابھی تک نہیں جان سکے کہ یہ کیا بلا ہے۔" فرحت بولی۔

"لیکن بھئی۔ ہمارا اندازہ غلط تھا۔ یہ ہمارے سروں پر نہیں گرنے والی۔ میرا خیال ہے۔ یہ کہیں دُور جا کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

گرے گی۔ گرنے کا رُخ اب صاف نظر آ رہا ہے۔"

"تب پھر ہم یہاں کیوں کھڑی ہیں۔ آؤ ہم بھی چلیں۔"

"اچھا تو پھر آؤ۔ بلکہ چلیں کیا۔ آؤ دوڑیں۔ ہو سکتا ہے۔ یہ اتنی نزدیک نہ گرے۔"

وہ اس وقت شہری حدود سے بہت دُور تھیں اور یہ ایک چٹیل سا میدان تھا۔ درختوں کا تو دُور دُور تک نام و نشان نہیں تھا، البتہ مٹی کے ٹیلے ضرور اِدھر اُدھر موجود تھے۔ وہ اس سمت میں دوڑنے لگیں جس سمت میں اس چیز کے گرنے کا اندازہ لگا چکی تھیں، پھر ان کی رفتار بڑھ گئی، کیوں کہ وہ چیز بہت نیچے آ چکی تھی اور کسی آن بھی گرنے کے قریب تھی۔

"کاش ہم اسے گرتے ہوئے دیکھ سکیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب ہم اور تیز دوڑیں۔" فرحت بولی۔

دونوں نے رفتار بڑھا دی۔ اب وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگ رہی تھیں۔ ایسے میں اگر کوئی انھیں دیکھنے والا ہوتا تو ضرور انھیں پاگل قرار دیتا۔

اچانک وہ چیز ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"وہ۔ وہ گر گئی فرزانہ۔" فرحت نے حیرت زدہ انداز میں

"ہاں، افسوس! ہم اس کو گرتے ہوئے نہیں دیکھ سکے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم اس جگہ تک تو ضرور جائیں گی۔ جہاں وہ گری ہے۔"

"ویسے مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ اس کے گرنے کی رفتار اس قدر کم کیوں تھی۔" فرزانہ نے کہا۔

"اس کا وزن بہت کم رہا ہوگا۔" فرحت بولی۔

"ہوں۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ میں بہت گھبراہٹ محسوس کر رہی ہوں۔"

"اور میں سوچ رہی ہوں۔ کاش اس وقت ہمارے ساتھ پروفیسر انکل ہوتے۔ وہ ضرور ہمیں بتا سکتے تھے کہ یہ کیا چیز ہے۔"

"ارے ہاں۔ یہ کوئی شہاب ثاقب بھی تو ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"شہاب ثاقب سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں، کیوں کہ ہوائی رگڑ سے وہ جلے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ بات تو واقعی ٹھیک ہے۔"

"شہاب ثاقب کے گرنے پر مجھے ابھی ابھی ایک خیال آیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو بھول

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کی صورت میں عذاب دیتے ہیں تو شاید وہ پتھر شہابِ ثاقب ہی ہوتے ہوں گے، جو گناہ گاروں پر برستے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ خیر۔ ثابت ہوا کہ ہم نے جس چیز کو گرتے دیکھا۔ وہ شہابِ ثاقب نہیں ہو سکتی۔"

"کچھ نہ کچھ تو ہو گی ہی۔ اور آج رات ہم یہ جان کر رہیں گے۔"

وہ دوڑتے دوڑتے تھک گئیں۔ یہاں تک کہ بے دم ہو گئیں اور آہستہ آہستہ چلنے پر مجبور ہو گئیں۔ پھر اس طرح قدم اٹھانا بھی ان کے لیے مشکل ہو گیا اور وہ ایک ٹیلے کے پاس بیٹھ کر ہانپنے لگیں۔ اسی وقت ایک لڑاکا طیارہ ان کے سروں پر سے گزر گیا۔

"اوہو۔ کیا بنگال لڑاکا طیارے بھی جنگل میں جھک رہا ہے۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" فرحت بولی۔

"اٹھو، ہم کب تک بیٹھے رہیں گے۔ اب ہمیں اٹھ جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو، دن نکل آئے۔ اور ہم اس چیز تک نہ پہنچ سکیں۔ اس صورت میں ہم ناشتے کے وقت مرکز تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ جب کہ ہدایات یہی ہیں کہ ناشتے کے وقت تک ہر گروپ مرکز پہنچ جائے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"اگر تم کہتی ہو تو میں اٹھ جاتی ہوں۔ لیکن ہمت نہیں ہے۔"

"ہمت نہیں ہے۔ تب بھی ہمیں اٹھنا ہو گا۔"

دونوں اٹھیں اور لڑکھڑاتے قدموں سے چلنے لگیں۔ گرتے پڑتے وہ نہ جانے کتنی دیر تک چلتی رہیں۔ لیکن اس چیز کے گرنے کے کہیں آثار نظر نہ آئے۔ اچانک فرزانہ چونکی۔

"تت۔ تم نے کچھ سنا فرحت۔"

"ہاں شاید۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی ہے۔" فرحت نے فوراً کہا۔

"ہاں! یہ ضرور انسانی آوازیں ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس چیز کو گرتے دیکھ لیا ہو۔ اور وہ اسی کی طرف دوڑ پڑے ہوں۔ جیسے ہم۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ ہم بھی ان آوازوں کی سمت میں ہی چل رہے ہیں۔"

دونوں چلتی رہیں۔ اور پھر انھوں نے بے شمار لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے۔ یہاں سے آبادی نزدیک ہی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اور وہ چیز یہیں گری ہے۔" فرزانہ بولی۔

وہ ہجوم کے قریب پہنچ گئیں، لیکن کسی جگہ سے بھی آگے جانے کا راستا نظر نہیں آ رہا تھا۔ لوگ بہت زیادہ تعداد میں تھے۔ اور ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے۔ ایسے میں ان کی کیا دال گلتی۔ فرزانہ نے ادھر اُدھر دیکھا، پھر بولی:

"آؤ فرحت۔ یوں کام نہیں چلے گا۔"

دونوں ایک درخت کے پاس پہنچ گئیں۔ درختوں کا سلسلہ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ دونوں اس اونچے درخت پر چڑھنے لگیں۔ ابھی تک کسی نے ان کی موجودگی کو محسوس نہیں کیا تھا۔ شاید انھیں مُڑ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔

دونوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اس اونچے درخت پر چڑھتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ کافی اونچائی پر پہنچ گئیں، اب انھوں نے لوگوں کے دائرے کے درمیان دیکھا۔

وہ حیران رہ گئیں۔ لوگوں کے درمیان کوئی اُڑن طشتری نہیں تھی۔ نہ کوئی خلائی نما چیز موجود تھی۔ بلکہ وہ تو ایک اور ہی چیز تھی۔ ایک عجیب چیز۔ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ایک انسانی بُت۔

"یہ کیا بھئی۔ یہ تو بُت ہے۔" فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"لیکن آسمان کی طرف سے کسی بُت کے گرنے کا کیا کام۔ یہ کیا بات ہوئی۔" فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! آسمان سے پتھر تو برس سکتے ہیں۔ شہابِ ثاقب تو گر سکتے ہیں۔ اولے تو برس سکتے ہیں۔ لیکن انسانی شکل کے بُت۔ کس طرح برس سکتے ہیں۔ جب سے یہ دُنیا بنی ہے۔ شاید کبھی بھی ایسا نہیں ہوا۔ ایسی کوئی خبر۔ کبھی بھی سننے میں نہیں آئی۔ کبھی بھی زمانے میں ایسا نہیں ہوا۔"

"لیکن شاید آج ایسا ہو گیا ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ہم کس طرح یہ بات مان لیں کہ آج ایسا ہو گیا ہے۔ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ایک عدد انسانی خدوخال والا بُت آسمان کی طرف سے زمین پر آ گرا ہے۔ لوگ اس بات سے کیا سمجھیں گے۔"

"ہم تو کچھ سمجھیں نہ سمجھیں۔ عیسائی لوگ اس بات سے اپنے مذہب کے سچا ہونے کا ڈھنڈورا ضرور پیٹنے لگیں گے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ وہ تو پہلے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور ایسا کر کے شرک کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

رہے ہیں۔ اس بُت کی وجہ سے اب کیا شوشے اُٹھتے ہیں، یہ شاید ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ لوگ اس بُت سے خوف زدہ ہیں اور سوچ نہیں پا رہے کہ اس کا کیا کریں، یا اسے شہر کی طرف کس طرح اُٹھا کر لے جائیں۔" فرحت نے لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔

"ہاں! لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ اگر ہم اسی طرح درخت میں اٹکی رہیں تو وقت پر مرکز نہیں پہنچ سکیں گی اور ہمارے بارے میں خیال کر لیا جائے گا کہ کسی چکر میں اُلجھ گئیں۔" فرزانہ نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"لیکن جب تک ہم اس بُت سے ملاقات نہ کر لیں، واپس کس طرح جا سکتی ہیں۔" فرحت نے اعتراض کیا۔

"پھر۔ اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ تو نہ جانے کب یہاں سے ہٹیں۔"

عین اسی وقت لوگوں میں ایک شور گونجا۔ ساتھ ہی پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بجنے لگے۔ بُت کے گرد کھڑے لوگ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔

"یہ۔ یہ انھیں کیا ہوا؟" فرحت ہکلائی۔

"پتا نہیں۔ تیل دیکھو۔ تیل کی دھار دیکھو۔"

جلد ہی میدان صاف ہو گیا اور پھر پولیس کی کئی گاڑیاں وہاں آ کر رُکیں۔ انھوں نے بُت کے گرد گھیرا ڈال لیا، پھر کچھ ماہرین اس کی طرف بڑھے۔ انھوں نے آلات وغیرہ سے بُت کا جائزہ لیا، پھر ان میں سے ایک نے کہا:

"یہ بُت اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب ترین ہے۔ میرا خیال ہے۔ یہ انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

ادھر فرحت اور فرزانہ سکتے میں رہ گئیں۔

"ہاں! یہ انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا۔ یوں بھی یہ آسمان سے آیا ہے۔ ہم اس کو رصد گاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ آسمان سے کبھی بھی انسانی شکل و صورت والے مجسمے نہیں گرے۔"

"تب پھر یہ۔ کہاں سے آ گیا؟" ایک بولا۔

"یہ بات تو اب معلوم کی جائے گی۔" دوسرے نے کہا۔

"تو پھر اسے اٹھاؤ۔" پہلا بولا۔ اور پھر دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر بُت کو اُٹھایا۔ اور دونوں ہی اسے اٹھائے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ بُت کو گاڑی پر رکھا گیا۔ اور پھر یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔

"اب ہم کیا کریں؟" فرحت بولی۔

"غور۔" فرزانہ بولی۔

"غور۔ لیکن کس بات پر؟"

"پہلے جو لوگ اس بُت کے گرد جمع تھے۔ وہ بھاگ کیوں کھڑے ہوئے۔ وہ آسمان سے گرنے والی ایک عجیب چیز کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ حکومت کے آدمیوں کے آنے کی وجہ سے انھیں بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ مجرم تو تھے نہیں۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے۔" فرزانہ نے کہا۔

"جب کہ میرے خیال میں یہ بات عجیب نہیں۔ وہ لوگ ڈرے ہوں گے کہ کہیں پولیس ان کو گواہی کے چکر میں نہ روک لے۔"

"ہوں! خیر۔ آؤ۔ اب نیچے اُتریں۔"

دونوں درخت سے نیچے اُتر آئیں۔ اور اس جگہ کی طرف بڑھیں۔ جس جگہ سے بُت اُٹھایا گیا تھا۔ دُوسرا لمحہ حیران کُن تھا۔ دونوں ایک ساتھ اُچھلیں اور ایک ساتھ ان کے منہ سے نکلا:

"یہ ہم کیا دیکھ رہی ہیں؟"

ٹھیک اسی وقت انھوں نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ پھر بہت سے دیہاتی لوگوں کو آتے دیکھا۔ شاید سرکاری گاڑیوں کو جاتے دیکھ کر وہ پھر لوٹ رہے تھے۔

"یہ۔ کہیں ہمیں نہ پکڑ لیں۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"انھیں ایسا کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

"پھر بھی ہمیں اِدھر اُدھر ہو جانا چاہیے۔ ابھی ان لوگوں نے ہمیں نہیں دیکھا۔"

وہ ایک گھنے درخت کی اوٹ میں ہو گئیں۔ جلد ہی انھیں یہ اوٹ فضول محسوس ہونے لگی، کیوں کہ چاروں طرف سے لوگ آ رہے تھے۔ اب درخت پر چڑھنے کا وقت بھی نہیں رہا تھا۔ آخر فرزانہ نے سر جھٹک کر کہا:

"جو ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔"

دونوں اب پھر اس جگہ کی طرف بڑھیں۔ جس جگہ سے بُت اُٹھایا گیا تھا۔

"حیرت ہے۔ وہ لوگ بُت اُٹھا کر لے گئے۔ لیکن انھوں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ جگہ پتھریلی نہیں، بلکہ نرم ہے۔ یہاں تک کہ میرے اور تمھارے قدموں کے نشانات بھی بالکل صاف بن رہے ہیں۔ لیکن اگر نشان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں بنا تو اس بُت کا۔ جب کہ وُہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور بہت بلندی سے نیچے گرا ہے۔ ان حالات میں تو اس جگہ ایک گڑھا بن جانا چاہیے تھا۔ لیکن ہم دیکھ رہی ہیں کہ زمین پر قطعاً کوئی نشان نہیں ہے۔ کوئی گڑھا نہیں ہے۔ فرحت۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟"

"تت۔ تم صرف عجیب کہ رہی ہو۔ میں تو کہتی ہوں، یہ بات عجیب ترین ہے۔"

اور اسی وقت چاروں طرف سے آنے والے لوگ ان کے نزدیک آ گئے۔ ان کی آنکھوں میں حیرت اور اُلجھن ان دونوں نے صاف محسوس کی —

Malik ji

چھے لاشیں

"میں سامنے سے دو آدمیوں کو آتے دیکھ رہا ہوں۔" آصف نے دُور سڑک پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"ان میں ایک لمبے قد کا اور دُوسرا چھوٹے قد کا ہے۔" اخلاق نے خیال ظاہر کیا۔

"اور میں تو یہ بھی کہ سکتا ہوں کہ لمبے قد والا بوڑھا آدمی ہے۔ چھوٹے قد والا کوئی لڑکا ہے۔" آصف مسکرایا۔

"لیکن ہم لوگ اس وقت جاپانیوں کی تلاش میں ہیں۔"

"تو کیا ہوا۔ یہ بھی تو جاپانی ہو سکتے ہیں۔" آصف نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر یہ جاپانی ہیں تو ہمیں ہوشیار ہو جانا چاہیے، بلکہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جانا چاہیے۔ تاکہ ہم نہایت کامیابی سے ان کا تعاقب کر سکیں۔"

وُہ درخت کی اوٹ میں ہو گئے۔ دُور سے آنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

والے لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتے گئے۔ پھر وہ ایک ساتھ چونکے۔

"ارے! یہ۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں" آصف کے منہ سے نکلا۔

"وہی جو میں دیکھ رہا ہوں" اخلاق بولا۔

"انکل۔ یہ آوازیں شاید پریوں کی ہیں" انھوں نے تحسین کی آواز سنی۔

"نہیں بھئی۔ آوازیں مؤنث تو محسوس نہیں ہوئیں"

"تو مذکر پریاں بھی تو ہوتی ہوں گی" تحسین بولا۔

"ہم پریاں یا پرے نہیں۔ آصف اور اخلاق ہیں" آصف نے جل کر کہا۔

"ارے!" خان رحمان اور تحسین زور سے اچھلے۔

"بھئی یہ کیا۔ یہ ہماری ملاقات یہاں کیوں ہو گئی" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"تو پھر کہاں ہونی چاہیے تھی انکل" آصف نے فوراً کہا۔

"مرکز میں"

"لیکن اس میں ہمارا کیا قصور ہے انکل" اخلاق بولا۔

"میں قصور کی نہیں۔ صرف ملاقات کی بات کر رہا ہوں، خیر تم سناؤ۔ کوئی کارنامہ انجام دیا" خان رحمان بولے۔

Malik ji

"نہیں۔ ابھی تک کوئی نہیں۔ اس بات کا ہمیں بہت افسوس ہے"

"اور ہم بھی ابھی تک کوئی کام نہیں دکھا سکے"

"نہ جانے باقی گروپوں کا کیا حال ہے" اخلاق بولا۔

"ابھی کچھ رات باقی ہے۔ کیوں نہ اب ہم اکٹھے چلیں"

"کیا یہ گروپ بندی کے قانون کی خلاف ورزی نہیں ہو گی" تحسین مسکرایا۔

"نہیں بھئی۔ اس ملاقات میں ہماری کسی کوشش کو دخل نہیں ہے"

"آؤ چلیں۔ پارٹی لیڈروں کو میں خود جواب دوں گا، تم لوگوں کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکے گا" خان رحمان نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ چلیں کس طرف" اخلاق نے کہا۔

"بھئی ٹاس کر لیتے ہیں" آصف بولا۔

"ٹاس میں تو صرف دو سمتوں میں فیصلہ ہو سکتا ہے"

"پہلے دو سمتوں میں ٹاس کر لیتے ہیں، پھر باقی دو میں اسی طرح جن سمتوں کے بارے میں فیصلہ ہو گا، پھر ان میں بھی ٹاس کر لیں گے" تحسین نے جلدی جلدی کہا۔

"بھئی واہ۔ ترکیب اچھی ہے"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

آخر تلاش کے بعد وہ ایک سمت میں چل پڑے۔ جلد ہی خان رحمان بولے:

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے غلط تلاش کی ہے۔ یہ تو ہم جنگل بیابان کی طرف نکل آئے ہیں۔"

"اب کچھ بھی ہو۔ چلتے چلیے انکل۔" محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"کیوں بھئی۔ تم کیوں پریشان نظر آ رہے ہو؟"

"ج۔ جی۔ پتا نہیں۔ میں سمجھ نہیں سکا۔ ویسے بے چینی محسوس ضرور کر رہا ہوں۔"

"اور اسی طرف بڑھنے کو جی چاہ رہا ہے؟" آصف نے پوچھا۔

"ہاں۔" محمود بولا۔

"تب ہم اسی طرف چلیں گے۔"

ان کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے۔ اور پھر انھوں نے دور بہت دور بے شمار لوگوں کی موجودگی کو محسوس کر لیا۔ وہ چونک اٹھے۔

"ارے۔ یہ اتنے بہت سے لوگ اس جنگل میں کیا کر رہے ہیں؟" خان رحمان بڑبڑائے۔

"ڈھول کی دھمک پر جنگلی گیت گا رہے ہیں۔"

"چلو دیکھ لیتے ہیں۔ کیا معاملہ ہے۔ یہ کون لوگ ہیں، اور کیا کر رہے ہیں۔" خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

وہ ہجوم سے نزدیک ہوتے چلے گئے۔ گیت اب انھیں صاف سنائی دینے لگا تھا۔ وہ سب مل کر گا رہے تھے، لیکن گیت کے الفاظ اب بھی ان کے پلے نہیں پڑ رہے تھے۔ وہ کسی غیر مانوس زبان کا گیت تھا۔

اور نزدیک ہونے پر انھوں نے دیکھا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں نیزے، بھالے، لاٹھیاں اور کلہاڑیاں چمک رہی تھیں۔ وہ ڈھول کی دھمک پر حلق پھاڑ پھاڑ کر گیت گا رہے تھے۔

"م۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں انکل۔ یہ گیت خیریت کا گیت نہیں ہے۔" آصف نے کانپتی آواز میں کہا۔

"خیریت کا گیت نہیں ہے تو کیا مصیبت کا گیت ہے؟"

"قبائلی لوگ ایسے گیت قربانی کے موقعوں پر گاتے ہیں۔ وہ قبیلے جو انسانوں کی قربانی دیتے ہیں۔ انھیں بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔ تو کیا انشام میں ہندو بھی آباد ہیں۔"

"اس قسم کی قربانی صرف ہندو لوگ ہی نہیں دیتے،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بکھ اور قبا کلی بھی دیتے ہیں۔ جو اَن پڑھ اور اُجڈ ہیں۔ پڑھے لکھے ہندو اب ایسا نہیں کرتے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ یہاں کسی کو قربان کیا جا رہا ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" خان رحمان سرد آواز میں بولے۔

"بھلا ہم اتنے بہت سے مسلح آدمیوں کے مقابلے میں کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس لے دے کے ایک ایک پستول موجود ہے۔"

"کوئی پروا نہیں۔"

"تو پھر کسی درخت پر چڑھ چلیے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ ایک گھنے اور بڑے درخت پر چڑھنے لگے۔ گیت زور شور سے جاری تھا۔ آخر وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گئے۔

اب جو انھوں نے دائرے کے درمیان میں دیکھا تو سٹی گم ہو گئی۔ لکڑی کے دو ستون زمین میں گڑے تھے اور ان ستونوں سے فرحت اور فرزانہ بندھی ہوئی تھیں، قریباً پچاس آدمی تیر کمان ہاتھوں میں لیے تیار کھڑے تھے۔ تیروں کا رُخ ان دونوں کی طرف تھا۔ گیت ابھی تک جاری

تھا۔ اب اس گیت کی لے اور ڈھول کی دھمک انھیں اپنی کن پٹیوں پر محسوس ہو رہی تھی۔ رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے تھے۔ وہ کم از کم پانچ چھ سو آدمی تھے۔ اچانک محمود کی نظر چند مہذب آدمیوں پر پڑی۔ وہ شہری لباس میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں ان گنت موتی نظر آ رہے تھے۔ جو انھوں نے دونوں ہاتھوں میں بھرے ہوئے تھے۔

"یہ موتیوں والے میری سمجھ میں نہیں آئے۔" آصف بڑبڑایا۔

"جب کہ یہ بات بالکل سامنے کی نظر آ رہی ہے۔ ان جنگلی لوگوں کو ان موتیوں والوں نے ہی ان دونوں کو قربان کرنے پر اکسایا ہے۔ بھینٹ چڑھانے کے بعد یہ سب ان موتیوں کے حق دار ہوں گے۔" محمود بولا۔

"ٹھہرو۔ میں ایک نظارہ دکھاتا ہوں۔" خان رحمان بولے اور پھر انھوں نے موتیوں والے ایک آدمی کے سر کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی آواز گونجی۔ ساتھ ہی چیخ سنائی دی۔ وہ دھڑام سے گرا۔ موتی اس کے دونوں ہاتھوں سے نکل کر میدان میں بکھر گئے۔ یہ دیکھ کر جنگلی لوگوں میں سے بہت سے ان موتیوں پر ٹوٹ پڑے۔ انھیں یہ بھی خیال نہ رہا کہ کسی طرف سے گولی بھی چلائی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

گئی ہے۔ اسی وقت خان رحمان دوسرے کا نشانہ لے چکے تھے۔ دوسرا بھی گرا۔ اس کے موتی بھی دور دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ باقی موتیوں والے بوکھلا کر جاگے اور لوگوں کے حلقے میں سے نکل کر ایک طرف کو ہو لیے۔ لیکن خان رحمان انھیں کب چھوڑنے والے تھے۔ انھوں نے اوپر تلے چار فائر اور کیے اور باقی چار بھی دوڑتے ہوئے اوندھے منہ گرے۔ ان کے ہاتھوں سے گرنے والے موتیوں کی طرف بھی جنگلی دوڑ پڑے۔

اب موتیوں کے لیے چھینا جھپٹی ہونے لگی۔ پھر اس چھینا جھپٹی نے خوف ناک صورت اختیار کر لی۔ دولت کی چمک نے انھیں اندھا کر دیا تھا۔ ان میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ مرنے مارنے پر تل گئے۔

"اب موقع ہے فرحت اور فرزاد کو کھول دینے کا۔ یہ لوگ ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں رہے۔" خان رحمان نے کہا اور نیچے اترنے لگے۔

وہ نیچے اتر کر لپکے فرزاد اور فرحت کی طرف بڑھے۔ انھیں دیکھ کر ان دونوں کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے چمکنے لگیں۔

"ہم۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتی تھیں انکل کہ آپ اس طرح اچانک آ جائیں گے۔" فرزاد چہکی۔

"کوئی بات نہیں، اب سوچ لو۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن ذرا آہستہ آواز میں سوچنا۔" فرحت بولی۔

خان رحمان مسکرا دیے۔ انھوں نے جلدی جلدی دونوں کو کھول ڈالا اور پھر وہ تینوں اسی درخت پر چڑھ گئے۔ درخت گھنے پتوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور وہ ان پتوں میں بخوبی چھپ گئے۔

ادھر موتیوں کے لیے لڑائی شدت اختیار کر گئی تھی۔ وہ اب ایک دوسرے پر نیزوں اور بھالوں سے حملے کر رہے تھے۔ اور یہ لوگ درخت پر ساکت بیٹھے اس خونریز لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت تک کئی ہی جنگلی شدید زخمی ہو چکے تھے۔ ان کے جسموں سے بہنے والا خون انھیں صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"کہیں یہ سب لڑتے لڑتے مر نہ جائیں۔" محسن بڑبڑایا۔

"جو لوگ دوسروں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارتے رہے ہوں۔ ان سے ہم کیوں ہمدردی کریں۔" آصف نے منہ بنا کر کہا۔

"اللہ ہی ہے۔ جو انھیں عقل دے سکتا ہے۔ یہ بھی

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی نہیں کر سکتے۔"

اسی وقت جنگلیوں میں سے ایک نے چیخ کر کہا:

"ارے۔ وہ۔ وہ لڑکیاں کہاں چلی گئیں؟"

یک لخت ان کے ہاتھ رک گئے۔ منہ کھل گئے۔ انھوں نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر ایک نے کہا:

"اور۔ اور وہ فائر کس نے کیے تھے؟"

"جن لوگوں نے فائر کیے تھے۔ بس وہی انھیں چھڑا لے گئے۔ ہم آپس میں لڑتے رہے اور وہ اپنا کام کر گئے۔ لعنت ہے ہم پر۔ آؤ انھیں ادھر ادھر تلاش کریں۔"

وہ اب چاروں سمتوں میں دوڑنے لگے۔ یہاں تک کہ اس میدان میں ایک بھی آدمی نہیں رہ گیا۔ بس پیچھے لاشیں ضرور پڑی رہ گئیں۔

"کیا خیال ہے انکل۔ اب ہم اتر جائیں؟" آصف نے کہا۔

"کیوں نہ ابھی ہم کچھ دیر اور ٹھہر جائیں۔" خان رحمان بولے۔

وہ دیکھتے رہے۔ لیکن کوئی جنگلی اس طرف آتا نظر نہ آیا۔ آخر درخت سے اترے اور اسی سمت میں بڑھے جس طرف سے خان رحمان وغیرہ آئے تھے۔ اسی وقت آصف بولا:

"ایک منٹ۔ ہم ایک ضروری کام بھول رہے ہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ ان لاشوں میں سے ایک پر جھک گیا۔ باقی بھی سمجھ گئے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؛ چنانچہ وہ بھی آگے بڑھے اور لاشوں کی تلاشی شروع کر دی۔ ایسے میں ایک لاش کے نیچے دبا ہوا ایک موتی خان رحمان کو نظر آ گیا۔ انھوں نے موتی اٹھا لیا اور اس کا غور سے جائزہ لیا، اچانک ان کے منہ سے نکلا:

"ارے! یہ تو جعلی ہے۔"

"ان لوگوں کو جنگلیوں کے لیے اصلی ہیرے موتی لانے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ جب کہ نقلی سے کام چل سکتا تھا۔" فرحت نے منہ بنایا۔

"اور۔ اور یہ لوگ جعلی موتیوں کے لیے ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے۔" محمود بولا:

"ہاں! اور کیا کرتے۔ عقل سے پیدل جو ٹھہرے۔" فرزانہ مسکرائی۔

انھوں نے لاشوں کی تلاشی لی۔ ان میں سے ایک کی جیب سے ایک سیاہ رنگ کا کوئی آلہ نکلا، لیکن وہ سمجھ نہ سکے کہ وہ کیا چیز ہے۔ عجیب قسم کا تھا۔ ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مثلث نما ڈبا سا بنا ہوا تھا۔ جس کے نوک دار سرے سے کسی چمک دار دھات کی ایک باریک سی سلاخ نکل رہی تھی۔ اس میں ایک بٹن بھی لگا ہوا تھا۔ آصف نے سوچے سمجھے بغیر اس بٹن کو دبا دیا، لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

"پتا نہیں یہ کیا ہے؟"

"پروفیسر انکل بتا سکیں گے۔ اب ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

وہ بچتے بچاتے وہاں سے روانہ ہوئے۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس جنگل میں اتنے جنگلی کہاں سے آ گئے۔ یہ تو ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ کیا حکومتِ انشام کو ان جنگلیوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"اس سوال کا جواب پھر کبھی معلوم کر لیں گے۔ اس وقت ہمیں صرف اور صرف مرکز پہنچنے کی جلدی ہے۔" آصف بولا۔

"کیوں کیا ہم کوئی کامیابی حاصل کر چکے ہیں؟" محسن نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"پتا نہیں۔ اس کو کامیابی کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ موتیوں والے دراصل جاپانی تھے،

Malik ji

اگر وہ سب کے سب مارے نہ جاتے تو ہم ان کا تعاقب کرتے، اس صورت میں شاید کوئی کامیابی ہمیں حاصل ہو جاتی۔"

"تین گروپ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور کوئی کارنامہ بھی نہ دکھا سکے۔"

"خیر۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ باقی پارٹیاں بھی کوئی کام دکھا کر لوٹتی ہیں یا نہیں۔"

"ارے۔ مگر۔ تم دونوں یہاں کس طرح پہنچ گئی تھیں اور ان جنگلیوں کے ہتھے کس طرح چڑھ گئی تھیں۔" خان رحمان چونکے۔

"ہماری کہانی بہت عجیب ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"ہائیں۔ تو پھر سنائیے نا۔ عجیب کہانیاں ہی تو سننے کے لیے ہم پیدا ہوئے ہیں شاید۔"

"یہ تو خیر غلط ہے۔ انسان پیدا کیا گیا ہے اللہ کی عبادت کے لیے۔"

"فرزانہ۔ جلدی سے اپنی عجیب کہانی سنا دو۔"

"اور دونوں نے آسمان سے گرنے والی چیز کے بارے میں انھیں بتا دیا۔

"حیرت ہے۔ کیا وہ بیت اتنا ہی ہلکا تھا۔"

"ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اس کو دو آدمیوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

نے مل کر اٹھایا تھا۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ کافی وزنی تھا۔ اور گرا بھی بہت اونچائی سے تھا۔ اس قدر اونچائی سے کہ پہلے پہل وہ فرزانہ اور فرحت کو ایک دھبہ سا نظر آیا تھا۔ تب تو یہ بہت عجیب بات ہے۔"

"لیکن اس عجیب بات کا ہمارے موجودہ کیس سے بھلا کیا تعلق ہے؟"

"موتیوں والے جاپانی تھے۔ اس بات کو پیش نظر رکھا جائے تو کوئی تعلق بن بھی سکتا ہے۔"

"لیکن سب سے بڑی الجھن والی بات یہ ہے کہ زمین پر بت کے گرنے سے کوئی گڑھا کیوں نہیں بنا۔ یہ تو بالکل ایسا ہے، جیسے وہ کاغذ کا بنا ہوا تھا۔" فرحت جلدی جلدی بولی۔

"اور وہ کاغذ کا بنا ہوا نہیں تھا، کیوں کہ ہم نے اسے حرکت کرتے نہیں دیکھا۔ کاغذ کی بنی ہوئی کوئی چیز اس کھلی ہوا میں حرکت کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔" فرزانہ نے کہا۔

"ثابت ہوا کہ ہم بھی مرکز والوں کے لیے ایک عجیب ترین بات تو لے کر جا ہی رہے ہیں۔" خان رحمان نے

مسکرا کر کہا۔

ان کا سفر جاری رہا۔ آخر وہ شہری حدود تک پہنچ گئے۔

"یہاں سے ہم دو ٹیکسیوں میں چلیں گے۔ کیا خیال ہے۔" آصف بولا۔

"اس سے نیک خیال تو اس وقت کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"میرے خیال کو اس قدر نیک کہنے کے لیے شکریہ فرزانہ۔" آصف بولا۔

"ہائیں! یہ ۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" آصف نے منہ بنایا۔

"تم بھی دیکھ سکتے ہو۔ کوئی پابندی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آنکھیں بھی عطا فرما رکھی ہیں۔" محمود نے کہا۔

"بھئی واہ ۔ تم لوگوں کو بھی جواب دینے آ گئے آخر۔" خان رحمان ہنسے۔

"لیکن بھئی ۔ تم نے دیکھا کیا تھا؟"

"میری انگلی کی سیدھ میں دیکھیے ۔ آپ بھی دیکھ لیں گے۔" محمود بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی نظریں ایک ساتھ اس کی انگلی کی سیدھ میں اٹھ گئیں۔ واقعی ایک حد درجے عجیب نظارہ ان کے سامنے تھا۔ لیکن پھر اس عجیب نظارے میں بے پناہ خوف بھی شامل ہو گیا۔ اور یہ خوف ان سبھی نے محسوس کیا۔

Malik ji

تعاقب

"اوہو۔ مسٹر بارشانی۔ یہ تو آپ ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں! میں ہی ہوں۔ میں بھی آپ لوگوں کو پہچان چکا ہوں۔ مجھے حیرت ہے۔ آپ نے اس خالی ہوٹل میں آنے کی ضرورت کیوں محسوس کی"۔

"ہمارا اندازہ تھا کہ ہوٹل خالی ہونے کے باوجود۔ خالی نہیں ہو سکتا، اس میں ایک دو جاپانی ضرور موجود ہوں گے۔ اور دیکھ لیں، ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا۔"

"ہوں! اب آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"کیا پولیس کے علم میں ہے کہ آپ اندر موجود ہیں"۔

"نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے۔ اس ہوٹل میں داخل ہونے کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کوئی اور راستا بھی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس میں کیا شک ہے۔" باڈشانی مسکرایا۔

"لیکن مسٹر باڈشانی۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"مرزا خاسر کے بعد میں پارٹی انچارج ہوں اور سب کو میں کنٹرول کر رہا ہوں۔ سب لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لیے میری یہاں موجودگی بہت ضروری ہے۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

اب انھوں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس میں سائنسی آلات اور عجیب و غریب مشینیں نصب تھیں۔ شاید یہ کمرہ پیغام رسانی وغیرہ کے لیے بنایا گیا تھا۔

"چلیے۔ یہ بات تو سمجھ میں آ گئی۔ اب یہ بھی بتا دیں کہ یہ سب چکر کیا ہے؟"

"مرزا خاسر کو ضرور معلوم تھا، لیکن وہ مر چکے ہیں۔"

"ہم آپ کی بات پر کس طرح یقین کر لیں۔"

"اس طرح کہ اس وقت میں آپ کے قبضے میں نہیں۔ آپ دونوں میرے قبضے میں ہیں۔ جس کا ثبوت میں بس دینے ہی والا ہوں۔" اس نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا کہا۔ ہم آپ کے قبضے میں ہیں؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں بالکل۔"

"لیکن کس طرح؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس کمرے کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ نکالیے اپنے پستول۔ اور کیجیے مجھ پر فائر۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کہاں کھڑے ہیں۔ پھر جب آپ کے پستول بے کار ثابت ہو جائیں تو آپ خود بھی میری طرف بڑھنے کی کوشش کیجیے گا۔ میری طرف نہ بڑھ سکیں تو جان لیجیے گا کہ آپ پوری طرح میرے قبضے میں ہیں۔ کیوں کہ اس کمرے سے واپسی بھی میری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی، ہاں۔ واپسی کا بس ایک ہی راستا ہے۔ اور اس راستے سے آپ دونوں کو جانے کی اجازت ہے۔ اب آپ یہ جاننے کے لیے بے چین ہو گئے ہوں گے کہ وہ راستا کون سا ہے۔ آپ بائیں طرف کھلی کھڑکی کو دیکھ رہے ہیں۔ اس تک جائیے اور نیچے چھلانگیں لگا دیجیے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اونچائی کی وجہ سے خوف زدہ نہ ہو جائیے گا۔ ورنہ آپ چھلانگیں نہیں لگا سکیں گے اور اس صورت میں میرے ہاتھوں مرنا ہوگا۔ میرے ہاتھوں آپ کی طرف جو موت بڑھے گی، وہ ذرا چھوٹی قسم کی ہو گی۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کون سی موت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پسند کرتے ہیں" وہ کہتا چلا گیا۔

"جس موت سے آپ ہمیں ڈرانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ وہ آپ کے قبضے میں ہرگز نہیں ہے، وہ ہمارے اللہ کے قبضے میں ہے" انسپکٹر جمشید پُر سکون انداز میں بولے۔

"جب تم مر رہے ہو گے تو جان لو گے کہ تمہارا خیال کس حد تک غلط تھا۔ لو میں اپنا پروگرام شروع کرتا ہوں" یہ کہہ کر اس نے ایک بٹن دبا دیا۔

فوراً ہی تیز گرم ہوا کا جھونکا ان کے چہروں سے ٹکرایا۔ اور پھر گویا کمرے میں گرم ہوا کا طوفان آ گیا۔ ان کے جسم جلنے لگے۔ مساموں سے پسینہ چھوٹ لیا، سانس لینا دشوار ہو گیا۔ چہرے سرخ ہو گئے۔

"اب کیا خیال ہے" بارٹانی مسکرایا۔

"مسٹر بارٹانی۔ یہ تم اچھا نہیں کر رہے"

"آپ لوگوں کے لیے صرف اور صرف ایک راستہ ہے، اور وہ یہ کہ اس کھڑکی سے نیچے کود جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو کباب بن جاؤ گے۔ مسلّم کباب" اس نے ہنس کر کہا۔

چند سیکنڈ میں ہی گرمی ان کے لیے ناقابلِ برداشت

Malik ji

ہو گئی۔ ان کا جی چاہا، کپڑے نوچ کر پھینک دیں، لیکن اس سے بھی کیا ہوتا۔ ہوا تو برابر گرم ہو رہی تھی، دوسری طرف بارٹانی مزے سے بیٹھا تھا۔ شاید وہ ہوا اس کی طرف نہیں جا رہی تھی۔ اور پھر وہ دونوں کھڑکی کی طرف بڑھنے پر مجبور ہو گئے۔

"کیوں انسپکٹر صاحبان۔ اب خود بخود کھڑکی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اب ذرا آواز دیں نا اپنے ساتھیوں کو، اپنے ہمدردوں کو۔ اپنے عزیزوں کو۔ دوستوں کو۔ کون ہے جو آپ کو مرنے سے بچا سکتا ہے؟"

"اللہ" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"غلط خیال ہے۔ اور اب اس غلط خیال کو دل میں بسائے۔ آپ کھڑکی پھلانگ جائیں۔ اونچائی بہت زیادہ ہے۔ نیچے گرتے ہی آپ کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی"

"آپ بھی کھڑکی کے قریب آ جائیں۔ اور اس دلخوش کن نظارے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں" انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

"شاید اب آپ کو مجھ پر غصہ آ رہا ہے، لیکن اس غصے سے جسم اور جلنے لگے گا۔ جلن میں کمی تو ہونے سے رہی"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ہم غصّہ نہیں کھاتے۔ غصّہ حرام ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں یہاں بیٹھے بیٹھے ہی آپ لوگوں کو گرتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"وہ کیسے؟" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"وہ دیکھیے۔ چھت پر ایک آئینہ نصب ہے۔ اس آئینے میں نیچے گرنے کا منظر بالکل صاف دکھائی دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب آپ اپنا دل خوش کریں۔ ہم خود کو اپنے اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔"

"الوداع۔ اب آپ لوگوں سے ملاقات کا کوئی امکان نہیں رہا۔ دوسرے لفظوں میں آپ لوگ ہمارے راستے کا پتھر نہیں بن سکیں گے۔ یا یوں کہہ لیں کہ روڑے نہیں اٹکا سکیں گے۔"

اور وہ دونوں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو گئے۔ انھوں نے ایک نظر نیچے ڈالی۔ اور پھر بُری طرح چونکے۔ گردنیں گھمائیں تو بارٹانی کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار نظر آئے۔ کیوں کہ اس کی نظریں آئینے پر جمی تھیں، جو انھوں نے نیچے دیکھا تھا۔ وہی اس نے بھی دیکھ لیا تھا۔

"اب کیا خیال ہے۔ مسٹر بارٹانی۔ یہ اللہ کی قدرت ہے یا نہیں۔"

"نہیں! یہ لوگ آپ دونوں کو کس طرح بچا سکتے ہیں، اگر انھوں نے آپ لوگوں کو ہاتھوں پر روکنے کی کوشش کی تو خود بھی ساتھ مریں گے۔"

"پہلے تو آپ صرف اس بات کو مان لیں کہ نیچے اس وقت ہمارے ساتھی موجود ہیں۔ اور جب ہم اوپر آئے تھے اس وقت کسی ایک کو بھی نیچے نہیں چھوڑ کر آئے تھے۔"

"چلو یہ بات میں مان لیتا ہوں۔ اب آپ چھلانگیں کب لگا رہے ہیں۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ابھی۔ اسی وقت۔ لیکن اس سے پہلے آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ لوگ صریح غلطی پر ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے آخری نبی ہیں۔ یہ بات تسلیم نہ کر کے آپ نے صرف اور صرف جہنم میں اپنی سیٹیں بک کرا لی ہیں۔ یہ لیجیے۔ ہم چلے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی۔ پہلے انسپکٹر جمشید نے چھلانگ لگائی، کیوں کہ ایک ہی وقت میں دونوں کا چھلانگ لگانا خطرناک تھا۔ اس صورت میں ان کے ساتھیوں کو زیادہ تکلیف برداشت کرنا پڑتی۔ ادھر انھوں نے چھلانگ لگائی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

ادھر نیچے کھڑے ان کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ سب کے ہاتھ آپس میں مل گئے۔ ہاتھوں کا ایک پیالہ سا بن گیا۔ انسپکٹر جمشید اس پیالے میں گرے اور وہ نیچے جھکتے چلے گئے۔ ان کے ہاتھوں کو سخت دھکا لگا تھا۔ لیکن وہ پہلے ہی اس دھکے کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

انسپکٹر کامران مرزا نے انسپکٹر جمشید کو بخیریت زمین پر اترتے دیکھا تو مسکرا دیے اور بارٹانی سے بولے:

"تم نے دیکھا مسٹر بارٹانی۔ اللہ نے ہمیں کس طرح بچایا۔"

"صرف انسپکٹر جمشید کو۔ میں آپ کو اس قابل رہنے ہی نہیں دوں گا کہ چھلانگ لگا کر بچ سکیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ایک ہاتھ ایک بٹن کی طرف بڑھا دیا۔ انسپکٹر کامران مرزا اب رک نہیں سکتے تھے۔ ادھر انھوں نے چھلانگ لگائی۔ ادھر دھوئیں کی ایک لکیر ان کی طرف بڑھی، لیکن ان کے گرنے کی رفتار دھوئیں کی لکیر کی رفتار سے زیادہ تھی۔ اس لیے وہ دھوئیں کی لکیر سے پہلے نیچے پہنچ گئے۔ اس دوران ان کے ساتھی ان کے لیے بھی ہاتھوں کا پیالہ بنا چکے تھے۔ بلکہ اب ان میں انسپکٹر جمشید بھی شامل ہو چکے تھے۔ انھوں نے زمین پر پاؤں ٹکاتے ہی کہا:

"فوراً یہاں سے ہٹ جائیں۔ دھوئیں کی لکیر آ رہی ہے۔"

وہ گھبراہٹ کے عالم میں ہٹ گئے۔ اسی وقت دھوئیں کی لکیر زمین سے ٹکرائی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا اور زمین میں گہرا گڑھا پڑ گیا۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ نظریں اوپر اٹھائیں، لیکن کھڑکی میں انھیں بارٹانی نظر نہ آیا۔ اسے کھڑکی تک آنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ تو اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے نظارہ کر چکا تھا۔

انھوں نے وہیں سے یعقوب ہا کو فون کیا۔ سلسلہ ملنے پر انسپکٹر جمشید بولے:

"ہیلو مسٹر یعقوب ہا۔ انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔ ہوٹل غمارہ پر اگرچہ اس وقت پولیس کا قبضہ ہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔"

"جی۔ کیا مطلب؟" یعقوب ہا نے حیران ہو کر کہا۔

"ہوٹل کا منیجر اب بھی ہوٹل میں موجود ہے۔ اور وہاں سے اپنے آدمیوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"آپ چیک کرا لیں۔ وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر تین میں موجود ہے۔"

"اچھا۔ میں ابھی اسے گرفتار کراتا ہوں۔"

"شاید یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا۔" وہ بولے۔

"کیوں۔ ایسی کیا بات ہے۔"

"اندازہ ہے ہمارا۔ بہت سوچ سمجھ کر اسے گرفتار کرنے کی کوشش کیجیے۔ بہتر ہوگا کہ اپنے ساتھ کسی سائنسدان کو لے جائیں۔"

"اوہو۔ تت۔ تو کیا۔" یعقوب ہا ہکلائے۔

"ہاں! وہ اس وقت سائنسی ایجادات کے حصار میں بیٹھا ہے۔"

"یہ بتا کر آپ نے احسان کیا۔ ورنہ ہم لوگ بے خبری میں مارے جاتے۔"

"بلکہ میرا تو خیال ہے۔ آپ خبردار ہونے کے بعد بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔" انھوں نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ اس مہم میں ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے۔"

"اس لیے کہ ہم بہت مصروف ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ہمارا ایک خیال اور ہے۔ اس خیال کی بنا پر ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔"

"وہ خیال کیا ہے؟"

"یہ کہ بادشاہ آپ کے آنے سے پہلے یہاں سے رخصت ہو چکا ہوگا۔"

"اوہ۔ اچھا۔ آپ مجھ سے فون پر معلومات حاصل کر لیجیے گا۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید نے ایک نظر اپنے ساتھیوں پر ڈالی اور پھر انسپکٹر جمشید بولے:

"تمھیں یہاں دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی اور ہمیں شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے۔"

"شکریے کی تو خیر کوئی ضرورت نہیں ابا جان۔" فرزانہ نے شرما کر کہا۔

"اور اب ہمیں مرکز کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ لیکن جلد ہی انھوں نے محسوس کر لیا کہ ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔ وہ اس وقت دو ٹیکسیوں میں سوار تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرف دیکھا۔ اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں فیصلہ کیا گیا کہ مرکز سے کافی فاصلے پر ہی تعاقب کرنے والے سے نبٹ لیا جائے۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق جنگل میں ایک جگہ ٹیکسیوں کو رکوا لیا گیا۔ ڈرائیوروں کو کرایہ بھی دے دیا گیا۔ اور خود وہ جنگل میں گھس گئے۔ آگے تک بڑھتے چلے گئے۔ پھر درختوں کی اوٹ لینے لگے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کرکے سب نے اوٹ لے لی۔

اب وہ انتظار کر رہے تھے۔ آخر قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی بہت احتیاط سے قدم اٹھا رہا تھا۔ ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ دیکھا جائے۔ آنے والا کون تھا۔

اب چونکہ وہ آنے والے کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ اور وہ انھی کی تلاش میں تھا۔ اس لیے وہ بھی شدید الجھن کا شکار ہو چکا تھا۔

وہ ایک درخت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسی درخت کے پیچھے آصف چھپا ہوا تھا۔ آصف نے بھی ساتھ ساتھ حرکت شروع کر دی اور جب وہ درخت سے آگے نکل گیا تو آصف درخت کے پیچھے آ گیا۔ اسی طرح تمام ساتھی اپنی جگہ بدلتے چلے گئے۔ تعاقب کرنے والے کو اب

Malik ji

انھوں نے نہ صرف دیکھ لیا تھا۔ بلکہ پہچان بھی لیا تھا۔ وہ بارٹانی تھا۔ گویا وہ ہوٹل سے ہی ان کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

کافی دور نکل کر وہ پلٹا۔ چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ شاید سوچ رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے۔ آخر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

"شاید! آپ ہماری تلاش میں ہیں مسٹر بارٹانی۔"

وہ زور سے اچھلا۔ اور اسی وقت انسپکٹر جمشید اس کے سامنے آ گئے۔

"خبردار۔ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔" بارٹانی غرایا۔

فوراً ہی ایک پتھر اس کے ہاتھ پر آ کر لگا۔ ادھر اس کا جملہ پورا ہوا، ادھر پستول ہاتھ سے نکل گیا۔ آصف نے فوراً درخت کے پیچھے سے نکل کر پستول اچک لیا۔

"یہ پتھر کس نے مارا تھا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم۔ میں نے۔" اخلاق چلایا۔

"بہت خوب۔ اچھا نشانہ تھا۔ اں مسٹر بارٹانی۔ اب آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ ہم غریبوں کا تعاقب کیوں کر رہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے۔"

"یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم لوگ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور آئندہ تمھارا پروگرام کیا ہے۔"

"خیر۔ ایک بات تم دیکھ چکے۔ دوسری سے محروم رہ گئے۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ اب آپ بتائیں۔ یہ سب منصوبہ کیا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔ میں تو اس شہر میں موجود جاپانیوں کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ انھیں احکامات میرے ذریعے سے مل رہے ہیں۔"

"اور آپ کس سے احکامات وصول کر رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"افسوس! میں نہیں بتا سکتا۔"

"گویا جانتے ہیں، بتائیں گے نہیں۔" اخلاق نے اسے گھورا۔

"ہاں! یہی بات ہے، کیوں کہ ایسی باتیں بتانے کی سزا بھیانک موت کی صورت میں ملتی ہے۔"

"اور یہاں جو موت آپ کو ملے گی۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ اس قدر بھیانک نہیں ہو سکتی۔ ان کی سزائیں تو

Malik ji

بالکل غیر انسانی ہوتی ہیں۔ آپ تو وہ سزائیں دے ہی نہیں سکتے۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور پھر۔ موت سے پہلے تو آپ لوگ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"اوہو اچھا۔ یہ بات بھی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں! یہ بات تو پہلے ہے۔"

"ذرا ہم بھی تو سنیں۔ وہ کس کس طرح سزا دیتے ہیں۔"

"مثال کے طور پر وہ مجھے ایک کرسی سے جکڑ دیں گے، پھر زنبور کے ذریعے میری انگلیوں کے ناخن ایک ایک کرکے انگلیوں سے الگ کر دیے جائیں گے۔ یعنی جڑ سے کھینچ لیے جائیں گے۔ اور اس کے بعد انگلیوں کے زخموں پر جب نمک بھی چھڑکا جائے تو کیا تکلیف ہوتی ہے۔ اس خیال سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اسی حالت میں آدمی سسک سسک کر مر جاتا ہے۔"

"واقعی۔ بہت بھیانک طریقہ ہے۔"

"ایک اس سے بھی ہولناک طریقہ ہے۔" اس نے کانپ کر کہا۔

"چلو وہ بھی سنا دو۔"

"بانس کا پودا جب سر ابھارتا ہے تو اس کی نوک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہت تیز ہوتی ہے۔ دُوسرے یہ کہ بانس کا پودا بالکل سیدھا اُٹھتا ہے۔ اب جس کو سزا دینا ہوتی ہے، اس کو ایسے پودے کے اُوپر لٹا دیا جاتا ہے۔ جس نے ابھی ابھی زمین سے سر اُبھارا ہے۔ اور زمین میں میخیں گاڑ کر اس کے ہاتھ اور پیر ان میخوں کے ساتھ رسیوں کی مدد سے جکڑ دیے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وُہ زمین سے اپنا دھڑ اُٹھا نہیں سکتا۔ اِدھر بانس کا پودا اُوپر اُٹھتا ہے۔ اور اس کے جسم کو چھونے لگتا ہے۔ پھر وُہ جسم میں چھید کرتا ہے۔ اور پل پل بڑا ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اس کے جسم میں چھید کرتا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔"

"اُف!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اس شخص کی حالت کے بارے میں ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی چیخیں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں، لہٰذا میں ایسی کسی موت سے پہلے ہی مر جانا پسند کروں گا۔ آپ لوگ مجھے شوٹ کر دیں۔" بازنانی یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"خیر۔ اس قدر آسان موت تو ہم بھی تمھیں نہیں دیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

Malik ji

مجھے آپ لوگوں سے یہ اُمید ہرگز نہیں۔ آپ ظلم نہیں کریں گے۔"

"یہ معاملہ ہمارا ذاتی نہیں۔ پوری ملّتِ اسلامیہ کا معاملہ ہے۔ لہٰذا ہم مجبور ہیں۔ آپ جو کچھ بھی جانتے ہیں۔ ہمیں بتا دیں۔ اس صُورت میں آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

"افسوس۔ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"چلو بھئی خان رحمان۔ کامران مرزا۔ لٹکا دو اس کو بھی اُلٹا۔ یہ حضرت نہیں مانیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے تنگ آ کر کہا۔

"اُلٹا۔ کیا مطلب؟"

"اُلٹے کا مطلب سیدھا ہرگز نہیں ہو سکتا۔" آصف نے کہا۔

خان رحمان اور انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف بڑھے۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" بازنانی مسکرایا۔

"تمھاری موت کا سامان۔"

"اچھا۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف اتنا سن لو۔ یہ راز تم لوگ کبھی بھی نہیں جان سکو گے۔ جب تک کہ ہم کامیاب نہ ہو جائیں۔ اور ابھی اس کی کامیابی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

میں بہت دیر ہے۔ ابھی تو مشق کی جا رہی ہے۔"

"مشق کی وضاحت ہی کر دو۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"تمہارے بعد جاپانیوں کو کون کنٹرول کرے گا؟"

"اب انھیں کنٹرول کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ انھیں ٹریننگ دی جا چکی ہے۔ اب تو دوسرا کام شروع ہونے والا ہے۔"

"دوسرے کام سے تمہاری کیا مراد ہے؟" فرحت نے پوچھا۔

"دوسرا کام۔" اس نے فوراً کہا۔

"ہم سمجھ گئے۔ یہ حضرت باتوں کے نہیں۔ لاتوں کے بھوت ہیں۔" آصف نے منہ بنایا۔

"نہیں۔ میں موت کا بھوت ہوں۔ آپ لوگ مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔" اس نے کہا، پھر بولا،

"آرے پیاری انگوٹھی۔ اب تیرا ہی سہارا رہ گیا ہے۔"

"انگوٹھی۔ کیا مطلب۔ یہاں تو دور دور تک کسی انگوٹھی کا نام و نشان نہیں۔ آئے گی کہاں سے۔ ارے ہاں۔ کہیں وہ کوئی سلیمانی انگوٹھی تو نہیں ہے۔" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"نہیں۔ میں اسے نجات کی انگوٹھی کہتا ہوں۔ تم لوگ موت کی انگوٹھی کا نام دو گے۔"

اتنا کہتے ہی اس کا ہاتھ منہ کی طرف چلا گیا۔ اس وقت وہ اس کا مطلب سمجھے، بے تحاشہ اس کی طرف لپکے۔ لیکن اتنی دیر میں انگوٹھی میں چھپایا ہوا سائنائیڈ وہ منہ میں الٹ چکا تھا۔

"دھت تیرے کی۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"یہ واقعی برا ہوا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ اب تو ہو گیا۔ آئیے اب چلیں۔" آصف بولا۔

"پہلے اس کی تلاشی تو لے لو۔"

خان رحمان نے آگے بڑھ کر بارٹانی کی تلاشی لی، اس کی ویران آنکھوں میں اب تک حسرت نظر آ رہی تھی، جسم سرد پڑ چکا تھا۔ اس کے جیبوں سے روز مرہ ضروریات کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ اور پھر وہ مرکز کی طرف روانہ ہوئے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ان لوگوں نے ہمیں حالات سے بے خبر رکھنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔" محمود بڑبڑایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ہم سے بہت خوف زدہ ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

ان کے قدم مرکز کی طرف اٹھتے چلے گئے۔ وہ سوچ رہے تھے۔ نہ جانے مرکز میں حالات کیا ہوں۔ وہاں وہ صرف پروفیسر داؤد اور شوکی کو چھوڑ آئے تھے۔ دونوں ہی لڑائی بھڑائی سے نابلد تھے۔ اب انھیں محسوس ہو رہا تھا کہ کم از کم اس گروپ کو مرکز میں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے۔ مرکز میں بھی کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہو چکی ہے۔ یہ لوگ پوری طرح ہم لوگوں سے باخبر رہنے کی کوشش میں ہیں۔ بادشاہ کا تعاقب کرنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہوں۔ شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہم بہت محتاط ہو کر جھنڈ کی طرف بڑھیں گے۔ فکر نہ کرو۔"

اور پھر جھنڈ کے نزدیک پہنچ کر انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

سزا

فاروق اور آفتاب نے دیکھا کہ چار آدمی پروفیسر داؤد اور شوکی پر رائفلیں تانے کھڑے ہیں اور ان کی انگلیاں دباؤ ڈال رہی ہیں۔ یہ دیکھتے ہی انھوں نے بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے چھلانگیں لگا دیں اور ان چاروں کی کمروں سے ٹکرا گئے۔ چاروں سے اس طرح کہ وہ ایک دوسرے سے لگ کر کھڑے تھے۔

ساتھ ہی چار فائر ہوئے۔ لیکن چاروں چونکہ اوندھے منہ گرے تھے اور ٹریگر بعد میں دبے تھے۔ اس لیے گولیاں زمین میں دھنس گئیں۔ انھوں نے شوکی کی چہکتی آواز سنی:

"وہ مارا۔"

"لو اور سنو۔ مارا ہم نے۔ اور نعرہ یہ لگا رہے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اچھا تو — پھر آپ لگا لیں نعرہ — مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

انھوں نے فوری طور پر رائفلوں پر قبضہ جما لیا، پھر فاروق نے کہا:

"یہ یہاں ہو کیا رہا تھا؟"

"تم لوگوں کے جاتے ہی کام شروع ہو گیا تھا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"حملہ آوروں کا — یا آپ لوگوں کا؟"

"پہلے شوکی نے اور میں نے کچھ انتظامات کیے تھے، تاکہ درندوں وغیرہ سے محفوظ رہا جا سکے — پھر ایک عدد حملہ آور آ دھمکا — اس کو بڑی مشکل سے اسلام کی طرف توجہ دلائی ہی تھی کہ یہ چار آ گئے — انھوں نے اس کا کام تمام کر دیا — اور اب ہمارا کام کرنے والے تھے کہ اللہ نے تم دونوں کو بھیج دیا۔" پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

"ایک بات رہ گئی — پہلا حملہ آور ہمیں چند راز بتانے پر آمادہ ہو گیا تھا — لیکن ابھی اس کے منہ سے صرف سی — سم نکلا تھا کہ گولی کا نشانہ بن گیا بے چارہ — زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے

Malik ji

پر رضا مند ہو گیا تھا، لیکن کلمہ نہ پڑھ سکا۔"

"اوہ — واقعی — کاش وہ کلمہ پڑھ ہی لیتا۔"

"اللہ کو اس کی نیت کا حال معلوم ہے — اب رہا سوال کہ وہ مرتے وقت کیا کہنا چاہتا تھا — تو یہ بات غور طلب ہے — سی — سم سے بھلا کیا بنتا ہے۔"

"ہم — سنٹی میٹر کو کہتے ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"ہوں! خیر — اس پر غور کیا جائے گا — پہلے تو آپ دونوں بتائیں — کیا تیر مار کر آئے ہیں۔" شوکی نے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم باقی لوگوں کا بھی انتظار کر لیں — ورنہ اس طرح تو ہمیں کئی بار بتانا پڑے گا — جب کہ شاید ہم اتنے تیر مار کر آئے بھی نہیں۔"

"اوہ — یہ تو خوشی کی خبر نہیں ہے۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"یہ ضروری نہیں — یوں کہ ہو سکتا ہے جس کامیابی کو ہم غیر اہم خیال کر رہے ہوں، وہ کوئی بہت بڑی کامیابی ہو۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"پہلے تو ہمیں ان چاروں کا بندوبست کرنا چاہیے — ان لوگوں سے بھی تو ہم کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔"

"پہلے ان کو باندھنا ہوگا — پھر باتیں کر لیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

فاروق نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ہاتھ باہر نکالتے ہوئے اس نے کہا:

"یہ رہا ریشم کی ڈوری کا گولا۔"

اور انھوں نے ان چاروں کو اس سے جکڑ دیا۔

"اب ان کا کیا کیا جائے؟"

"جب تک ہمارے ساتھی نہیں آجاتے۔ ہم ان کی زبانیں کھلوانے کی کوشش تو کر ہی سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کے لیے کوئی ترکیب تو سوچنا ہوگی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ درختوں کی بیلوں کے ذریعے ہم انھیں درختوں سے اُلٹے لٹکا سکتے ہیں۔ اور ان کے سروں کے نیچے دھیمی دھیمی آگ جلا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے سر ہانڈیوں کی طرح کھولنے لگ جائیں۔ اس وقت ان کی زبانیں فرفر چلیں گی۔" شوکی نے ترکیب بتائی۔

"ترکیب بہت جاندار ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"نن۔ نہیں۔" چاروں نے تھرا کر کہا۔

"تو پھر اسی طرح بتا دو دوستو۔" آفتاب مسکرایا۔

"لیکن کیا بتا دیں۔" ان میں سے ایک نے بیوقوفوں کی طرح کہا۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے کہ کیا بتا دیں۔"

"تم لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔ کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"افسوس! ہم نہیں جانتے۔"

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تم جانتے ہو یا نہیں، چلو بھئی۔ بیلوں کے ذریعے رسیاں تیار کریں۔" فاروق نے کہا۔

انھوں نے رسیاں تیار کیں اور پھر انھیں ایک ایک کرکے اُلٹا لٹکا دیا۔

"اب ہمیں ان کے سروں کے نیچے آگ جلانا ہے۔" فاروق بولا۔

"یہ۔ یہ ظلم ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ کچھ بھی نہیں۔" ان میں سے ایک نے چلّا کر کہا۔

"چلّانے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم لوگ کچھ نہیں جانتے تو پھر سروں کا جلنا اور کھولنا قبول کر لو۔ یہ سزا تم لوگوں کو نہ جاننے کی وجہ سے ہی مل رہی ہے۔"

"آخر آپ معلوم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے واضح الفاظ میں اتنا تو بتا دیں۔"

"اچھا خیر۔ سنو۔ بنگال نے اور دوسرے بڑے ممالک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

نے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ کیا ہے؟" فاروقی بولا۔

"افسوس! ہم نہیں جانتے۔"

"کیا تم لوگ جاپانی ہو؟"

"بالکل ہیں۔"

"تم لوگوں کو ہمارے بارے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں۔"

"بس یہ کہ آپ لوگوں کو تلاش کر کے ہر حال میں ختم کر دینا ہے۔"

"تب تو تم لوگ ہمیں تلاش کر چکے۔" آفتاب مسکرایا۔

"اب ہم آپ لوگوں کو کس طرح سمجھائیں۔ کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"تب پھر۔ یہ کس طرح جانا تھا۔ جس کو تم لوگوں نے ختم کر دیا ہے۔"

"پتا نہیں۔"

"تم لوگوں نے اسے کس کے حکم سے ختم کیا ہے؟"

"مسٹر بارماٹی نے ہمیں اس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ اس کی نگرانی کریں اور حفاظت بھی۔ اگر حفاظت نہ کر سکیں، اور یہ کسی کو کچھ بتانے لگے تو فوراً گولی مار دی جائے،

لہٰذا ہم بہت دیر سے اس کے تعاقب میں تھے۔"

"ہوں! ہو سکتا ہے، تم سچ بول رہے ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکل جھوٹے ہو۔ لہٰذا ہم آگ ضرور جلائیں گے۔" شوکی نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"پھر وہی آگ۔ آخر ہم آپ کو کس طرح سمجھائیں۔"

"جیسے بھی سمجھا سکتے ہیں، ضرور سمجھائیں۔ ورنہ پھر انجام وہی آگ۔"

"اُف۔ اب ہم کیا کریں۔"

"بھئی۔ یہ لوگ اس طرح نہیں مانیں گے۔ آگ جلانا ہی پڑے گی۔" پروفیسر داؤد نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

انھوں نے ان کے سروں کے نیچے خشک لکڑیاں جمع کیں اور پھر لائٹر کے ذریعے آگ دکھانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کے رنگ اُڑ گئے، الٹی ہوئی حالت میں ان کے جسم تھر تھر کانپنے لگے، پھر ایک نے کہا:

"ٹھہرئیے۔ ٹھہرو۔"

"بہت خوب۔ یہ ہوئی نا بات۔" فاروقی مسکرایا۔

"ہم لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی سازش تیار کی گئی ہے۔ جس کے بارے میں آج تک کسی نے شاید خواب میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی نہ سوچا ہوگا۔"

"پھر سازش تیار کرنے والوں نے کس طرح سوچ لیا۔" شوکی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ان کے علاوہ بات کر رہا ہوں۔" اس نے بھی منہ بنا کر کہا۔

"اچھا خیر۔ آگے چلو۔"

"آگے کہاں چلوں۔ کیسے چلوں۔ راستے تو تمام بالکل بند ہیں۔"

"یہ لوگ کچھ نہ کچھ جانتے ضرور ہیں۔ لہٰذا لکڑیوں کو آگ دکھا دو۔" پروفیسر داؤد سرد آواز میں بولے۔

"ایک منٹ ٹھہریں۔ یہ۔ یہ کیا ہے۔" شوکی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انھوں نے اُس طرف دیکھا۔ خود رو گھاس میں سیاہ رنگ کی کوئی چیز پڑی تھی۔ اب انھوں نے جھک کر دیکھا۔ ایک تکون کی شکل کا سیاہ ڈبا وہاں پڑا تھا۔ ایک نوک سے باریک سا تار نکلا ہوا تھا۔ نچلی طرف اس میں ایک بٹن بھی لگا ہوا تھا۔

"لاؤ میں دیکھتا ہوں۔" پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

"انکل۔ کہیں یہ کوئی بم نہ ہو اور آپ کے ہاتھوں میں

Malik ji

نہ پھٹ جائے۔" شوکی گھبرا گیا۔

"نہیں۔ یہ بم نہیں ہے۔" وہ مسکرائے اور وہ ڈبا ہاتھ میں لے لیا۔ انھوں نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر بٹن دبایا، لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

"ایک منٹ ٹھہرو۔ ابھی آگ نہ جلانا۔" انھوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔ پھر جیب سے ایک ننھا سا اوزار نکالا۔ اور اس کے پیچ کھولنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ تکونا ڈبا کھل گیا۔ انھوں نے دیکھا۔ اس کے اندر ایک ننھی سی مشین فٹ تھی۔ اس مشین کو دیکھ کر وہ مسکرا دیے اور بولے:

"سمجھو۔ یہ ایک آلہ ہے۔ ریموٹ کنٹرول آلہ۔ کسی مشین وغیرہ کو کنٹرول کرنے والا آلہ۔"

"لیکن یہ کس مشین کو کنٹرول کرتا ہوگا۔" فاروق نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"یہ میں کس طرح بتا سکتا ہوں۔" وہ بولے

"یہ ان لوگوں نے ہی یہاں گرایا ہے، انھیں تو ضرور معلوم ہوگا۔ کیوں بھئی۔" شوکی ان چاروں کی طرف مڑا۔

"یہ۔ یہ ہمارا نہیں ہے۔" ایک نے گھبرا کر کہا۔

"اب یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس بات پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ہمیں یقین ہے۔" شوکی بولا۔

"تب پھر انھیں اس وقت تک لٹکا رہنے دو، جب تک یہ اس آلے کے بارے میں ہمیں بتا دیں گے۔"

"بہت خوب۔ یہ ٹھیک رہے گا۔" آفتاب نے کہا۔

"لیکن اس طرح وقت ضرور ضائع ہوگا۔" شوکی نے کہا۔

"ہاں! یہ تو ہے۔"

"تو پھر۔ اب ہم آگ کیوں نہ روشن کر دیں۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ لکڑیوں کو آگ دکھا دو۔" پروفیسر داؤد نے حکم دیا۔

اور انھوں نے لائٹر کے ذریعے پہلے ایک دشمن کے سر کے نیچے آگ جلائی۔ وہ چلایا:

"نن۔ نہیں۔ نہیں۔ مم۔ میں۔ میں جل جاؤں گا۔"

"اگر تم اس آلے کے بارے میں بتا دو گے اور جو ہم پوچھیں، وہ بھی بتا دو گے تو نہیں جلو گے۔ ہم اس آگ کو بجھا دیں گے۔" یہ کہہ کر فاروق دوسرے کی طرف بڑھا، اور لکڑیوں کو آگ دکھا دی۔ انھوں نے سر کافی اونچائی پر رکھے تھے۔ دوسرا بھی چیخ اٹھا:

"اف! اف! تم لوگ کیا کر رہے ہو۔"

"یہ اس سے بہت کم ہے۔ جو تم لوگ ہمارے ساتھ کرتے رہتے ہو۔" آفتاب مسکرایا۔

اب وہ تیسرے کی طرف بڑھا۔ اور لکڑیوں کو آگ دکھا دی۔ لکڑیاں بہت چھوٹی اور تھوڑی رکھی گئی تھیں۔ سروں کو صرف تپش پہنچ سکتی تھی۔ جل نہیں سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے اور جسموں میں تھرتھری دوڑ رہی تھی۔ آخر چوتھے کی باری آ گئی۔ اس سے پہلے کہ فاروق لکڑیوں کو آگ دکھاتا، اس نے چلا کر کہا:

"ٹھہرو۔ میں بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"بہت خوب۔ تو ٹھہر گئے۔ جلدی بتاؤ۔ کیوں کہ تمھارے ساتھیوں کے سر اب ہانڈیوں کا منظر پیش کر رہے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا کر رہے ہو رنا۔ جانتے بھی ہو۔ اس کی سزا کیا ہے۔" ایک نے چلا کر کہا۔

"اس سزا کا کیا کروں۔ جو یہ دینے والے ہیں۔" اس نے جل کر کہا۔

"نہیں دیکھو۔ کیا ہم یہ سزا نہیں بھگت رہے۔ تمھارے نیچے تو ابھی آگ جلی بھی نہیں۔"

"میں۔ میں آگ سے بہت ڈرتا ہوں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ڈرنا بھی چاہیے، لیکن اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو پھر صرف ایک سے ڈرنا پڑے گا۔ ہر ایک سے نہیں۔" شوکی بول اٹھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"سچا مسلمان صرف ایک اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور پھر اس کی پختگی کی وجہ سے سب اس سے ڈرنے لگ جاتے ہیں، اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا، وہ باقی سب سے ڈرتا ہے۔"

"کیا ڈر ڈر لگا رکھی ہے۔ ہم نہیں ڈرتے۔" پہلے نے کہا۔ اب ان تینوں کے سروں سے پسینہ آگ پر گر کر چھن چھن کی آواز پیدا کر رہا تھا۔

"ہاں تو پھر۔ تم کیا کہتے ہو بھئی۔" آفتاب نے تنگ آ کر کہا۔

"میں بتانے کے لیے تیار ہوں، لیکن پہلے تم ان تینوں کے سروں کے نیچے سے آگ ہٹا دو۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم چال چل رہے ہو۔" فاروق نے منہ بنایا اور اس کے سر کے نیچے بھی آگ روشن کر دی۔

"ارے مرا۔ بجھاؤ اس کو۔ م۔ میں۔ میں بتاتا ہوں۔"

"پہلے تم بتاؤ گے۔ آگ بعد میں بجھائی جائے گی۔"

"اُف۔ میں کہتا ہوں پہلے بجھاؤ۔ ورنہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ اور اگر میں بے ہوش ہو گیا تو پھر تم کس طرح معلوم کر سکو گے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم تمھاری بے ہوشی کا علاج کر لیں گے۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

اور پروفیسر داؤد ہنس پڑے۔ عین اسی وقت انھوں نے ایک آواز سنی:

"ہائیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

وہ ایک ساتھ مڑے اور پھر ان کے منہ سے نکلا:

"ارے!"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈبل اوہ

"بھئی اشفاق - یہ بری بات ہے - ذرا ذرا سی بات پر بے ہوش نہیں ہونا چاہیے۔" محمود نے اسے ہلاتے ہوئے کہا - اور اس کمرے کی مسافر لڑکی انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی -

"آخر یہ بے ہوش کیوں ہو گئے؟"

"انھوں نے اس کمرے میں ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔"

"اور آپ نے - آپ نے نہیں دیکھا وہ منظر؟" اس نے پوچھا -

"ہاں! میں بھی دیکھ چکا ہوں۔" محمود مسکرایا۔

"تب پھر آپ بے ہوش نہیں ہوتے۔"

"میرے بے ہوش ہونے کی رفتار ذرا سست ہے۔" محمود نے کہا -

اسی وقت اشفاق نے آنکھیں کھول دیں -

Malik ji

"ام - میں کہاں ہوں؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"وہیں - جہاں تھوڑی دیر پہلے تھے۔"

"وہ - وہ - اس کمرے میں جھانکا آپ نے۔" اشفاق کو اچانک یاد آیا -

"ہاں! جھانک چکا ہوں، لیکن بے ہوش ہونے سے بال بال بچ گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"آخر وہاں کیا ہے؟" مسافر نے کہا۔

"آپ خود ہی اوپر چڑھ کر دیکھ لیں، لیکن منہ سے آواز نہ نکالیے گا اور آہٹ بھی نہ ہونے پائے۔" اس نے دبی آواز میں کہا۔

"اچھا۔" اس نے کہا اور میز پر چڑھ گئی - پھر کرسی پر - اور کمرے میں جھانکا - دوسرے ہی لمحے اس کے قدم بھی لڑکھڑا گئے اور وہ دھڑام سے گری - کرسی بھی میز پر نہ رہ سکی - اس طرح اچھی بھلی آواز پیدا ہوئی -

"یہ - کیا کیا آپ نے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"میں نے یا آپ نے - اتنا خوفناک منظر دکھا دیا اور پہلے سے کچھ بتایا نہیں۔" اس نے جل کر کہا۔

"ارے - مگر - آپ بے ہوش نہیں ہوئیں۔" محمود مسکرایا۔

"آپ بھی تو بے ہوش نہیں ہوتے۔" مسافر نے کہا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ اور بات ہے۔ لیکن آپ کو بے ہوش ضرور ہونا چاہیے تھا۔" محمود نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اشفاق بھی حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ لڑکی نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ کہ آپ میرے اس ساتھی سے زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے طبی لحاظ سے آپ کو بے ہوش ضرور ہونا چاہیے تھا، لیکن آپ نہیں ہوئیں۔ اس لیے۔ اس لیے۔" محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"اس لیے کیا؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اس لیے۔ دوسرے کمرے میں جو نظارہ ہے۔ وہ آپ کے لیے نیا نہیں۔ اس جیسا نظارہ آپ پہلے دیکھ چکی ہیں، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"حیرت ہے۔ آپ کے اس اندازے پر۔ اس ذہانت پر۔ میں ایسا نظارہ پہلے بھی دیکھ چکی ہوں۔"

"آپ اس کی تفصیل سنا سکتی ہیں؟" محمود بولا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔ میں ایک مرتبہ اس شہر میں پہلے بھی آئی تھی۔ مجھے جو کمرہ ملا۔ اس کا غسل خانہ مشترک تھا۔ یعنی دوسرے کمرے کے لیے بھی وہی غسل خانہ تھا۔ ایک دن میں غسل خانے میں داخل ہوئی تو دوسرے کمرے میں کھلنے والا غسل خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اسے بند کرنے کے لیے جو آگے بڑھی تو میں نے بالکل ایسا ہی نظارہ وہاں دیکھا۔ اور اس روز میں واقعی بے ہوش ہو گئی تھی۔"

"کیا؟" اشفاق کے منہ سے نکلا۔ اسے محمود کے اندازے کے اس حد تک درست ہونے پر حیرت ہوئی تھی۔

"ہم ابھی ہوٹل کے انسپکٹر کو بلاتے ہیں۔" یہ کہہ کر محمود نے فون کا ریسیور اٹھایا اور انسپکٹر کے لیے کہا۔

پانچ منٹ بعد انسپکٹر اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ناخوش گوار لہجے میں ان کی طرف دیکھا اور بولا:

"اب کیا ہے۔ کیا آپ دوسروں کو آرام نہیں کرنے دے سکتے؟"

"آپ شوق سے آرام کریں۔ لیکن ہماری ایک بات سن کر۔"

"میں اپنے آرام کی نہیں۔ ان کے آرام کی بات کر رہا ہوں۔" اس نے کمرے کے مسافر کی طرف اشارہ کیا۔

"ہم نے ان سے باقاعدہ اجازت لی تھی۔ اور انہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"ہاں جناب۔ یہ بات ٹھیک ہے۔"

"خیر۔ اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"ہم نے ساتھ والے کمرے میں ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ آپ بھی ایک نظر دیکھ لیں۔"

"اور ساتھ والا کمرہ وہی ہے۔" اس نے کہا۔

"بالکل وہی ہے، لیکن اس کا نظارہ اب وہ نہیں ہے۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس کمرے میں وہ نظارہ کس طرح دیکھا۔"

"میز کے اوپر کرسی رکھ کر اور پھر کرسی پر کھڑے ہو کر۔" اشفاق مسکرایا۔

"اوہ!" انسپکٹر کے منہ سے نکلا۔ پھر اس نے گری ہوئی کرسی اٹھا کر میز پر رکھی۔ اور اس پر کھڑے ہو کر دوسری طرف دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے قدم بھی لڑکھڑا گئے۔ وہ دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

"حیرت ہے۔ انسپکٹر صاحب بھی بے ہوش ہو گئے!" مسافر کے منہ سے نکلا۔

"انھوں نے بھی یہ نظارہ پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔" محمود مسکرایا۔

Malik ji

انھوں نے انسپکٹر کو ہلایا جلایا۔ چند منٹ بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"یہ۔ یہ کیا۔ یہ میں نے کیا دیکھا؟"

"جو آپ نے دیکھا۔ بالکل وہی ہم نے دیکھا۔" اشفاق اسی کے لہجے میں بولا۔

"اب سوال یہ ہے کہ یہ سب کیا ہے۔ کیا ہم اس کمرے کا دروازہ کھٹکھٹائیں؟"

"ہاں! یہ تو کرنا ہو گا۔"

"اوہ۔ تب تو ہمیں فوراً اس کمرے کے دروازے تک پہنچ جانا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ آؤ۔"

وہ باہر نکل کر مسٹر تام لوٹ کے دروازے پر آ گئے۔ محمود نے دستک دی۔ ایک منٹ تک انتظار کرنے کے بعد اس نے پھر دستک دی۔ تیسری دستک پر وہ بے چین ہو گئے۔

"کہیں۔ یہ غائب نہ ہو گیا ہو۔" مسافر لڑکی نے بے چین ہو کر کہا۔

"میں ابھی آتا ہوں۔" محمود نے جلدی سے کہا اور ساتھ والے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اب جو اس نے روشن دان سے دوسرے کمرے میں جھانکا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ کمرہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بالکل خالی پڑا تھا۔ وہ ان لوگوں کے پاس آیا اور بولا:

"کمرہ خالی ہے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیکن یہ۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر بولا۔

"کیا کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"چند منٹ میں ہی وہ نکل گیا۔"

"یہ اتنا مشکل کام نہیں۔ بہرحال آپ اس دروازے کو کھلوائیے۔"

ہوٹل کی دوسری چابی سے دروازہ کھلوایا گیا اور وہ اندر داخل ہوئے۔ کمرہ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ مسٹر تام لوٹ کا کہیں نام ونشان تک نہیں تھا۔ اور ان لوگوں نے جو نظارہ کمرے میں دیکھا تھا، وہ ان کی آنکھوں میں اب تک ناچ رہا تھا۔

۹

"آپ ایک کام کریں۔" محمود انسپکٹر کی طرف مڑا۔

"کیا؟" اس نے کہا۔

"کاؤنٹر سے معلوم کریں۔ کیا انھوں نے مسٹر تام لوٹ کو ہوٹل سے باہر جاتے دیکھا ہے۔"

"اچھا!" اس نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھایا۔ ایک نمبر گھما کر اس نے کہا:

ہیلو جانی۔ کیا تم نے مسٹر تام لوٹ کو ہوٹل سے باہر جاتے دیکھا ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے۔"

"کیا کہ رہے ہیں جناب۔ وہ تو اپنے کمرے میں ہی ہیں۔ ابھی ابھی تو انھوں نے فون کر کے کچھ چیزیں منگوائی ہیں۔ اور بیرا چیزیں لے کر یہاں سے اوپر کی طرف جا چکا ہے۔"

"بیرا ابھی یہاں نہیں پہنچا۔ اور مسٹر تام لوٹ اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔"

"ادھر ادھر ہوں گے۔ باتھ روم میں دیکھ لیں۔"

"باتھ روم کا دروازہ کھلا پڑا ہے۔"

"عجیب بات ہے۔" کلرک بولا۔

"کہیں وہ پچھلے دروازے سے نہ نکل گیا ہو۔" اشفاق نے خیال دلایا۔

"ہاں! یہ بھی چیک کر لیتے ہیں۔" اس نے کہا اور دوسرا نمبر گھمایا، پھر بولا:

انسپکٹر تاسم بول رہا ہوں۔ کیا آپ کے یہاں سے چند

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

منٹ، پہلے کوئی صاحب باہر نکلے ہیں؟"

"جی نہیں۔ آدھ گھنٹے سے کوئی صاحب اس طرف سے باہر نہیں گئے۔" اس نے جواب میں کہا۔

یہ جواب سُن کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"میرا خیال ہے۔ وہ شخص ابھی ہوٹل میں ہی کہیں چھپا ہوا ہے۔" محمود نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ کہاں چھپ سکتا ہے؟"

"کسی دوسرے کمرے میں۔" اشفاق نے فوراً کہا۔

"وہ کیسے۔ زیادہ تر کمرے کرائے پر چڑھے ہوئے ہیں، اور جو خالی ہیں۔ ان کے دروازوں پر تالے لگے ہیں، ان حالات میں وہ کسی دوسرے کمرے میں کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"ہم بھی تو تھوڑی دیر پہلے ان کے کمرے میں تھے۔" محمود نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ اس نے آپ کی طرح کسی کمرے میں پناہ لی ہے؟"

"ہاں! اس کے علاوہ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"خیر۔ چیک کیے لیتے ہیں۔ لیکن کمرے بہت ہیں، مجھے اپنے ماتحتوں سے بھی مدد لینا ہوگی۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

انسپکٹر نے فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد تلاشی شروع ہو گئی۔ اس کام میں ایک گھنٹا لگ گیا، لیکن اس شخص کا کوئی سراغ نہ لگ سکا۔ اب وہ پھر ایک جگہ جمع ہوئے۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں؟" انسپکٹر بولا۔

"اگر اسے کسی دروازے سے باہر جاتے نہیں دیکھا گیا تو پھر وہ ضرور ہوٹل میں ہی موجود ہے۔" محمود نے کہا۔

"وہ کیسے۔ اب تو ہم تمام کمرے دیکھ چکے ہیں۔"

"اس کے باوجود وہ کسی کمرے میں ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی دو کمرے بھی تو بک کرا سکتا ہے۔"

"میری معلومات کے مطابق۔ مسٹر تام لوٹ نے ایک کمرہ ہی بک کرایا تھا۔"

"آپ لوگوں کے علم میں لائے بغیر بھی ایک آدمی دو کمرے بک کرا سکتا ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"وہ کیسے؟" انسپکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"فرض کیجیے۔ ایک صاحب آئے۔ انھوں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا۔ اس کمرے میں اپنا سامان رکھ، چابی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

جیب میں ڈالی اور ہوٹل سے نکل گیا۔ باہر جا کر اپنا حلیہ تبدیل کیا، پھر ہوٹل آیا اور ایک اور کمرہ کرائے پر حاصل کر لیا۔ اب وہ شخص ہوٹل میں موجود ہے۔ اس کے پاس دو کمرے ہیں۔ وہ ایک کمرے سے نکل کر صرف چند منٹ میں دوسرے کمرے میں جا سکتا ہے اور اگر میک اپ کا ماہر ہے۔ تو پھر حلیہ بھی تبدیل کرے گا۔"

"اوہ۔ اوہ۔" انسپکٹر کے منہ سے حیرت کی زیادتی سے نکلا۔

"ڈبل اوہ کے لیے شکریہ۔" محمود مسکرایا۔

"ہو سکتا ہے مسٹر تام لوٹ کا کوئی ساتھی پہلے سے یہاں موجود ہو اور اس نے دو کمرے لے رکھے ہوں۔ اب اس نے ایک کمرہ مسٹر تام لوٹ کو دے دیا ہو۔" اشفاق نے کہا۔

"لیکن اب ہم یہ کس طرح جان سکتے ہیں کہ وہ دوسرا کمرہ کون سا ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔

"یہ کام مشکل اور تکلیف دہ ضرور ہے۔ نا ممکن نہیں۔ ہمیں خود ایک ایک کمرہ چیک کرنا ہو گا، کیونکہ تام لوٹ کو میک اپ کے باوجود ہم پہچان لیں گے۔"

"تو پھر آئیے۔ یہ کام شروع کرتے ہیں۔" انسپکٹر بولا۔

"اس کام میں کافی دیر لگ جائے گی۔ اس دوران اگر وہ اپنے کمرے سے نکل کر ہوٹل سے باہر نکل جائے تو؟"

"اس کا مطلب ہے۔ ہم اس کو تلاش نہیں کر سکتے۔" انسپکٹر نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"ضرور کر سکتے ہیں۔ ہوٹل سے باہر نکلنے کے کتنے دروازے ہیں؟" محمود نے پوچھا۔

"صرف دو۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ انسپکٹر صاحب آپ ایک گھنٹے کے لیے دونوں دروازے بند کرا دیں۔ اور یہ اعلان کرا دیں کہ ایک خطرناک مجرم کو پکڑنے کے سلسلے میں ایسا کیا گیا ہے۔ کوئی بھی اعتراض نہیں کرے گا۔ اگر کسی کو کوئی بہت ضروری کام ہو تو پہلے ہم سے ملاقات کر لے، پھر چلا جائے۔"

"بہت اچھی ترکیب ہے۔ اس ہوٹل کے انسپکٹر آپ کو ہونا چاہیے۔ نہ کہ مجھے۔"

"شکریہ۔ مجھے ہوٹل کا انسپکٹر لگنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" محمود نے کہا۔

چند منٹ میں انسپکٹر تام نے یہ انتظام بھی کروا دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اب انھوں نے ایک ایک کمرے کے مسافر سے ملاقات شروع کی۔ یہ بہت صبر آزما کام تھا۔ لیکن ان پر اس آدمی تک پہنچنے کا شوق سوار تھا۔ اس لیے یہ کام مشکل نہیں لگ رہا تھا۔ اب بچوں کو پورے ہوٹل میں خطرناک مجرم والی بات سب کو معلوم تھی۔ اس لیے کوئی مسافر بھی اعتراض نہیں کر رہا تھا۔ اور پھر ایک کمرے کا دروازہ کھلتے ہی وہ دھک سے رہ گئے۔ کمرے میں مسٹر تام وٹ اپنی اصلی شکل صورت میں موجود تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی انھوں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنی لگا دی۔

"زندگی میں پہلی بار حد درجے حیرت محسوس کر رہا ہوں۔"
انھوں نے تام وٹ کی آواز سنی۔

"ہمیں معاف کر دیں کہ آپ کو حد درجے حیرت زدہ ہونے کی تکلیف دی۔" محمود بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ تشریف رکھیے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"مسٹر تام وٹ۔ ہم نے آپ کے کمرے میں ایک ہولناک منظر دیکھا تھا۔ آپ اس منظر کی کیا وضاحت کرتے ہیں۔" انسپکٹر قاسم بولا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ آپ نے میرے کمرے کی میز پر ایک انسان کے پیٹ کو چاک دیکھا تھا، پیٹ سے انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔"

"ہاں بالکل۔ اس لاش کا پیٹ چاک تھا اور انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ لیکن آپ ہمارے سامنے کمرے میں تنہا داخل ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ پھر آخر یہ کیا چکر ہے؟"

"چکر بہت سیدھا سادا اور صاف ستھرا ہے۔"

"چکر بھی کبھی سیدھے اور صاف ستھرے ہو سکتے ہیں۔" اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ جب میں وضاحت کروں گا تو آپ فوراً میری بات مان لیں گے۔" اس نے کہا۔

"تو پھر وضاحت کر دیں۔ ہم اس وضاحت کے لیے بہت بے چین ہیں۔"

"بہت بہتر۔ آپ نے اپنے خیال میں واقعی ایک بہت ہولناک منظر دیکھا تھا۔ لیکن دراصل اس میں ہولناکی نام کو بھی نہیں تھی۔ اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ سب کچھ نظروں کا دھوکا تھا۔"

"نظروں کا دھوکا۔ کیا مطلب۔ کیا آپ ہپناٹزم کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ماہر ہیں۔"

"نہیں۔ یہ اور معاملہ ہے۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا۔ آپ بتا کیوں نہیں دیتے۔" انسپکٹر قاسم بے چین تھا۔

"میں دراصل ایک بین الاقوامی مداری ہوں۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

Malik ji

آزمائش

انھوں نے دیکھا، ان کے آٹھ ساتھی چلے آ رہے تھے، شوکی نے انھیں جلدی جلدی گن ڈالا، پھر بولا:

"آپ صرف آٹھ ہیں۔ اور چار ہم۔ بارہ ہو گئے۔ جب کہ ہماری کُل تعداد چودہ ہے۔ دو کہاں رہ گئے؟"

"ہاں! محمود اور اشفاق ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ شاید وہ کہیں پیچھے اُلجھ گئے۔ بہرحال وہ بھی آ جائیں گے۔ پہلے تو تم یہ بتاؤ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

فاروق نے جلدی جلدی تفصیل دہرا دی۔

"اچھا تو پھر ان کے سروں کے نیچے جلنے والی آگ بجھا دو۔"

"جی۔ کیا فرمایا۔ بجھا دیں؟"

"ہاں! بجھا دو۔ ہم اس قسم کی کوئی تکلیف کسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انسان کو نہیں دے سکتے۔ آگ کا عذاب دینا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"اوہ۔ تب تو ہمیں معاف کر دیں۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ یہ کام تم سے لاعلمی میں ہوا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

آگ بجھا دی گئی۔ بچے ہوؤں میں سے ایک نے کہا:

"آپ۔ آپ لوگ بہت نیک ہیں۔"

"نیک تو خیر یہ چاروں بھی بہت ہیں۔ بس راز معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ وہ آلہ کہاں ہے پروفیسر صاحب؟"

"یہ رہا۔ میری جیب میں۔" انھوں نے کہا اور آلہ نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ وہ اس کو دیکھ کر زور سے اچھلے:

"ارے! یہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔" ان میں کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

"بالکل ویسا کیسا؟" فاروق بولا۔

انھوں نے دوسرا آلہ نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ سب نے دیکھا۔ ان میں کوئی فرق نہیں تھا۔

Malik ji

"ہم اپنی اپنی کہانی بعد میں سنائیں گے۔ پہلے ان چاروں سے بات کر لیں۔" انسپکٹر جمشید ان کی طرف بڑھے:

"ہاں بھئی۔ اس آلے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اگر تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو پھر یہ تمھارے پاس کیوں تھا؟"

"یہ ہمارے پاس نہیں تھا۔ گھاس پھوس میں پڑا ملا تھا انھیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ گرا تم میں سے کسی کی جیب سے ہی ہو گا۔ یا پھر۔ یا پھر۔" فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"کیا ہو گیا ہے بھئی؟" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"یا پھر اس مرنے والے کی جیب سے بھی تو گر سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ بالکل یہی بات ہے!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ تم لوگ اس آلے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں انکل؟" فاروق بولا۔

"ٹھیک ہی کر رہا ہوں۔ اب میں تم سے پوچھتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوں۔ اگر ہم تم لوگوں کو چھوڑ دیں تو تم کہاں جاؤ گے؟

"اپنے اپنے گھر۔" ایک نے کہا۔

"کیوں۔ کیا اپنے باس بارڈانی کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم لوگ کیا کچھ کر آئے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں، یہ ضرور بتائیں گے۔" ایک نے فوراً کہا۔

"بہت خوب۔ بس ہمیں یہ بتا دیں کہ مسٹر بارڈانی سے کس طرح ملاقات کرو گے۔"

"ملاقات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم فون کریں گے۔" دوسرے نے کہا۔

"اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم لوگوں کو فون نمبر معلوم نہیں۔ بس وہ نمبر ہمیں بتا دو۔ پھر تم آزاد ہو۔"

"یہ وعدہ جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔" ایک بولا۔

"نہیں۔ ہم جھوٹا وعدہ نہیں کرتے۔"

"ٹھیک ہے۔ ان کا نمبر ۹۳۳۲۱ ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ ان لوگوں کو کھول دیا جائے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

انھیں کھول دیا گیا۔ اور پھر وہ وہاں سے دوڑ پڑے۔

"اب یہ دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ ہمیں خوب بے وقوف بنایا۔"

Malik ji

"کیا مطلب؟"

"میں دراصل انھیں خوش فہمی میں مبتلا کر کے یہاں سے رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اور ایسا میں کر چکا ہوں۔ اب فاروق اور آصف ان کا کامیاب تعاقب کریں گے، اور معلوم کریں گے کہ یہ کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ روانہ ہو جاؤ بھئی اور ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔"

"آپ نے میرا اور آصف کا نام لیا ہے نا۔" فاروق بولا۔

"ہاں! جن کا نام لیا، وہی چلے جائیں۔ باتوں کا وقت نہیں ہے۔" انھوں نے سرد آواز میں کہا۔

دونوں دوڑ پڑے۔

"اب تم لوگ بتاؤ۔ میں نے فاروق اور آصف کو کیوں بھیجا۔ جب کہ گروپ فاروق اور آفتاب کا تھا۔"

"تاکہ آفتاب اپنی کارگزاری سنا سکے۔ اور اخلاق اپنی۔" فرحت نے فوراً کہا۔

"بہت خوب! یہی بات ہے۔ میں نے سوچا، اگر پھر ایک گروپ کو بھیج دیا تو اس گروپ کی کارگزاری نہیں سنی جا سکے گی۔"

"لیکن فاروق اور آصف بے چارے تو سارے حالا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں سُن سکیں گے۔"

"جب وہ لوٹ آئیں گے تو انہیں تفصیل سُنا دی جائے گی۔"

"تو کیا اب ہم لوگ ایک دوسرے کی کارگزاری کی تفصیل سُنیں۔"

"لیکن بھئی ـ ابھی محمود اور اشفاق نہیں لوٹے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"نہ جانے وہ کب لوٹیں۔"

"لیکن ہمیں ان کا انتظار تو کرنا ہی ہو گا۔" خان رحمان نے کہا۔

"تب پھر اسی طرح تو ہمیں فاروق اور آصف کا بھی انتظار کر لینا چاہیے۔"

عین اسی وقت ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا، وہ لرز کر رہ گئے ـ پھر سنبھل کر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"آؤ۔" یہ کہہ کر وہ دوڑ پڑے۔

سب ان کے پیچھے دوڑے ـ بے تحاشا دوڑتے ہوئے وہ ایک جگہ رُک گئے اور پھر انھوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا ـ چار آدمیوں کے پرخچے اُڑ گئے تھے ـ ان کے جسموں کے ٹکڑے اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے ـ فاروق اور

Malik ji

آصف ان سے کافی فاصلے پر بالکل بے ہوش پڑے تھے:

"یہ اس لیے بچ گئے کہ ان سے ابھی کافی فاصلے پر تھے ـ اگر یہ ان کے نزدیک پہنچ گئے ہوتے تو ہمیں ان کے جسموں کے ٹکڑے تلاش کر کے جمع کرنا پڑتے۔" انسپکٹر جمشید بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"لیکن اس دھماکے کا مطلب تو یہ ہے کہ دشمن ہمارے آس پاس ہی کہیں موجود ہے۔"

"ہاں! یا پھر خود انھوں نے اپنے آپ کو بم مار کر ختم کیا ہے۔"

انھوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا، لیکن دُور دُور تک کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آئے، آخر انھوں نے فاروق اور آصف کو اُٹھایا اور مرکز کی طرف چل پڑے، وہ ابھی تک بے ہوش تھے ـ

"ہمیں دشمن کے حملے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔" مرکز میں پہنچ کر خان رحمان بولے۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد فوراً بولے۔

"ان چاروں میں اتنی جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ خود کو بم مار کر ہلاک کر لیں، اگر انھیں ایسا کرنا تھا تو یہ لوگ یہ کام یہاں کرتے، تاکہ ان کے ساتھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہم بھی اُڑ جائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان پر بم کسی اور نے مارا تھا۔ اب وہ ہم پر بھی حملہ کریں گے ۔ لیکن وہ کس رُخ سے اور کب حملہ کرتے ہیں، یہ ہم نہیں کہ سکتے۔ ہاں ! ہم اپنے بچاؤ کی تیاری ضرور کر سکتے ہیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہ رہے ہو خان رحمان۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور یہ تیاری بھی آپ کریں گے انکل۔" فرحت مسکرا کر بولی۔

"میں ضرور کروں گا، لیکن میری مدد سب لوگ کریں گے۔"

اور وہ دفاع کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک گھنٹے بعد آصف نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے آدھ گھنٹے بعد فاروق بھی ہوش میں آ گیا۔ لیکن وہ لیٹے رہے۔ دھماکے نے ان کے اعصاب پر بُرا اثر کیا تھا۔

"ابھی تک محمود اور اشفاق نہیں لوٹے۔ نہ جانے کہاں رہ گئے۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"محمود کی عادت ہے۔ اُلجھ کر رہ جانے کی۔ بس اُلجھ گیا ہو گا کہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

تین گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد وہ دفاع کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ اب اس مرکز میں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک ایک آواز اُبھری :

"نہیں بھئی۔ تم لوگوں کا خیال غلط ہے۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن ہم نے انھیں یہیں دیکھا تھا اور پھر آپ کو اطلاع دی تھی۔" کسی اور نے کہا۔

"تب پھر تم ہی بتاؤ۔ وہ کہاں ہیں؟"

"ہو سکتا ہے۔ انھوں نے ہماری طرف سے حملے کے امکان کو بھانپ لیا ہو اور اِدھر اُدھر چھپ گئے ہوں۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر۔"

تو پھر کے بعد خاموشی چھا گئی۔ چند منٹ خاموشی میں گزرے، پھر کسی نے کہا :

"وہ دیکھیے۔ اِدھر کون آ رہا ہے۔"

"اوہ۔ وہ۔ وہ دو لڑکے ہیں۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ لوگ یُوں ہی اِدھر اُدھر گھومتے پھر رہے ہیں۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔ اب یہ لوگ اور بھی آسانی سے ہماری زد پر آ جائیں گے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"بالکل خاموش رہنا ہے۔ انھیں جھنڈ تک پہنچ جانے دو۔" پہلی آواز سنائی دی۔

ادھر خان رحمان اور ان کے ساتھی پریشان ہو گئے کہ آنے والے کون ہیں ۔ کہیں محمود اور اشفاق تو نہیں ہیں ۔ اگر وہ جھنڈ میں چلے آئے۔ اور حملہ آوروں نے جان لیا کہ وہ ان کے ساتھی ہیں۔ تو سارا دفاعی منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ انھوں نے نظریں اس سمت میں گاڑ دیں ۔ آنے والے ابھی بہت دُور تھے اور کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ کون ہیں۔ آخر وہ نزدیک آ گئے۔ اب انھوں نے ان دونوں کو دیکھا۔ اور اپنی سٹی گم ہوتی محسوس کی۔

○

"آپ کا کہنا ہے کہ آپ ایک مداری ہیں۔ یعنی لوگوں کو حیرت انگیز کرتب دکھا کر پیسے کماتے ہیں۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں عام قسم کا مداری نہیں ہوں۔ مجھے تو بڑے بڑے پروگراموں میں اپنے کمالات دکھانے کا موقع ملا ہے۔" اس نے کہا۔

"لیکن ہم نے جو دیکھا۔ اس کی کیا وضاحت ہے؟"

"آپ نے بھلا کیا دیکھا تھا۔" وہ بولا۔

"یہ کہ ایک شخص کا پیٹ چاک تھا اور وہ آپ کے کمرے کی میز پر مُردہ پڑا تھا۔"

"اور میں کمرے میں کہاں تھا؟" وہ مسکرایا۔

"آپ ہمیں نظر نہیں آئے تھے۔ ہم نے یہی اندازہ لگایا کہ اس شخص کو آپ نے قتل کر دیا ہے۔ اور خود غسل خانے میں جا کر اپنے ہاتھوں وغیرہ پر لگ جانے والے خون کو دھو رہے ہیں ۔ لیکن جب ہم نے دستک دی تو آپ نے دروازہ نہیں کھولا ۔ ہمیں ہوٹل کی چابی سے دروازہ کھولنا پڑا۔ لیکن کمرہ بالکل خالی تھا۔ ہم اور بھی حیران ہوئے ، پھر کافی کوشش کے بعد ہم نے آپ کو تلاش کر ہی لیا ۔ اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ ہم نے دیکھا۔ وہ نظروں کا دھوکا تھا۔ آخر یہ کس طرح ممکن ہے؟"

"اچھا۔ تو پھر میں آپ کو وہی نظارہ ایک بار پھر دکھا دیتا ہوں۔" اس نے کہا۔

اور ان کے سامنے فرش پر لیٹ گیا۔ پیٹ پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

سے پکڑا اٹھا دیا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پیٹ کے درمیان میں رکھ کر دائیں بائیں زور لگایا۔ فوراً انھوں نے دیکھا۔ اس کی آنتیں باہر نکل آئیں اور وہ لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ساتھ ہی اس نے قہقہہ لگایا۔

"دیکھ لیں۔ بالکل وہی نظارہ ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بالکل وہی نظارہ ہے، لیکن یہ کیا ماجرا ہے؟"

"یہ آنتیں مصنوعی ہیں۔ جلد کے رنگ کے پلاسٹک بیگ میں انھیں بند کر کے پیٹ کے ساتھ چپکا دیا جاتا ہے، پلاسٹک بیگ درمیان میں سے کھل بھی سکتا ہے اور بند بھی ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھیے۔"

یہ کہ کر اس نے آنتیں سمیٹیں اور بیگ کے کھلے سروں کو آپس میں ملا دیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"معاف کیجیے گا مسٹر تام ہوٹ۔ آپ تو واقعی بہت کام کے آدمی ہیں اور ضرور اپنے فن کے ذریعے بہت دولت کماتے ہوں گے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"آپ۔ آپ یہ کام مجھے نہیں سکھا سکتے؟" انسپکٹر کامران بولا۔ محمود اور اشفاق نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

پھر منہ بنا کر اس کے کمرے سے نکل آئے۔ ان کے پیچھے مسافر لڑکی باہر آ گئی۔ اسے اس کے کمرے تک پہنچا کر وہ ہوٹل سے نکل آئے۔

"اب ہمیں مرکز پہنچنے کی فکر کرنی چاہیے۔" اشفاق بولا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

پھر ایک ٹیکسی میں مرکز کی طرف روانہ ہوئے۔ اچانک محمود زور سے چونکا۔

"بھئی اشفاق۔ ہم ایک بات بھول گئے۔"

"اور وہ کیا؟" اشفاق جلدی سے بولا۔

"اگر مسٹر تام ہوٹ صرف ایک مداری ہے۔ تو ہوٹل بہار میں اس کے پاس دو کمرے کیوں ہیں۔ اور دوسرا کمرہ اس کے لیے کس نے بک کروایا؟"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ یہ تو بہت اہم معاملہ ہے۔"

"اور اس کا مطلب ہے۔ تام ہوٹ ضرور کسی گڑبڑ چکر میں ہے۔ ہم نے غلطی کی۔ جو اس کے کرتب کے چکر میں پڑ گئے اور اس کی نگرانی کا خیال دل سے نکل گیا۔ بلکہ اب تو میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس نے یہ کرتب جان بوجھ کر شروع کیا تھا۔ اس لیے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اندازہ لگا لیا تھا کہ اب ہم چھپ کر اس کی نگرانی کریں گے۔ یا پھر اس نے کمرے سے باہر ہونے والی باتیں سن لی ہوں گی اور یہ چال چلی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ کیا وہ ہمیں پہچانتا تھا اور یہ سارا چکر اس نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے کیا تھا؟"

"ہم اب بھی اس کو چیک کر سکتے ہیں۔ ابھی تو ہم اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔" اشفاق جلدی سے بولا۔

"ہوں ٹھیک ہے۔ آؤ۔ واپس چلیں۔" محمود نے کہا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کی طرف مڑا۔

"ڈرائیور صاحب۔ ہم جس جگہ سے بیٹھے تھے۔ ہمیں واپس وہیں لے چلیے۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا اور ٹیکسی موڑ دی۔

آخر دونوں پھر ہوٹل پہنچ گئے۔ وہ سیدھے اوپر پہنچے، قاسم لوٹ اپنے پہلے کمرے میں نظر نہیں آیا۔ وہ دوسرے کمرے تک پہنچے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اور فرش پر انسپکٹر قاسم بے ہوش پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد انسپکٹر قاسم ہوش میں آ گیا۔ انہیں دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"وہ مجھے بھی دھوکا دے گیا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ وہ فرار ہو گیا۔" محمود بڑبڑایا۔

"ہاں: مجھے بے ہوش کرنے کے بعد وہ یہاں کیسے رک سکتا تھا۔" اس نے کہا۔

"اور اس نے آپ کو بے ہوش کس طرح کیا؟"

"شاگرد بنانے کے چکر میں۔ اس نے کہا تھا۔ کہ پہلے میں اس کی آزمائش پر پورا اتروں۔ پھر وہ غور کرے گا کہ مجھے شاگرد بنا سکتا ہے یا نہیں۔"

"ہوں: پھر اس نے آپ کی آزمائش کس طرح کی؟"

"ایک رومال سنگھا کر۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں وہ رومال سونگھ کر بے ہوش نہ ہو گیا تو وہ مجھے اپنا باقاعدہ شاگرد بنا لے گا۔"

"ہم سمجھ گئے۔ اچھا جناب۔ اب ہم چلتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

وہ انسپکٹر قاسم سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے۔ اب ہوٹل میں رک کر کیا کرتے۔

"اب ہم مرکز کا رخ کیے لیتے ہیں۔ یہی مناسب ہے۔"

"ہاں۔ لیکن۔ میں جھجک محسوس کر رہا ہوں۔" اشفاق ہکلایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آؤ۔ ہوٹل بہار سے ہی کھانا کھاتے ہیں۔"

"نہیں۔ اب کسی اور ہوٹل سے کھانا کھائیں گے۔" اشفاق نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

دونوں ایک شاندار ہوٹل میں داخل ہوئے۔ انھوں نے شاندار قسم کے کھانے کا آرڈر دیا اور ڈٹ کر کھایا۔ پھر محمود نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دھک سے رہ گیا۔

محمود کی جیب میں بٹوہ نہیں تھا۔ اور شاید ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد بٹوے کو جیب میں ڈالتے ہوئے نیچے گرا بیٹھا تھا۔

"یار اشفاق۔ آج بل تم ادا کر دو۔ میرا بٹوہ کہیں گر گیا ہے۔"

"مرکز سے چلتے وقت سفر خرچ آپ کو ملا تھا، مجھے نہیں۔ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

"اب صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اور وہ کیا؟" اشفاق جلدی سے بولا۔

"یہ کہ ہم ہوٹل کے کسی گاہک کی جیب پر ہاتھ صاف کر دیں۔"

"ارے باپ رے۔ چ چ۔ چوری۔" اشفاق گھبرا گیا۔

Malik ji

"مجبوری ہے۔ کیا کیا جائے۔ اس وقت ہم اپنے ملک میں نہیں ہیں۔"

"لیکن۔ یہ تو بہت غلط بات ہو جائے گی۔"

"کوئی نہیں ہو گی۔ تم سیدھے اس لمبے آدمی کے پاس جاؤ اور اس کا بٹوہ جیب سے نکال لاؤ۔"

"وہ۔ وہ بھلا مجھے کیوں نکالنے دے گا۔" اشفاق نے گھبرا کر کہا۔

"بہت شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لمبے آدمی شریف ہی ہوتے ہیں۔"

"ہاں، یہ تو خیر ٹھیک ہے۔ میں بھی شریف ہوں۔" اشفاق نے شرما کر کہا۔

"تو پھر جاؤ نا۔ جاتے کیوں نہیں۔"

"یہ۔ یہ کام آپ کیوں نہیں کر لیتے۔"

"دیکھو بھائی اشفاق۔ بھوک تمھیں لگی ہوئی تھی۔ یہ کام بھی تم کرو گے۔"

"اچھ۔ چھا۔ لیکن اگر میں پکڑا گیا تو مجھے الزام نہ دیجیے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں الزام دینے میں بہت کنجوس ہوں۔" محمود مسکرایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اشفاق اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی۔ اشفاق اس کی طرف بڑھتے ہوئے بہت خوف محسوس کر رہا تھا۔ ادھر محمود کی نظریں اشفاق پر جمی تھیں اور وہ محسوس کر رہا تھا، اس نے اسے بھیج کر غلطی کی تھی۔ یہ کام اسے خود کرنا چاہیے تھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اشفاق بہت خوب صورتی سے لڑکھڑا کر اس سے ٹکرایا تھا۔ بجلی کی سُرعت سے اس کا بٹوہ اشفاق کی جیب میں چلا گیا۔ وہ چند قدم آگے بڑھ گیا اور پھر اپنی میز کی طرف پلٹ پڑا۔ اس کے کرسی پر بیٹھتے ہی محمود نے کہا:

"بہت خوب۔ تم نے کمال کر دیا اشفاق۔ میں تمھیں اتنا ماہر چور نہیں سمجھتا تھا۔"

"اور اچھا ہی کرتے تھے۔ اب ہمیں بل ادا کر کے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ورنہ یہ لمبا آدمی فوراً مجھ پر شک کرے گا۔"

"ہاں! یہ بات تو ٹھیک ہے۔" محمود نے کہا اور بیرے کو اشارہ کیا۔ بیرا ان کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ہال میں ایک آواز گونجی:

"حاضرین۔ میں لوگوں کو کمالات دکھا کر روزی کماتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ایک حیرت انگیز کمال آپ لوگوں کو بھی دکھا دوں۔ آپ نے اتنا حیرت انگیز کمال پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ادھر ان دونوں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، کیوں کہ یہ آواز تام روٹ کی تھی۔ اور پھر انھوں نے اسے دیکھ بھی لیا۔ وہ ان سے کافی فاصلے پر بیٹھا تھا۔ اسی وقت بیرا ان کے قریب آ گیا۔

"بل لے آؤ بھئی۔ لیکن ذرا جلدی۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا اور چلا گیا۔

"ضرور، ضرور۔" بے تحاشہ آوازیں اُبھریں۔

"یہ جو سامنے ایک صاحب بیٹھے ہیں۔ میں ان کی جیب سے بٹوہ اس طرح نکال سکتا ہوں کہ خود انھیں کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔ کیا خیال ہے۔ یہ کمال دکھایا جائے؟"

"ضرور کیوں نہیں۔" لوگ بولے۔

"نہیں جناب۔ آپ اسی طرح بیٹھے رہیے۔ جیب کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرف اشارہ کر دیجیے — میں یہیں بیٹھے بیٹھے آپ کی جیب سے نکال لوں گا۔"

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو گا — آپ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہو گا — فکر نہ کریں۔"

اس نے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانا شروع کیا۔ اور پھر قریباً دو منٹ بعد اس نے اپنا ہاتھ فضا میں زور سے ہلایا۔ فوراً ہی اس نے کہا:

"نکل گیا — بٹوہ اس کی جیب سے نکل گیا۔"

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"کیوں، ہو کیوں نہیں سکتا؟" تام لوٹ نے کہا۔

"ہم آپ کے ہاتھ میں وہ بٹوہ نہیں دیکھ رہے۔"

"وہ میں نے ہوٹل کے ہال میں ہی کسی دوسرے کی جیب میں ڈال دیا ہے۔" تام لوٹ نے شوخ آواز میں کہا۔

ادھر محمود اور اشفاق کا حال پتلا تھا۔

"اوہ — اوہ" لوگ چلائے۔

"ارے — جناب — بٹوہ آپ کی جیب میں ہے — نکالیے بٹوہ۔"

Malik ji

اشفاق گھبرا گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر چند سیکنڈ بعد نکال لیا۔ ہاتھ میں بٹوہ موجود تھا۔

"ارے — یہ کیا — یہ تو واقعی میرا بٹوہ ہے۔" لمبا آدمی چلایا۔

"یہی میرا کمال ہے — اگر آپ لوگوں کو پسند آیا ہو تو انعام دے سکتے ہیں — ورنہ نہیں۔"

لوگ جلدی جلدی اٹھنے لگے اور تام لوٹ کی میز پر نوٹوں کا ڈھیر لگ گیا۔ ادھر بیرا ان کے سر پر آ کھڑا ہوا۔ اب وہ اس بٹوے میں سے تو اسے کچھ دے نہیں سکتے تھے — لہٰذا اشفاق نے بٹوہ لمبے آدمی کی طرف اچھال دیا۔ اور جیب سے کچھ نوٹ نکال کر بیرے کی پلیٹ میں ڈال دیے — بیرے نے شکریہ ادا کیا اور وہ اٹھ گئے۔

باہر نکلتے ہی انھوں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اور ہوٹل سے دور جا کھڑے ہوئے، لیکن دروازہ انھیں نظر آ رہا تھا۔

"اشفاق! تمھاری جیب سے رقم کیسے نکل آئی؟" محمود نے پوچھا۔

"میں نے تام لوٹ کا پروگرام جاتے ہی جیب میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہاتھ ڈال کر کچھ نوٹ اندر ہی اندر بٹوے سے نکال لیے تھے۔"

"بھئی واہ۔ یہ ہوئی نا بات۔" محمود خوش ہو گیا۔

"لیکن اب ہم اس وقت مرکز کی طرف نہیں جا سکیں گے۔ پہلے ٹام نوٹ کو چیک کر لیں۔ اب وہ ہماری نظروں میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ ٹام نوٹ کا انتظار کرتے رہے۔ آخر وہ باہر نکل آیا۔ اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ وہ پہلے ہی سے ایک ٹیکسی پکڑ چکے تھے۔ تعاقب شروع ہو گیا۔ اور قریب نصف گھنٹے تک جاری رہا۔ آخر اگلی ٹیکسی ایک مکان کے سامنے رک گئی۔ ٹام نوٹ اتر کر اس مکان میں داخل ہو گیا۔ وہ بھی ٹیکسی سے اتر آئے۔

"اب کیا کریں؟" اشفاق بولا۔

"اللہ دے اور بندہ لے۔ ہم بھی مکان میں داخل ہوں گے۔"

دونوں آگے بڑھے اور مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ محمود نے پرسکون انداز میں دستک دی۔ ایک منٹ بعد ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھول دیا۔

"مسٹر ٹام نوٹ ہیں؟"

"جی۔ مسٹر ٹام نوٹ۔ یہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"شاید نام کے سلسلے میں کوئی غلط فہمی ہو گئی۔ وہ ایک لمبے قد کے آدمی ہیں۔ سانولے رنگ کے۔"

"او اچھا۔ آپ لوگ منصور مرزا کی بات کر رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہمیں تو انھوں نے اپنا نام ٹام نوٹ ہی بتایا تھا۔"

"وہ اوٹ پٹانگ قسم کے نام رکھتا رہتا ہے۔ خیر آپ لوگ آئیے۔ میں بلوا دیتا ہوں۔"

وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اور پھر ڈرائنگ روم میں ٹام نوٹ داخل ہوا۔ انھیں دیکھ کر مسکرایا:

"اب یہاں کس لیے آئے ہو۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں کس طرح پیسے کماتا ہوں۔"

"آپ کا طریقہ کار تو خیر ہم جان گئے۔ ایسا کھیل تو ہر کوئی دکھا سکتا ہے۔"

"کیا مطلب۔ ہر کوئی کس طرح دکھا سکتا ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ نے صرف موقعے سے فائدہ اٹھایا۔ کیوں کہ ہم نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ساتھی کو بٹوہ نکالتے دیکھ لیا تھا، لیکن اگر میرا ساتھی ایسا نہ کرتا تو اس صورت میں بھی ایسا کمال دکھایا جا سکتا ہے۔"

"وہ — وہ کیسے؟" تمام لوٹ نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کے لیے صرف دو ساتھیوں کی ضرورت ہے — نہ بٹوہ اڑانے، نہ کوئی خطرہ مول لینے کی۔ آپ کے ایک ساتھی کی جیب میں ایک بٹوہ ہو گا — دوسرے کی جیب خالی — آپ خالی جیب والے کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ میں آپ کی جیب سے بٹوہ نکال کر کسی گاہک کی جیب میں منتقل کر دیتا ہوں — جب کہ بٹوہ پہلے ہی اس آدمی کی جیب میں ہوتا ہے — اور اس طرح آپ کافی دولت کما لیتے ہیں — ہوٹل بہار میں بھی آپ کے ساتھی موجود ہوں گے — کیوں ٹھیک ہے نا۔"

تمام لوٹ ساکت رہ گیا — آخر اس نے کہا:

"ہاں! یہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"بہت بہت شکریہ کہ آپ نے تسلیم کر لیا۔"

"لیکن آپ لوگ میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں — ہوٹل بہار سے بھی مجھے آپ لوگوں کی وجہ سے نکلنا پڑا۔"

"وہ — وہ ایک مجبوری ہے۔" محمود بولا۔

"کیسی مجبوری؟"

"آپ جاپانی ہیں۔"

وہ ایک لمحے کے لیے پھر ساکت رہ گیا — آخر اس نے کہا:

"اچھا تو پھر؟"

"جاپانی دھڑا دھڑ اس شہر میں کیوں جمع ہو رہے ہیں۔"

"پپ — پتا نہیں — حکم یہی ملا ہے۔"

"یہ حکم دینے والا کون ہے؟"

"یہ حکم مرزا ناصر کا تھا۔" اس نے کہا۔

"اس کے علاوہ آپ ہمیں کیا بتا سکتے ہیں؟"

"اور کچھ نہیں — میں اپنے ملک میں بھی ایک مداری ہوں — یہاں بھی میں نے مداریوں کا کام شروع کر رکھا ہے، میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں — جب بھی یہاں آتا ہوں، مداریوں کا کام ضرور کرتا ہوں — بس اور کوئی بات نہیں۔"

انھوں نے سوچا — وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہے — تمام جاپانیوں کو راز تو نہیں بتایا جا سکتا تھا — یہ بھی ان میں سے ایک تھا — یہ سوچتے ہی محمود نے کہا:

"اچھا جناب — ہمیں اجازت دیجیے — ہم نے آپ کو پریشان کیا — آؤ بھئی چلیں۔"

دونوں اٹھ کھڑے ہوئے — تمام لوٹ انھیں چھوڑنے

Malik.ji www.iqbalkalmati.blogspot.com

دروازے تک آیا۔

"یہ مکان آپ کا ہے؟" محمود نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ یہ میرے دوست کا ہے۔"

جونہی وہ دروازے سے باہر نکلے۔ تمام لوٹ نے دروازہ بند کر دیا اور فون کی طرف لپکا۔

ادھر محمود اور اشفاق نے ایک ٹیکسی لی اور مرکز کی طرف روانہ ہو گئے۔ مرکز سے کچھ فاصلے پر وہ ٹیکسی سے اُترے۔ اور آگے بڑھنے لگے۔ اچانک محمود ٹھٹک گیا :

"خیر تو ہے؟" اشفاق چونکا۔

"ہم۔ ہیں۔ خطرے کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

تیسرا حصہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیر پر آگیا تو یہی آسماں زمیں

اقبالؒ

سمندر پر شک

"خان رحمان—اب کیا کریں—اگر یہ دونوں ان کی زد پر آگئے تو حملہ آور ان کے ذریعے ہمیں سامنے آنے پر مجبور کر دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"جمشید—تم محمود کو کوئی خفیہ اشارہ دے دو۔"

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر منہ سے ایک خاص آواز نکالی—دوسرے ہی لمحے انھوں نے محمود اور اشفاق کو بیٹھتے دیکھا۔

"ارے—یہ دونوں بیٹھ کیوں گئے۔" دشمنوں میں سے کسی نے کہا—ان لوگوں کو بھی دشمن نظر نہیں آ رہے تھے، تاہم آوازوں کی مدد سے وہ اندازہ ضرور لگا سکتے تھے—کہ وہ کس جگہ موجود ہیں۔

"وہ صرف بیٹھ ہی نہیں گئے—اب نظر بھی نہیں آ رہے ہیں—اس کا مطلب ہے—لیٹ گئے ہیں۔"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ٹھیک ہے۔ تم میں سے دو ان کی طرف جائیں۔ اور انھیں قابو کر کے لے آئیں!"

"او کے سر۔" کہا گیا۔

انھوں نے اپنے مورچے میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جیسے کہ رہے ہوں۔ اب کیا کریں۔ لیکن وہ انتظار کرنے کے سوا کر ہی کیا سکتے تھے۔

پھر پانچ منٹ گزر گئے۔

"کہاں رہ گئے تم۔ ان دونوں کو قابو میں کیا یا نہیں اب تک۔" حملہ آوروں کے انچارج کی آواز گونجی، لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب سنائی نہ دیا۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے۔ دوسروں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ کے پھول کھل گئے۔

"اس طرح کام نہیں چلے گا۔ تم میں سے چار جائیں۔" انچارج غرایا۔

"او کے سر۔"

چار آدمیوں کو محمود اور اشفاق کی طرف گئے پانچ منٹ گزر گئے۔ نہ تو ادھر سے کوئی آواز آئی۔ نہ حملہ آوروں کو کوئی جواب ملا۔

"اب تم چاروں کہاں مر گئے جا کر۔" انچارج کی جھنجھلائی ہوئی آواز گونجی۔ لیکن جواب نہ ملا۔

"یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کہیں ان لوگوں کو گھیرتے گھیرتے خود ہم تو نہیں گھر گئے۔ اوہ۔ تت۔ تو کیا یہ لوگ جھنڈ سے نکل کر ادھر ادھر پھیل چکے ہیں۔ اور اب یہ نہیں۔ ہم ان کے گھیرے میں ہیں۔" انچارج کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ضرور یہی بات ہے۔" کوئی بولا۔

"تب پھر ہمیں اب اس جھنڈ کو اپنا مورچہ بنا لینا چاہیے۔ ورنہ وہ ایک ایک کر کے ہمیں ختم کر دیں گے۔"

دوسرے ہی لمحے انھوں نے حملہ آوروں کو چاروں طرف سے جھنڈ کی طرف آتے دیکھا۔ اب وہ ان کی زد پر تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فائرنگ شروع کر دی۔ وہ تڑا تڑ گرتے چلے گئے۔ صرف چند سیکنڈ میں میدان ان کے ہاتھ تھا۔

"محمود۔ تم خیریت سے تو ہو۔" خان رحمان بے چین ہو کر بلند آواز میں بولے۔

"ہاں انکل۔ فکر نہ کریں۔ ہم دونوں بالکل خیریت سے ہیں۔"

"اور ان چھ کا کیا بنا؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"پیچھے کے پیچھے۔ بے ہوش پڑے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" ان میں سے کسی ایک کے منہ سے نکلا۔

"وہ اس طرح کہ ہم جس جگہ چھپے ہوئے ہیں۔ اس جگہ بہت سے نوکیلے پتھر موجود ہیں۔ بس ہم نے چھپے پتھر ان کی طرف اچھالے تھے۔ اور کچھ بھی نہیں کیا۔"

"لیکن کیسے۔ پہلی مرتبہ تو خیر تم دو پتھر پھینک سکتے تھے۔ لیکن دوسری مرتبہ چار آدمی تمہاری طرف بڑھ رہے تھے۔" فاروق نے اعتراض کیا۔

"تو ہمارے بھی چار ہاتھ ہیں۔ دو نہیں۔" محمود مسکرایا۔

"اور دونوں ہاتھوں سے اچھالے گئے پتھر بھی نشانے پر لگے۔"

"ہاں! اس بات پر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ اشفاق کا نشانہ بھی بہت اچھا ہے۔"

"خیر۔ اب ان لوگوں کو اٹھا کر مرکز میں لے آؤ، اگر یہ کچھ بتا سکے تو ٹھیک۔ ورنہ ان کو بھی گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"گولی کا نشانہ بنانے سے پہلے ان لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوہ ہاں! واقعی۔"

جلد ہی وہ ہوش میں آ گئے۔ لیکن پوچھ گچھ کے بعد انھوں نے اندازہ لگایا کہ انھیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

پھر انسپکٹر جمشید بولے:

"تم لوگ مرتد ہو۔ ہم تم لوگوں کا کام تمام کرنا چاہتے ہیں، لیکن اگر تم اسلام قبول کر لو۔ تو ہم تم لوگوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ تم لوگوں کو اس بات پر ایمان لانا ہو گا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔"

وہ سوچ میں ڈوب گئے، پھر ایک نے کہا:

"نہیں۔ مرزا جابانی نبی تھا۔ ہم اس کی نبوت سے انکار نہیں کر سکتے۔"

"اس صورت میں تم لوگوں کو مرنا ہو گا، کیونکہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے۔"

"کوئی پروا نہیں۔" وہ بولے۔

اب انھیں گولی سے اڑانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ انھوں نے ان کے سروں میں گولیاں اتار دیں، ان کے لاشے تھوڑی دیر تڑپے اور پھر ساکت ہو گئے۔

"حیرت ہے۔ آدمی جھوٹ پر بھی ڈٹ سکتا ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ہاں! شیطان کا یہی تو کام ہے کہ لوگوں کو جھوٹ پر بھی کٹنے مرنے پر تیار کر دیتا ہے۔ اسلامی جنگوں پر غور کرو۔ ابوجہل جیسے لوگ قتل ہو گئے۔ اور تھے غلطی پر۔ صاف ظاہر ہے۔ شیطان انھیں آخر وقت تک یہی بتاتا رہا کہ تم غلطی پر نہیں ہو۔"

"ہوں۔ یہ تو ہوا۔ اب پہلے ان لاشوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہماری مجلس جمے گی۔ تمام گروپوں کی کارگزاری پر غور کر کے کوئی نتیجہ نکالنے کی کوشش کی جائے گی۔" انسپکٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

"بالکل ٹھیک۔"

لاشوں کو ایک کھائی میں پھینک دیا گیا۔ اب ان سب نے اپنی اپنی کارگزاری سنائی۔ غور سے پوری تفصیل سنی گئی۔ آخر خاموشی چھا گئی۔ جب خاموشی کو پورا ایک منٹ گزر گیا تو فاروق حیران ہو کر بولا۔

"کمال ہے۔ ہم نے پورا ایک منٹ خاموشی سے گزار دیا۔"

"تب تو یہ کارنامہ تمھاری زبان سے لکھا جائے گا۔"

"صرف میری نہیں۔ آفتاب اور مکھن کی زبانوں کا بھی۔"

"پہلے ہم تجزیے پر غور کریں گے، پھر کوئی فیصلہ کریں

ہے اور اس وقت اگر فرحت کے کچھ لمحات میسر آ گئے تو تم لوگوں کو باتوں سے پیٹ بھرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"باتوں سے بھی بھلا کبھی پیٹ بھرا ہے۔" مکھن بول پڑا۔

"تو پھر اپنی روح بھر لینا۔" فرزاد نے منہ بنایا۔

"روح بھی نہیں بھرے گی۔ کیوں کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔" فرحت نے فوراً کہا۔

"آپ۔ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔ میں سمجھا نہیں۔" مکھن نے پریشان ہو کر کہا۔

"کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔" آصف گنگنایا۔

"ہماری روحیں بہت پاک صاف ہیں۔ اور فرشتوں کے بارے میں تو ہم کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتے۔" مکھن نے برا سا منہ بنایا۔

"بھئی جمشید۔ ان لوگوں نے تو تمھاری باتوں پر کان نہیں دھرا۔" خان رحمان ہنسے۔

"کان ہوں تو دھریں نا۔" انسپکٹر جمشید جھلا کر بولے۔

"انکل۔ آپ اپنی کانیں ہمیں دے دیں۔" فرزاد مسکرائی۔

"یہ سونے کی کانوں کی بات نہیں ہو رہی۔" خان

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

رحمان گھبرا گئے۔

"نہیں جمشید۔ اب تم ان کے آگے بند نہیں باندھ سکتے۔"
پروفیسر داؤد نے نفی میں سر ہلایا۔

"خیر پروفیسر صاحب۔ ایسی بات بھی نہیں۔ بند تو میں ایک سیکنڈ میں باندھ سکتا ہوں۔" وہ بولے۔

"اس کا مطلب تو یہ ہے انکل۔ آپ بند باندھنے میں بہت ماہر ہیں۔" شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"نہ جانے کیوں۔ مجھے ایک بہت بڑی کمی کا احساس ہو رہا ہے۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"کس کمی کا۔ جلدی بتاؤ۔"

"انکل منور علی خان۔" اس نے فوراً کہا۔

"انکل منور علی خان۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔

"واقعی۔ ان کا خیال ہمیں بہت دیر بعد آیا۔"

"وہ اس وقت تو نہ جانے کس جنگل میں ہوں گے۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آہ بھری۔ فرحت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ہائیں فرحت۔ تم تو رونے لگیں۔"

"اب۔ یہ یاد آ گئے۔" وہ بولی۔

"دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔ اس مہم میں وہ ہمارے ساتھ نہیں تو کیا ہوا۔ آئندہ سہی۔"

"ہاں! ہم نتیجہ نکال رہے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے موقع پا کر کہا۔

"میں عرض کرتا ہوں۔ تمام گروپوں کی کارگزاری کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے پاس دو سیاہ مکون نما آلے ہیں۔ جن کے بارے میں پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ وہ ریموٹ کنٹرول آلے ہیں۔ لیکن یہ کس چیز کو کنٹرول کرتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم۔ دوسری چیز ہوٹل نظارہ میں مرزا ناصر کی جگہ بارٹانی کام کر رہا تھا۔ ہوٹل میں ایک کنٹرول روم تھا۔ اس کے ذریعے وہ اپنے کام کرنے والوں کو کنٹرول کرتے رہے ہیں۔ اب بارٹانی مر چکا ہے۔ ایک جاپانی نام لوٹ ہے۔ اسے کوئی اہمیت حاصل ہے یا نہیں۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ آسمان سے گرتی ہوئی ایک چیز دیکھی۔ نیچے گرنے پر وہ سنگ مرمر کا ایک بت ثابت ہوئی۔ لیکن عجیب ترین بات یہ کہ جس جگہ بت گرا تھا۔ اس جگہ کوئی گڑھا نہیں پڑا۔ نہ کوئی نشان بنا۔ گویا وہ بت روئی کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

تھا۔ لیکن وہ سنگِ مرمر کا تھا اور اس کو دو آدمیوں نے مل کر اٹھایا تھا۔ اس مجسمے کے بارے میں ہم یعقوب بابا کے ذریعے رصدگاہ سے رپورٹ لے سکتے ہیں۔ یہ لوگ۔ یعنی ہمارے دشمن ہمیں ہر حال میں ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور سب سے آخری چیز ہے۔ سمندر میں لانچ۔ لانچ پر موجود جاپانی۔ لیکن۔ پھر لانچ تو سمندر میں موجود ملی۔ جاپانی اس پر نہیں تھے۔ یہ بات قدرے عجیب ہے۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

"قدرے کیوں کیوں۔ بہت عجیب کیوں نہیں۔" محمود بولا۔

"قدرے اس لیے کہ شاید اس لانچ پر غوطہ خوری کے لباس موجود رہے ہوں اور وہ ان کو پہن کر سمندر میں اتر گئے ہوں۔ لیکن اگر لانچ پر غوطہ خوری کے لباس نہیں تھے تو پھر یہ بہت عجیب بات ہے۔ وہ لوگ کہاں گئے۔"

"میرا جی چاہتا ہے۔ سارا کام چھوڑ کر سمندر میں ہم اس جگہ چلیں۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"لیکن افسوس۔ ہم اب اس جگہ تک کس طرح جا سکتے ہیں۔" فرحت نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ جانے کو کیا ہے۔ کیوں نہیں جا سکتے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب فاروق اور آفتاب ہمیں وہاں تک کس طرح لے جا سکتے ہیں۔"

"اوہ ہاں واقعی۔ یہ تو ناممکن سی بات ہے۔" شوکی نے فوراً کہا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ ناممکن سی بات نہیں ہے۔" فاروق نے برا مان کر کہا۔

"ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے۔" آفتاب بول اٹھا۔

"کیا خیال ہے۔ یہ بھی تو بتاؤ نا۔" فرحت نے جل کر کہا۔

"زیادہ جلنے بھننے کی کوشش نہ کرو۔ ابھی ہمیں بہت کام کرنا ہے۔" آصف نے اسے گھورا۔

"تم اپنی فکر کرو۔" فرحت نے تڑ سے کہا۔

"بس بھئی۔ ابھی یہ باتیں نہیں۔ ہاں فاروق تم نے کیا کہا ہے۔ یہ بات ناممکن سی نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔

"بالکل میں نے یہی کہا تھا۔"

"آخر کیسے۔ سمندر میں کوئی کشتیوں کے نشانات تو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

گئے ہوتے نہیں" مکھن بولا۔

" بات دراصل یہ ہے مکھن سر تم عقل سے بالکل پیدل ہو۔"

" اوہ — اچھا — مجھے نہیں معلوم تھا" مکھن گھبرا گیا۔

" پھر وہی — میں نے کہا ہے — پہلے کام کی بات" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

" میں عرض کرتا ہوں — ہم ساحل سے اس جگہ تک تیر کر گئے تھے — اس وقت تو خیر ہمیں نہیں معلوم تھا کہ کہاں تک جانا ہے — لیکن واپسی پر ہمیں معلوم تھا کہ کہاں تک جانا ہے — اس لیے جب ہم نے تیرنا شروع کیا تو گھڑی پر وقت دیکھ لیا تھا"

" ارے!" ان کے منہ سے نکلا۔

" یہ ہوئی نا بات" خان رحمان چہکے۔

" واقعی — ماننا پڑتا ہے" پروفیسر داؤد بولے۔

" گویا تم اتنا ہی وقت تیر کر یہ کھوج لگا رہے ہو وہ جگہ" انسپکٹر جمشید سوچ کے انداز میں بولے۔

" جی ہاں! بالکل"

" میرا خیال ہے — یہ تجربہ کر ہی لینا چاہیے"

" اس — اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمیں تیر کر جانا ہو

گا اور آپ لانچ وغیرہ پر جائیں گے" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

" نصیب اپنا اپنا" فرحت شوخ انداز میں بولی۔

" لیکن انکل — یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے" شوکی نے کچھ سوچ کر کہا۔

" میری بات میں اور تمہیں اعتراض نظر آ گئے — یہ کیسے ہو سکتا ہے" فاروق نے اسے گھورا۔

" یہ بات نہیں — کوئی اور یہ بات کرتا تو بھی میں یہی کہتا" شوکی نے جلدی سے کہا۔

" اچھا خیر — تم بھی اپنا اعتراض پیش کرو"

" ہوا کے رخ کا کیا کریں گے — جس وقت یہ لوٹے تھے — ہوا ان کے مخالف تھی یا موافق"

" موافق" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

" اگر اب مخالف ہوئی تو کیا کریں گے" شوکی بولا۔

" یہ بھی کچھ مشکل نہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" جی — کیا فرمایا — کچھ مشکل نہیں — لیکن کیسے" شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

" بھئی ہم ان کی رفتار دونوں طرف سے نوٹ کر لیں گے — اور اس کا فرق دیکھ لیں گے — اس کے مطابق

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان سے تیرو ا لیا جائے گا۔"

"بھئی واہ — یہ تو ریاضی کا سوال بن گیا۔" آصف نے کہا۔

"ہاں، اب سوال یہ ہے کہ کب چلا جائے؟"

"ابھی اور اسی وقت۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

اسی وقت ان کے سروں پر سے لڑاکا طیارے گھن گرج کے ساتھ گزر گئے۔

"نہ جانے بیگال کیا کر کے رہے گا۔"

"اگر انشام کی حکومت جاپانیوں کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھاتی تو بیگال اس پر حملہ نہ کرتا۔"

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے — کہ اب ان کے حملے میں تیزی آتی جا رہی ہے۔" فرحت بڑبڑائی۔

آخر وہ ساحل کی طرف روانہ ہوئے، لیکن ساحل سے بہت پہلے انہیں ملٹری کے جوانوں نے روک لیا:

"آپ لوگ آگے نہیں جا سکتے۔"

"کیوں جناب — آگے کیا ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے سمندر میں بھی لڑائی چھڑ چکی ہے — اور اب بیگال سے تینوں محاذوں پر لڑائی ہو رہی ہے — بری، فضائی اور بحری۔"

"اوہ! لیکن ہمارا تو ساحل پر پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

"ناممکن — آپ لوگ ساحل کی طرف نہیں جا سکتے — وہاں تو اب آگ برس رہی ہے۔"

"ہوں — اچھا خیر۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پیچھے ہٹ آئے۔

"یہ کیا ہوا — اس طرح تو ہمارا پروگرام دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔" آصف نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں — ہم جنگ کے رکنے کا انتظار کریں گے۔" پروفیسر صاحب بولے۔

"نہیں پروفیسر صاحب — یہ نہیں ہو سکتا — ہمیں سمندر میں جانا ہے — ہر حال میں جانا ہے۔"

"ہاں — لیکن کیسے — کوئی راستہ؟"

"یعقوب پا!"

"یعقوب پا انسان ہیں، راستہ نہیں۔" خان رحمان چہکے۔

وہ شہری حدود میں آئے — اور یعقوب پا کو فون کیا:

"ہم ساحل پر جانا چاہتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ساحل پر تو اس وقت موت کا پہرہ ہے۔"

"ہمیں دراصل ساحل سے آگے سمندر میں جانا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کوئی صورت نہیں۔"

"کیوں۔ کیا ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھی ہم سمندر میں نہیں اتر سکتے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس میں بھی انتہائی درجے کا خطرہ ہے۔ ہیلی کاپٹر کو بحری جنگی جہازوں پر لگی طیارہ شکن توپیں گرا دیں گی۔ دوسرے یہ کہ اگر ہیلی کاپٹر بچ کر سمندر کے اوپر پہنچ بھی جائے تو کیا آپ لوگ پانی پر چلیں پھریں گے۔"

"ہم نے یہ باتیں نہیں سوچیں۔ خیر ہم غور کریں گے۔ اور پھر آپ کو بتائیں گے۔"

"غور کر کے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جنگ بند ہونے تک آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ سمندر میں کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

"آپ کے سمندر پر ہمیں شک ہے۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا کہا۔ سمندر پر شک۔"

"ہاں! حالات ایسے ہی ہیں۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ بہرحال میں ایک تجویز پیش کرنے کی پوزیشن میں ضرور ہوں۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ تجویز کیا ہے؟"

"ساحل سے آگے سمندر میں پہنچنے کا ایک دوسرا طریقہ ہے۔ اور وہ ہے پہاڑی راستا۔ دوسری طرف میں پہاڑ ہیں۔ آپ کو ان پہاڑوں پر چڑھ کر دوسری طرف اترنا ہوگا۔ باقی رہا سوال لانچ وغیرہ کا۔ تو ان حالات میں میں آپ کے لیے کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور شکریہ کس بات کا ادا کر رہے ہیں آپ۔" یعقوبا نے کہا۔

"اس بات کا کہ آپ ہمارے لیے ان حالات میں کوئی انتظام نہیں کر سکتے۔ لیکن آپ نے ہمیں ایک راستا تو بتا ہی دیا ہے۔"

"تت۔ تت تو کیا آپ پہاڑ کی طرف سے جائیں گے؟"

"ہاں! جانا ہی ہوگا۔"

"نن۔ نہیں۔ آپ نہیں جانتے۔ پہاڑ بہت دشوار گزار ہے۔ اس پر کوئی ماہر کوہ پیما ہی چڑھ سکتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

اور دوسری طرف اترنا تو اور بھی مشکل ہوگا۔"

"ہم بھی تھوڑی بہت کوہ پیمائی کر لیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تھوڑی بہت سے کام نہیں چلے گا۔"

"آپ اس کی فکر نہ کریں اور یہ بتائیں۔ ہم کوہ پیمائی کا سامان کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں؟"

"اس کا انتظام البتہ میں کر سکتا ہوں۔" یعقوب با نے کہا۔

"چلیے یہی کر دیں۔" وہ مسکرائے۔

انتظام میں یعقوب با نے کئی گھنٹے لگا دیے۔ آخر وہ پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے۔

"سب سے پہلے میں اور انسپکٹر جمشید اوپر جائیں گے، اگر ہم چوٹی پر پہنچ گئے تو پھر باقی لوگوں کو آنے کی دعوت دیں گے، ورنہ نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ لوگ تو خیر پہنچ جائیں گے۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں۔ بے چارے شوکی برادرز اور پروفیسر انکل کا کیا ہوگا۔"

"میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔" پروفیسر داؤد نے اعلان کیا۔

"اور ہمارے بارے میں بھی یہ خیال نہ کیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس مہم میں ہم جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، تو کیا ہوا، موت تو ایک دن آ کر رہے گی۔"

کوہ پیمائی کا لباس پہنا گیا۔ پھر ہک پر ہک ٹھونکی جانے لگی۔

"میری ایک اور تجویز ہے۔" ایسے میں فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"بتا دو تم بھی کوئی حرج نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہم سب مل کر تھوڑی تھوڑی اونچائی طے کرتے جائیں، مثلاً پہلے ابا جان اور انکل تھوڑی اونچائی پر پہنچیں۔ پھر ہم لوگ وہاں۔ اسی طرح آگے۔"

"چلو یوں ہی سہی۔"

ہکوں پر چڑھتے ہوئے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کافی اونچائی پر پہنچ گئے۔ اب خان رحمان نے رسے میں لوہے کا آنکڑہ باندھا اور ان کی طرف اچھال دیا۔ انھوں نے آنکڑہ دبوچ لیا۔ اور اس آنکڑے کو پتھر میں گاڑ دیا۔ پھر بولے۔

"خان رحمان۔ پہلے تم کھینچ کر مضبوطی کا اندازہ لگا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لو۔ پھر باری باری اوپر آنا شروع کر دو۔ اور ہاں۔ ہمیں اب یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں آگے کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ تاکہ پھر آپ لوگ رسہ پھینک سکیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

اور اس طرح مسلسل چڑھائی جاری رہی۔ پہاڑ واقعی دشوار گزار تھا۔ مگر ان سب کے حوصلے اس قدر جوان تھے کہ دشوار گزاری دم توڑ گئی۔ اور وہ دس گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد چوٹی پر پہنچ گئے۔

اب جو انھوں نے نیچے دیکھا۔ تو جھرجھری سی آ گئی۔ آنکھوں میں خوف دوڑ گیا اور پیروں تلے سے پہاڑ نکلتا محسوس ہوا۔ لیکن انھوں نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا۔

"نیچے اترنا۔ زیادہ مشکل ثابت نہیں ہو گا، کیوں کہ اب ہم چوٹی پر آنکڑہ گاڑ دیں گے۔ اور ایک ایک کر کے اترتے چلے جائیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا پُرجوش لہجے میں بولے۔

"اور راستے میں پتھروں سے ٹکراتے دل بہلاتے چلے جائیں گے۔" فاروق مسکرایا۔

"ٹکراتے بھی رہنا بے شک اور دل بھی بہلاتے رہنا۔

Malik ji

لیکن پتھروں سے باتیں نہ شروع کر دینا۔" فرحت بول اٹھی۔

"سمجھوں گا تم سے فرحت اچھی طرح۔" فاروق نے اسے مکا دکھایا۔

"خبردار۔ ہم اس وقت باتیں ہرگز نہیں کریں گے، ورنہ ہماری طاقت کم ہو جائے گی اور اس وقت ہمیں پوری طاقت کی ضرورت ہے۔"

"اب کیا خیال ہے۔ پہلے کون جائے گا۔"

"سب سے پہلے نیچے میں جاؤں گا۔ اور سب سے آخر میں آپ۔ ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے آپ کا یہاں ٹھہرنا بہت ضروری ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"چلیے یوں ہی سہی۔"

آنکڑہ پوری طرح پہاڑ کے سر پر گاڑ دیا گیا اور پھر رسہ دوسری طرف پھینک دیا گیا۔ انھوں نے رسے کو نیچے تک پہنچتے دیکھا۔ پھر انسپکٹر کامران مرزا نے رسہ دونوں ہاتھوں میں تھاما اور اس پر پھسلنے لگے۔ ان کے پھسلنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ اوپر سے دیکھنے والوں کو خوف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اب کسی ابھرے ہوئے پتھر سے ٹکرائے کہ اب ٹکرائے۔ لیکن وہ بخیریت

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پھسلتے چلے گئے۔ لیکن پھر اچانک انھیں رُک جانا پڑا۔ ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ رسے کو ایک ہاتھ سے تھام کر انھوں نے دُوسرا ہاتھ جیب میں ڈالا اور پستول نکال لیا۔ کوئی شخص نیچے سے اُوپر آ رہا تھا۔

آوارہ لانچ

چند لمحے تک وہ ٹکٹکی باندھے اوپر آتے شخص کو دیکھتے رہے... وہ اپنی دھن میں مست اوپر چلا آ رہا تھا.. یک بہ یک ٹھٹکتا اور ایک ایک قدم اوپر رکھتا، پتھروں سے رسّا جھگڑتا برابر اوپر آتا چلا گیا... وہ رسّے کی بالکل سیدھ میں نہیں آ رہا تھا... ورنہ کبھی کا رسّے کو بھی دیکھ لیتا اور انھیں بھی... وہ رسّے سے چند گز دور تھا... لیکن چونکہ انسپکٹر جمشید اوپر تھے... اس لیے انھوں نے اسے دیکھ لیا تھا، پیچھے سے آنے والا اوپر اِدھر اُدھر آسانی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اچانک انسپکٹر کامران مرزا کا دل بہت زور سے دھڑکا، پستول انھوں نے پھر جیب میں رکھ لیا... ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"اللہ۔"

یہ آواز نیچے سے آنے والے کے کان میں پڑ گئی... اس نے چونک کر اس سمت میں دیکھا اور پھر ان آنکھوں میں بھی حیرت دوڑ گئی... منہ سے آواز نکلی:

"کامران مرزا تم۔" یہ آواز منور علی خان کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"ہاں میرے دوست... میں... لیکن میں حیران ہوں، ہماری ملاقات کہاں ہو رہی ہے؟"

"اسے ہم قدرت کی مہربانی کہہ سکتے ہیں... کیا بالکل تنہا ہو کامران مرزا؟" منور علی خان بولے۔

"نہیں... سب لوگ اوپر چوٹی پر موجود ہیں۔"

"اور تم نیچے کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"ہم سبھی کو نیچے جانا ہے... باری باری اتریں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری اب تک کی محنت ضائع گئی۔"

"یہ تو نہیں کہا جا سکتا... ہو سکتا ہے... تم نیچے رہنے کی صورت میں کسی اور سمت میں نکل جاتے۔"

"نیچے صرف سمندر ہے۔"

"تمہاری کہانی ہم سب اکٹھے سنیں گے... اب نیچے کا سفر کیسے شروع کیا جائے... تمہیں دوبارہ نیچے کی طرف لوٹنا پڑے گی۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی... چلیے تم نیچے لٹک جاؤ، پھر میری طرف پھینک دینا۔"

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

ادھر اوپر موجود ان کے ساتھی حیران تھے کہ وہ کس سے باتیں کر رہے ہیں... فاصلہ زیادہ ہونے کے سبب وہ منور علی خان کو پہچان نہیں سکے تھے... ہاں! یہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ کوئی آدمی نیچے سے اوپر آ رہا تھا... وہ رک کر ان سے باتیں کرنے لگ گیا ہے۔

پھر انھوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو تیزی سے نیچے جاتے دیکھا... دوسرا آدمی اپنی جگہ پر رک گیا تھا... آخر انسپکٹر کامران مرزا نیچے جا اترے... انھوں نے اسے منور علی خان کی طرف کر دیا... انھوں نے ایک ہاتھ سے کھونٹی کو تھاما اور دوسرے سے اسے پکڑنے کی کوشش کی... تیسری کوشش پر رسا ان کے ہاتھوں میں آ گیا... اوپر کھڑے ہوئے ساتھیوں کو چوں کہ منور علی خان نے ابھی تک اشارہ نہیں دیا تھا، لہٰذا انھوں نے ابھی اترنے کی کوشش نہیں کی تھی، اور پھر منور علی خان بھی ان کے پاس پہنچ گئے... پھر اوپر والوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا، جو آتا گیا، منور علی خان کو دیکھ کر اچھل پڑا

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

گیا... خان رحمان کی باری آئی تو پکار اٹھے:

"یہ کیا... میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟"

"یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔"

بچہ پارٹی تو انھیں دیکھ کر کھل ہی اٹھی:

"ہم... ہم نے دعا کی تھی... کہ اس سفر میں آپ ہمارے ساتھ ہو جائیں۔" فرحت نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

"تب اللہ نے تمھاری دعا سن لی۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

آخر میں انسپکٹر جمشید اترے... اور منور علی خان کی طرف دیکھ کر مسکرائے:

"میں اوپر ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ ضرور آپ ہوں گے۔"

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ آپ سب یہاں کیا کر رہے ہیں... جہاں تک میرا خیال ہے... ان پہاڑوں کے دوسری طرف انشام کی حکومت ہے۔"

"ہاں! تمھارا خیال ٹھیک ہے منور علی خان... پہلے تم سناؤ... یہاں کیسے پہنچے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں ایک دوست ملک کے جنگل میں ان کی اجازت سے شکار کھیل رہا تھا... پھر وہاں سے بحری جہاز میں سوار ہوا، لیکن جہاز پر ایک بم آ گرا... اس کے پرخچے اڑ گئے... مسافر سمندر میں بہ گئے... میں بہتا ہوا یہاں پہنچ گیا... لکڑی کا ایک بڑا تختہ میرے ہاتھ لگ گیا تھا... ورنہ شاید میں اس وقت مچھلیوں کی خوراک بن رہا ہوتا..." انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اب ہم مختصر طور پر اپنی کہانی آپ کو سنا دیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

منور علی خان بغور ان کی کہانی سنتے رہے... پھر بولے:

"گویا ہم اس وقت سمندر میں اس جگہ جانا چاہتے ہیں... جہاں فاروق اور آفتاب نے اس لانچ کو دیکھا تھا؟"

"ہاں! اس لیے کہ دشمن لانچ سے غائب تھے، گویا وہ سمندر میں اتر گئے تھے... سوال یہ ہے کہ کیوں... انھوں نے سمندر میں اس جگہ غوطہ کیوں لگایا تھا... کہیں وہاں کوئی جہاز تو نہیں ڈوبا ہوا... جس میں کوئی بڑا خزانہ موجود ہو۔"

"ایسا بھی ہو سکتا تھا... کہا جا سکتا تھا... لیکن اس علاقے میں نہیں... اس لیے کہ یہ معاملہ کسی خزانے کا ہرگز نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہو سکتا... جاپانی کسی اور چکر میں ہیں... اور وہ کوئی عام چکر نہیں ہے... سمندر سے بھی گہرا چکر ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"سمندر سے بھی گہرا... تو کیا انھوں نے اس لیے سمندر میں چھلانگیں لگائی تھیں؟"

"اس بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سوال تو یہ ہے کہ ہم سمندر میں اس جگہ کس طرح پہنچ سکیں گے؟"

"صرف اور صرف اندازے کی بنا پر۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

"اور جائیں گے کیسے... کیا تیر کر... فرض کیا... تیر کر پہنچ بھی گئے... تو وہاں کیا ہوا پر ٹھہریں گے؟" منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"تم تو جانتے ہی ہو... ہم ایسی باتیں سوچنے کے عادی نہیں ہیں... رسا لٹکا ہوا ہے... مگر سمندر میں اس جگہ تک نہ پہنچ سکے تو واپس اوپر پہنچ جائیں گے... محنت ضرور پہلے کی نسبت زیادہ ہو گی، لیکن پہنچ جائیں گے... اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"کرنے کو ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔" فاروق جلدی سے بولا۔

"بس خاموش... اس طرح بات دور نکل جائے گی۔" انسپکٹر جمشید نے ٹوکا۔

"ان باتوں میں بس یہی بڑی بات ہے کہ دور نکل جاتی ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"باتوں میں نہیں... تم میں... بے چاری باتوں کو مفت میں بدنام نہ کرو..." محمود نے اسے گھورا۔

"تم تو اسے اس طرح گھور رہے ہو... جیسے کچا ہی کھا جائے گا۔" آصف نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو... تم مجھے آدم خور کہہ رہے ہو۔" محمود نے جل کر کہا۔

"محمود... صرف تم کو ہی نہیں... مجھے اور فرزانہ کو بھی کہا گیا ہو تو... کیوں کہ ہم تمھارے بہن بھائی ہیں۔" فاروق دلیری سے بولا۔

"اوہ اچھا، ٹھہرو... میں بتاتا ہوں اسے۔" محمود اچھل کر سب کے درمیان سے نکل گیا۔

"آؤ آؤ... کیا میں تم سے کمزور پڑتا ہوں؟
ابھی معلوم ہو جاتا ہے... کون کتنے پانی میں ہے۔"

محمود بولا۔

"ہاں واقعی... پانی یہاں پہلے ہی موجود ہے... بس اس میں اترنے کی دیر ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں آصف کا ساتھ دوں گا۔"

"فرحت تم کیا کہتی ہو... کیوں کہ ابھی تک میں نے کوئی اعلان نہیں کیا۔" فرزانہ اس کی طرف مڑی۔

"یہ تو ہیں پاگل... اور ہم ہیں بہنیں... بہنیں تو کبھی بھی نہیں لڑتیں آپس میں... بس یہ بھائی ہی لڑتے ہیں۔"

"تو کیا بہنیں پاگل نہیں ہو سکتیں۔" مکھن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ تو ہو گئیں الگ آؤ... ہم دو دو ہاتھ کر لیں۔"

"شوکی برادرز... تم لوگ ہم چاروں میں کس کس کا ساتھ دو گے۔" محمود نے ان سے پوچھا۔

"ہم... ہم..." شوکی ہکلایا۔

"ہاں! میں تمھارے فرشتوں سے نہیں پوچھ رہا۔"

"فرشتے بے چارے بھی آپس میں کبھی نہیں لڑتے۔" پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"آپ کا بھی ارادہ ہے کیا اس لڑائی میں شرکت کا۔"

"توبہ کرو بھائی... میں تو دشمنوں سے بھی بہت مجبوری کی حالت میں لڑتا ہوں۔" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"شوکی تم نے جواب نہیں دیا۔" آصف بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" مکھن نے فوراً کہا۔

"کیا ٹھیک ہے... بات کو نامکمل کیوں چھوڑتے ہو۔"

"ہم بہن فرحت اور بہن فرزانہ کا ساتھ دیں گے۔" اس نے کہا۔

اور ان چاروں کے منہ بن گئے... فرحت اور فرزانہ مسکرا دیں۔

"بھئی یہ تو واقعی لڑائی ہوتی نظر آتی ہے۔" انسپکٹر جمشید فکر مندانہ انداز میں بڑبڑائے۔

"ان لڑائیوں میں بھی تو عجیب بات ہے... بغیر ترازو کے تل جاتی ہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

"نہیں بھئی... ہم اس جگہ اور ان حالات میں تمھیں آپس میں لڑنے نہیں دے سکتے... آپس میں لڑ کر ہمیشہ اپنی طاقت کم ہو جاتی ہے... اور دشمن ہمارے جو ہم سے پہلے ہی طاقت ور ہیں اور طاقت ور ہو جائیں گے... جب کہ ان حالات میں اپنی طاقت میں اضافہ کرنا ہے... تم کرو گے۔ خبردار جو تم نے ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھائے... اس سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

زیادہ سرگرم کی بات ہی نہیں کہ ایک قوم آپس میں لڑنے لگ جائے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اچھی بھلی تقریر جھاڑ دی۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر وہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

"پتا نہیں کیا بات ہو رہی تھی اور کہاں چھوڑ دی تھی؟" خان رحمان بولے۔

"بس ہو رہی ہو گی کچھ... ہمیں سمندر میں اس جگہ پہنچنا ہے۔"

"ٹھیک ہے... سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ ہم جائیں کس طرح... لکڑی کے ایک بڑے تختے کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے... لیکن یہ تختہ ہم سب کو نہیں لے جا سکتا۔"

"ہوں! واقعی... غور طلب بات یہی ہے۔"

"میری سمجھ میں ایک تجویز آئی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"چلو بتا دو... کوئی حرج نہیں۔" فرحت نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

"اگر ہم پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلتے رہیں... تو اس جگہ کے قریب پہنچ سکتے ہیں... جہاں جنگ ہو رہی ہے۔"

"اوہ... اچھا... تو پھر؟" خان رحمان چونکے۔

"میرا خیال ہے... آپ سمجھ ہی گئے کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہم نجومی نہیں ہیں۔" آصف بولا۔

"میں نے یہ بات تم سے نہیں... انکل خان رحمان سے کہی ہے، کیوں کہ یہ فوجی ہیں۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ہاں فرزانہ... میں تمہارا اشارہ سمجھ گیا... تم چاہتی ہو، ہم وہاں پہنچ کر کسی جنگی لانچ پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور میرا خیال ہے... ان حالات میں اس کے علاوہ کوئی ترکیب ہو بھی نہیں سکتی۔" افضل نے کہا۔

"تو پھر بسم اللہ کرتے ہیں۔" اشفاق جلدی سے بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے... بسم اللہ الرحمن الرحیم۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

سب نے بسم اللہ پڑھی اور اس سمت میں قدم اٹھانے لگے... جس طرف لڑائی ہو رہی تھی... آخر کئی گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد وہ اس جگہ کے نزدیک پہنچ گئے... جہاں آگ اور خون کا کھیل جاری تھا۔

وہ چٹانوں کے درمیان دبک گئے... اس جگہ پانی کی زد میں وہ بھی تو آ سکتے تھے... بنگال کی طرف فوج کثیر سازو سامان کے ساتھ ساحل سمندر میں لڑ رہی تھی... اور ادھر کی فوج اپنا دفاع کر رہی تھی... ادھر ادھر کوئی خالی لانچ وغیرہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی... ہاں بنگال کے بحری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

جنگی جہاز کے عقب میں کچھ لانچیں ضرور موجود تھیں... لیکن اس جگہ تک جانا خالہ جی کا گھر نہیں تھا۔

اسی وقت کئی لڑاکا طیارے گھن گرج کے ساتھ آئے اور انشام کی فوجوں پر گولے برساتے گزر گئے، آگ اور دھوئیں کے بادل اٹھتے نظر آئے۔

"کیا انشام ان حالات میں زیادہ دیر جم سکے گا؟" خان رحمان بڑبڑائے۔

"تو کیا ان کی شکست کے آثار نظر آ رہے ہیں... خان رحمان؟" انسپکٹر جمشید فکرمندانہ لہجے میں بولے۔

"ہاں! کیونکہ ان لڑاکا طیاروں کے مقابلے میں انشام کے طیارے نہیں اٹھے... یہ تو مکمل شکست کے آثار ہیں... ہونا تو یہ چاہیے کہ اگر دشمن کے طیارے آتے دکھائی دیں تو ادھر سے ان کے طیارے اوپر آ جائیں... اور انھیں گولہ باری کرنے کی مہلت نہ دیں... بلکہ فضا میں ہی ان کا مقابلہ کیا جائے لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔"

"خیر... یہ تو جنگ کا معاملہ ہے... ہم اپنا معاملہ کس طرح حل کریں؟"

"ہم انتظار کرنے اور صبر کرنے کے سوا کیا کر سکتے ہیں۔"

"کوئی آوارہ لانچ۔" محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"آ گیا مجھے نظر۔" فاروق بول اٹھا۔

"ہاں آ گیا... تم سمجھ بیٹھے ہو۔" فرزانہ مسکرائی۔

"جلتا ہے میرا جوتا۔" فاروق نے جھنجلا کر کہا۔

ادھر محمود کی نظریں ایک سمت میں جمی تھیں، آخر اس نے کہا:

"ہو نہ ہو... وہ ایک لانچ ہے... لیکن آوارہ نہیں... اس میں کچھ سوار بیٹھے ہیں اور لانچ ادھر کا رخ کر رہی ہے۔"

"اوہ ہاں! اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔" خان رحمان بولے۔

"تب تو وہ تیر کی طرح اس طرف آئیں گے... اور گولے بھی برسائیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"جلدی کریں... ہمیں اس طرح پناہ لینی ہے کہ ان کا کوئی گولہ ہم پر نہ پھٹ سکے..." خان رحمان چلائے، اور پھر ان سب کو ہدایات دینے لگے۔

"جمشید... تم اس طرف دبک جاؤ... محمود تم اس طرف... پروفیسر صاحب... آپ کے لیے بہترین جگہ وہ ہے..."

اور اس طرح سب آن کی آن میں محفوظ جگہوں پر دبک گئے... لانچ لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتی چلی گئی—

ایسے میں خان رحمان نے کانپتی آواز میں کہا:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اور سے اپ رے... اس لانچ پر تو طیارہ شکن توپ بھی نصب ہے۔"

"تو ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔" منور علی خان بولے۔

"میں ڈر نہیں رہا... اطلاع دے رہا ہوں۔" خان رحمان بولے۔

"اب کہیں بڑوں کا آپس میں لڑنے کا پروگرام تو نہیں بن رہا۔" فاروق بولا۔

"خاموش... اب وہ زیادہ نزدیک آ گئے ہیں... آواز سن سکتے ہیں... میرے علاوہ کوئی کچھ بات نہیں کرے گا۔" خان رحمان نے سرد آواز میں کہا۔

لانچ مناسب فاصلے پر آ کر رک گئی...

"خبردار... یہاں جو لوگ چھپے ہوئے ہیں... وہ سامنے آ جائیں... ورنہ ہم گولہ باری شروع کرتے ہیں۔"

خان رحمان نے تو کوئی جواب نہ دیا... ان سب کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے...

"ہم صرف ایک منٹ انتظار کریں گے... ہاتھ سروں سے بلند کیے سامنے آ جاؤ... تم لوگوں کو صرف گرفتار کیا جائے گا... کہا کچھ نہیں جائے گا... لیکن دوسری صورت میں موت تم سے چند قدم کے فاصلے پر موجود ہے۔" پھر کہا گیا۔

خان رحمان اب بھی خاموش رہے... آخر ایک منٹ گزر گیا... اور پھر انہوں نے آواز سنی:

"فائر۔"

اس آواز کے ساتھ ہی ان کے سروں پر چٹانوں میں گولے پھٹنے لگے... اچانک ایک تیز چیخ ابھری... ان کے دل دہل گئے... چیخ خان رحمان کی تھی... فوراً ہی انسپکٹر جمشید کی چیخ سنائی دی... اور پھر انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی چیخ سنی۔

گولہ باری طوفانی انداز کی تھی... چند سیکنڈ اور جاری رہی... اس دوران کئی چیخیں اور سنائی دیں، اور پھر... مکمل سناٹا چھا گیا... ایک لمحے کے بعد پھر گولہ باری شروع کی گئی... لیکن اس وقت جواب میں کوئی چیخ نہ گونجی۔

"بس کرو... وہ سب مارے جا چکے ہیں... آؤ ذرا دیکھیں... یہ کون لوگ ہیں۔" لانچ پر کسی نے کہا۔

اور پھر لانچ بالکل ساحل سے آ لگی... جیٹی کے قریب فوجی لانچ سے اترے اور چٹانوں کی طرف بڑھے... وہ لاشوں کی تلاش میں جا گھسے، آگے بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ کافی دور نکل گئے... اچانک ان کے سروں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر نوکیلے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی... اور اس طرح تابڑ توڑ پتھر برسے کہ انھیں مڑ کر فائر کرنے کی مہلت بھی نہ مل سکی... بس گرتے چلے گئے... لانچ پر ان کا کوئی بھی آدمی نہیں ٹھہرا تھا۔

"بس ٹھیک ہے... میدان ہمارے ہاتھ رہا۔" خان رحمان کی آواز سنائی دی، اور سب ان زخمیوں کی طرف بڑھے۔

"خان رحمان تمھاری جعلی چیخ سنتے ہی میں بھی چیخ پڑا تھا، تاکہ باقی لوگ بھی فوری طور پر سمجھ جائیں۔"

"بہت خوب رہا یہ سب۔" پروفیسر داؤد بولے۔

انھوں نے زخمیوں اور مرنے والوں کا جائزہ لیا... زخمی سب ہوئے تھے... لیکن مرے سب نہیں تھے... چند ایک زندہ تھے... ان کے سینوں میں گولیاں داغ دی گئیں۔

"اب ہم ایک عدد لانچ کے مالک ہیں اللہ کی مہربانی سے۔" خان رحمان نے اعلان کیا۔

"احتیاط سے... کہیں اس پر کوئی موجود نہ ہو۔"

"نہیں... میں دیکھ چکا ہوں... اگر اس پر کوئی موجود ہوتا تو سب سے پہلے میں اس پر حملہ کرتا... ورنہ ان

Malik ji

حالات میں وہ لانچ لے کر فرار ہو چکا ہوتا۔"

انھوں نے فوجیوں کی تلاشی لی اور اپنی ضرورت کی چیزیں لے لیں... لانچ پر پہنچے تو خشک خوراک کا کافی انبار نظر آیا... وہ اس پر ٹوٹ پڑے... پتا نہیں کب سے کمبخت کو کچھ نہیں ملا تھا... اگر انسپکٹر جمشید انھیں ٹوک نہ دیتے تو نہ جانے کس حد تک کھا جاتے... انھوں نے گھبرا کر کہا تھا...

"اگر ہم نے خوب پیٹ بھر لیے تو نیند کی آغوش میں چلے جائیں گے... اور نیند ہمارے لیے نقصان دہ ہو گی... اس لانچ والے دوسری لانچوں کو اشارہ دے کر آتے ہوں گے کہ ہم نے اس طرح کچھ لوگوں کی نقل و حرکت محسوس کی ہے... لہٰذا ہم اس طرف جا رہے ہیں... وہاں دیکھنا... کوئی اور لانچ ان کی تلاش میں نکل آئی تو ہمارے لیے بڑی مشکل ہو گی... لہٰذا اس سے پہلے ہمیں لانچ کو اس طرف لے جانا چاہیے جہاں ہم اترے تھے اور پھر ایک چکر کاٹ کر اس جگہ پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

بات معقول تھی... انھوں نے لانچ پر قبضہ کیا اور روانہ ہو گئے... لانچ کی ڈرائیونگ سیٹ خان رحمان نے سنبھالی، پھر چکر کاٹ کر اندازے کے مطابق اس جگہ پہنچ گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

جہاں انھوں نے دشمنوں کی لانچ کھڑی دیکھی تھی... لیکن یہ ان کا صرف اندازہ تھا... جو غلط بھی ہو سکتا تھا۔

"اب... اب ہم کیا کریں..." پروفیسر بولے۔

"مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ یقین نہیں کہ جگہ وہی ہے یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اب یہ یقین کس طرح کیا جائے... اس کی ترکیب تو فرزانہ ہی بتا سکتی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"یا پھر فرحت۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ان حالات میں ہماری عقلیں بھی گھاس چرنے چلی گئی ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تب ان کا کیا فائدہ... ضرورت پڑی تو گھاس چرنے چلی گئیں... اور وقت نہیں تو انھیں کوئی۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"تو تم اپنی عقل کو ہاتھ مار لو۔" فرحت نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں... ہم بھی عقل سے پیدل تو نہیں ہیں۔" شوکی نے کہا اور اپنے سر پہ زور سے ہاتھ دے مارا۔

"ارے ارے... یہ کیا۔" منور علی خان گھبرا گئے۔

"اس وقت زبانی خود پہ ہاتھ مارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا انکل... اوہ ہاں... ترکیب سمجھ میں آ گئی۔"

"بھئی واہ... تم نے آج فرحت اور فرزانہ کے بھی کان کاٹ لیے۔" پروفیسر صاحب خوش ہو کر بولے۔

"ن... نہیں... تم... میری کیا مجال کہ ان بے چاریوں کے کان کاٹوں۔" شوکی گھبرا گیا۔

"بھئی محاورۃً کان کاٹ لینے میں کوئی حرج نہیں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ج... جی بہتر ہے... اگر آپ کہتے ہیں تو کاٹ لیتا ہوں۔"

"بس رہنے دو بھائی... ترکیب بتاؤ... کہیں ذہن سے نکل گئی تو مشکل سے قابو میں آئے گی۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہاں یہ تو ہے... ہمارے ساتھ ایک مرتبہ ہو چکا ہے۔"

"کب... کیسے؟" پروفیسر داؤد ہکلائے۔

"ایک ترکیب ذہن میں آ کر نکل گئی تھی... پھر کئی دن تک واپس ذہن کی طرف پلٹ کر نہیں آئی۔"

"اوہو... میں کہتا ہوں... تم اس ترکیب کی فکر کرو۔"

"فکر نہ کریں... یہ ترکیب ایسی بھی نہیں کہ نکل جائے۔" شوکی بولا۔

"اوہو... تو بتا دینے میں کیا نقصان ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پہنچے... جس جگہ ہم اترے تھے... وہاں سے فاروق اور آفتاب صاحبان کو تیرایا جائے... یہ اتنی ہی دیر تک اسی رفتار سے تیریں... اس طرح ہم اتنا فاصلہ طے کر لیں گے، لیکن چونکہ ہم اس جگہ سے آگے نہیں بڑھے تھے... اس لیے وہ جگہ وہ ہرگز نہیں ہو گی، لیکن ہو گی اس کی سیدھ میں... اور اس سیدھ میں آگے بڑھنا کیا مشکل ہے... جب کہ ہم لڑائی کا مقام دیکھ ہی چکے ہیں۔"

"اوہ... اوہ۔" ان سب کے منہ سے نکلا۔

آنکھیں حیرت اور خوشی سے پھیل گئیں... ترکیب بالکل سادہ تھی... اور بالکل درست تھی، لیکن ان میں سے کسی کو نہیں سوجھی تھی... اور شوکی کو سوجھ گئی تھی۔

"آج... آج شوکی نے مجھے اور فرحت کو مات دے دی۔"

"تم دونوں کو ہی نہیں... ہم سب کو۔"

"تت... تت... توبہ کیجیے... توبہ۔" شوکی نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ سب مسکرا دیے... تھوڑی دیر بعد شوکی کی ترکیب پر عمل شروع کیا گیا، اور اس طرح وہ جس مقام پر پہنچے... وہ واقعی نہیں تھا... جہاں وہ لوگ چھپے بیٹھے۔

"اب ہم یہ کر سکتے ہیں... مگر اس جگہ کے آس پاس ضرور ہیں۔" فاروق نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم ان گیلے کپڑوں کا کیا کریں؟"

اصل محنت واقعی اس ترکیب پر عمل کرنے میں ان کی ہوئی تھی... انھیں تیرنا پڑا تھا۔

"پہلے تو ان کے کپڑوں کا کوئی بندوبست ہونا چاہیے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

لانچ کی تلاشی لی گئی... کئی فوجی جوڑے ایک بڑے بیگ میں مل گئے۔

"خشک کپڑے تو مل گئے، لیکن ہیں تمھارے سائز سے بہت بڑے۔" محمود بولا۔

"کوئی بات نہیں... گزارا کر لیں گے... ہمارے کپڑے آخر سوکھ ہی جائیں گے۔"

"سمندری ہوا میں اتنی جلدی نہیں سوکھیں گے۔" آصف بولا۔

"کوئی بات نہیں... ہمیں صبر کرنا آتا ہے؟"

"صبر کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اور کیا کرنا ہے... پہلے یہ فیصلہ کر لیں۔" خان رحمان بولے۔

"لانچ پر دو آدمیوں کے لیے فوجی وردی کا لباس موجود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہے... میں اور انسپکٹر کامران مرزا ذرا سمندر کی خبر لے آئیں۔"

"سمندر کی خبر... بھئی واہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق خوش ہو گیا۔

"ہو سکتا ہو گا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے جمشید... تم خبر لے ہی آؤ۔" خان رحمان نے کہا۔

انھوں نے غوطہ خوری کے اور فاروق اور آفتاب نے فوجیوں کے کپڑے پہن لیے... پھر انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید سمندر میں کود گئے...

"اللہ حافظ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ان کے سروں پر سے طیارے کبھی کبھار گزر رہے تھے؛ ساحل پر ہونے والی جنگ کی آوازیں ابھی کانوں میں آ رہی تھیں، اور ان کے دو ساتھی سمندر میں اتر چکے تھے؛ جب کہ وہ اس لانچ پر بیٹھے تھے اور ان کے چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا... انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان بالکل صاف تھا... چاند چمک رہا تھا... تارے تھے... ایسے میں محمود بڑبڑایا:

"ہماری زندگی بھی کس قدر عجیب ہے... کس کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

"صرف اللہ کو۔" اشفاق بول اٹھا۔

"ہاں! واقعی۔"

اور وہ سب سوچ میں گم ہو گئے... نہ جانے کتنی دیر گزر گئی... پھر انھیں سمندر میں ایک سر ابھرتا دکھائی دیا... پھر دوسرا ابھرا اور انھوں نے انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کو اوپر کھینچ لیا... چند لمحے تک وہ سانس لیتے رہے... آخر انسپکٹر جمشید بولے:

"اس جگہ... سمندر میں پانی کی سطح سے تھوڑا نیچے ایک ستون سا موجود ہے۔"

"سمندر میں ستون؟"

ان کے منہ سے نکلا...

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ستارے چمک رہے ہیں

"ہاں! سمندر میں ستون۔" انھوں نے کہا۔

"لل... لیکن... یہ کیا بات ہوئی انکل۔" آصف بولا۔

"ہم خود سوچ رہے ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"کم از کم اس سے ہم ایک نتیجہ ضرور نکال سکتے ہیں... اور وہ یہ کہ ہم غلط جگہ نہیں پہنچے۔"

"اس ستون کی لمبائی کتنی ہے... یہ تو اندازہ لگایا ہو گا آپ نے۔"

"سمندر کی تہ تک چلا گیا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے بتایا۔

"اوہ... اور وہ بنا ہوا کس چیز کا ہے۔"

"شاید فولاد کی سلاخوں کا... یا پھر کسی اور دھات کا بنا ہو گا... اس میں سے روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔

Malik ji

اور مچھلیاں اس ستون میں بہت دلچسپی لے رہی ہیں... اس کے ارد گرد جمع ہیں... اس سے ٹکرا رہی ہیں۔"

"اس طرح تو کوئی بڑی مچھلی بھی ستون سے ٹکرا سکتی ہے... کوئی وہیل..."

"جہاں تک میرا خیال ہے... ستون انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا لگتا ہے... ان حالات میں بنانے والوں نے بھی اس امکان کو نظروں میں رکھا ہو گا۔"

"آپ کا مطلب ہے... کوئی وہیل اس سے ٹکرا گئی تو بھی اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اندازہ یہی ہے... یقین نہیں۔"

"سوال یہ ہے جمشید... کہ سمندر میں وہ ستون کیوں ہے۔"

"ہم... میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں... اس سوال کا جواب تو آپ دیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں دوں... لل... لیکن بھئی... میں کوئی سراغرساں نہیں ہوں۔" پروفیسر بوکھلائے۔

"ایک سائنس دان تو ہیں... بلکہ چوٹی کے سائنس دان۔"

"خیر... چوٹی ووٹی کا تو نہیں ہوں... بہر حال میں غور کرتا ہوں... مشکل یہ ہے کہ میں غوطہ خوری نہیں کر سکتا... ورنہ اس ستون کو دیکھ کر بہت کچھ بتا سکتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

تھا۔"

"ان حالات میں بھی کچھ نہ کچھ تو بتانے کی کوشش کریں انکل۔" محمود بے تابانہ بولا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں... لیکن تم لوگ مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"جتنی جی چاہے مہلت لے لیں انکل... ہم اس معاملے میں بہت فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔" فاروق نے چہک کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ... مہلت مانگنے سے میری مراد دراصل اور تھی۔" پروفیسر بھی جواب میں مسکرائے۔

"وہ بھی بتا دیں۔"

"سب لوگوں کو بالکل خاموش رہنا ہوگا... ورنہ میں سوچ نہیں سکوں گا۔"

"بہت بہتر... اب ہم اس وقت تک زبان نہیں چلائیں گے، جب تک کہ آپ اجازت نہیں دے دیں گے۔"

"شکریہ!" انھوں نے کہا اور سوچ میں ڈوب گئے۔

باقی لوگ خالی خالی نظروں سے کبھی ایک دوسرے کو اور کبھی سمندر کی موجوں کو دیکھنے لگے... یہ لمحات بھی عجیب تھے... ان کے چاروں طرف سمندر تھا... وہ ایک جگہ لاچار

میں تھے... اور سمندر میں ایک روشن ستون موجود تھا... جس کے بارے میں انھیں کچھ اندازہ لگانا تھا۔

پھر بہت دیر گزر گئی... وہ انتظار کرتے کرتے تنگ آ گئے... ان کی زبانوں میں کھجلاہٹ ہونے لگی، لیکن چوں کہ وعدہ کر چکے تھے، اس لیے مجبور تھے... خاموش رہے... آخر پروفیسر داؤد نے سر اٹھایا اور بولے:

"جمشید! ایک بات بتاؤ... کیا اس ستون میں سیڑھی نما سلاخیں بھی لگی ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ہاں۔"

"میں بھی یہی کہتا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

"تب میں سمجھ گیا... گویا میں نے میدان مار لیا... سب لوگ تیار ہو جائیں..." پروفیسر داؤد نے پراسرار انداز میں کہا۔

"جی کیا فرمایا... تیار ہو جائیں... لیکن کس بات کے لیے؟"

"اس ستون میں داخل ہونے کے لیے۔"

"کیا فرمایا... ستون میں داخل ہونے کے لیے... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... ہم بھلا اس میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں۔" محمود چیخ اٹھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اگر ہم اس میں داخل نہیں ہو سکتے تو پھر ستون موجود کیوں ہے؟" پروفیسر مسکرائے۔

"آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ابھی آ جائے گی... جمشید... وہ ستون ہماری لانچ سے کتنے فاصلے پر ہو گا؟"

"تقریباً تیس پینتیس میٹر۔"

"شکریہ... تیار ہو جائیں... اور خود پر قابو رکھیں... ایسا نہ ہو کہ کوئی مارے حیرت کے سمندر میں گر جائے۔"

"اوہو... تو کیا کوئی ایسی عجوبہ بات ہونے والی ہے انکل۔" فرحت بولی۔

"ہاں! بہت بڑا عجوبہ سامنے آنے والا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"اور آپ یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"اپنے اندازے کی بنا پر۔"

"لیجیے ابا جان... آج انکل آپ کے کان کاٹ رہے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں بھئی... یہ بات تو ہے... مجھے اپنے کانوں کی خیریت نظر نہیں آتی۔" وہ مسکرائے۔

پروفیسر داؤد نے جیب میں ہاتھ ڈال لیا... وہ سمجھے... کوئی چیز نکالنے والے ہیں... لیکن ہاتھ جیب میں ہی رہا... پھر انھوں نے کہا،

"وہ دیکھو... ستون ابھر رہا ہے۔"

"کیا!!!" وہ تیزی سے گھومے۔

اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔

○

ستون سمندر کی سطح سے بلند ہو رہا تھا... آہستہ آہستہ وہ اوپر اٹھتا گیا... اس مینار میں سے روشنی کی تیز شعاعیں پھوٹ رہی تھیں... ان کی آنکھیں اس کے ساتھ ساتھ اوپر اٹھتی گئیں... یہاں تک کہ ستون کافی بلند ہو گیا... ان کے سر نیچے کی طرف جھک گئے...

"اُف مالک... یہ کیا ہے۔" منور علی خان کے منہ سے نکلا۔

"دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"حیران بعد میں ہوتے رہنا... اب اس پر چڑھنا شروع کر دو۔" پروفیسر داؤد بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"لیکن انکل... ہم اس پر کیوں چڑھیں؟"

"اس کے اندر داخل ہونے کے لیے۔"

"اوہ!" وہ بولے۔

اور پھر خان رحمان نے اونچے ستون کی طرف بڑھا دی... نزدیک پہنچتے ہی انسپکٹر جمشید اٹھے اور ہاتھ بڑھا کر ستون کی ایک سلاخ تھام لی... اور پھر قدم اوپر اٹھتے چلے گئے...

"ہمیں انتظار کرنے کی ضرورت نہیں... سب لوگ چڑھنا شروع کر دیں۔" پروفیسر بولے۔

"گویا اس وقت ہماری کمان آپ کے ہاتھ میں ہے۔" آفتاب بولا۔

"ہاں یہی سمجھ لو... لیکن ستون میں داخل ہوتے ہی میرا کام ختم اور تم لوگوں کا شروع ہو جائے گا۔" وہ بولے۔

"اللہ مالک ہے۔"

وہ سب کے سب اوپر چڑھتے چلے گئے... یہ نظارہ کس قدر عجیب تھا... شاید انھوں نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی نظارہ نہیں دیکھا تھا... اور اگر ملک انشام کے کچھ لوگ یہ نظارہ دیکھ لیتے تو شاید حیرت سے مر ہی گئے ہوتے۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ستون کے سرے پر پہنچ گئے۔

"یہ... یہ تو اوپر سے بند ہے... اب ہم اس میں داخل کس طرح ہوں... اوہو... سلاخوں کے اندر تو گول شیشہ لگا ہے... گویا شیشے کا بنا ہوا ہے... اس کے اردگرد فولاد کی سلاخیں ہیں۔"

"اوپر والا حصہ بھی میں کھولوں گا... تم فکر نہ کرو۔" یہ کہہ کر پروفیسر صاحب نے پھر جیب میں ہاتھ ڈالا... اچانک ستون کے اوپر سے ایک ڈھکنا سا اٹھ گیا اور نیچے جانے والی سلاخیں نظر آنے لگیں... گویا ستون کے اندر بھی سلاخوں کی سیڑھی موجود تھی۔

"واہ... کمال ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"انکل... آپ جیب میں ہاتھ لے جا کر کیا کرتے ہیں... جادو تو نہیں کر رہے۔" آصف کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"نہیں بھئی... میں جادوگر نہیں... صرف سائنس دان ہوں۔ اور سائنس کی ایجادات کو دیکھ کر کچھ نتیجہ نکال سکتا ہوں۔"

"لیکن... وہ نتیجہ آپ کی جیب میں کہاں سے آیا؟" مکھن کے منہ سے نکلا۔

"بھئی... تم لوگوں نے ہی تو دیا تھا۔" وہ بولے۔

اب انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ستون کے اندر داخل ہو چکے تھے... اور نیچے اتر رہے تھے، باقی کچھ لوگ اوپر پہنچ چکے تھے اور کچھ ابھی چڑھ رہے تھے....

"ہم نے دیا تھا... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، انکل... ہم نے آپ کو کوئی نتیجہ وتیجہ نہیں دیا... یوں بھی نتیجہ کوئی دینے کی چیز نہیں ہوتی... وہ تو صرف نکلنے سے تعلق رکھتا ہے... جیسا کہ ہر سال بچوں کا نتیجہ نکلتا ہے... اسی طرح ہر آدمی کا نتیجہ مرنے کے بعد نکلتا ہے... جو اس کا آخری نتیجہ ہوتا ہے۔" شوکی کہتا چلا گیا۔

"آ... آخری نتیجہ... یہ... یہ نام تو..." فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"بس رہنے دو ناول کے نام کو... ہر وقت ناولوں کی دنیا میں نہ کھوما پھرا کرو... کبھی حقیقت سے بھی کام لے لیا کرو... جب کہ اس وقت ہم حقیقت سے دوچار ہیں۔" آصف نے منہ بنا کر کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" فاروق طنزیہ لہجے میں بولا۔

"ہاں! انکل... آپ کیا کہہ رہے تھے۔"

"کیوں نہ ہم پہلے اندر داخل ہو جائیں... اب کچھ لوگ اندر ہیں، کچھ باہر... اس طرح کیا خاک مزا آئے گا بتانے کا۔" پروفیسر بولے۔

"ٹھیک ہے... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"تو کیا آپ بتانے کا مزا لینا چاہتے ہیں۔"

"ہاں بھئی... کیا حرج ہے... مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے۔" وہ مسکرائے۔

آخر ایک ایک کر کے وہ سب ستون میں آ گئے۔ پروفیسر داؤد پھر ہاتھ جیب میں لے گئے اور ڈھکنا ستون کے منہ پر فٹ بیٹھ گیا...

"اب ستون جس طرح اوپر اٹھا تھا... اسی طرح نیچے جائے گا۔" پروفیسر داؤد نے اعلان کیا۔

"ارے باپ رے۔" محسن نے گھبرا کر کہا۔

"ڈر لگ رہا ہے کیا؟" انسپکٹر جمشید نے منہ اوپر کر کے پوچھا۔

"ہاں! لگ تو رہا ہے۔"

"لیکن ڈرنے سے حاصل کچھ نہیں ہو گا۔" محمود بولا۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

اسی وقت پروفیسر داؤد پھر ہاتھ جیب میں لے گئے..... اچانک غیر محسوس طور پر ستون نیچے اترنے لگا۔

"یہ... یہ تو واقعی نیچے اتر رہا ہے۔" شوکی نے کانپ کر کہا۔

"ہاں! جلد ہی ہم سمندر کے نیچے ہوں گے۔"

"اف... اوہ... اور ہم سانس کس طرح لے سکیں گے"

"سانس... کی تم فکر نہ کرو... اس ستون میں آکسیجن موجود ہے۔"

"لیکن کب تک... آخر ختم ہو جائے گی۔"

"نہیں... یہ کوئی بات نہیں... یہ ستون سمندر کے پانی سے آکسیجن جذب کر رہا ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ باہر پھینک رہا ہے۔"

"اوہ... اوہ... آپ تو آج ہمیں دو دو سمندروں کی سیر کرا رہے ہیں۔" فاروق چونکا۔

"دو دو سمندر... کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد حیران رہ گئے۔

"ایک اصلی سمندر... دوسرا حیرت کا سمندر۔" فاروق مسکرایا۔

"اور تیسرا اس ستون کا۔" آفتاب بولا۔

"تم اور بولے بغیر رہ سکو۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"خیر ایسی بات بھی نہیں... میں یقیناً بولے بغیر رہ سکتا ہوں۔" آفتاب مسکرایا۔

"اچھا رہ سکتے ہو گے... سب سے اہم سوال تو یہ ہے کہ پروفیسر انکل جیب میں ہاتھ ڈال کر کیا کرتے رہے ہیں... کیوں کہ پہلے پہل یہ ستون بھی ہاتھ جیب میں لے جانے کے بعد سطح سمندر سے ابھرا تھا اور اس کا ڈھکن بھی... پھر ستون کو نیچے لے جانے کے لیے بھی جیب میں ہاتھ ڈالا... ان کی جیب ہے یا سامری جادوگر کا تھیلا۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے... پرانے زمانے کے جادوگر بھی دراصل سائنس دان قسم کی چیزیں تھے، لیکن چوں کہ اس زمانے میں سائنس سے لوگ نابلد تھے... اس لیے ان کے کرتبوں کو جادو کا نام دیا گیا۔" فرحت بڑبڑائی۔

"نہیں... جادو ایک الگ چیز ہے... ہمارے دین میں اس کا ذکر ملتا ہے اور اسے حرام قرار دیا گیا، لیکن سائنس کا علم حاصل کرنا حرام نہیں۔" اشفاق جلدی جلدی بولا۔

ستون تیزی سے نیچے جا رہا تھا اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی لفٹ انہیں نیچے لے جا رہی ہو۔ ان کے چاروں طرف سمندر کا پانی تھا... اس پانی میں رنگ رنگ کی مچھلیاں تھیں... چھوٹی اور بڑی مچھلیاں، چاندی اور سونے کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مچھلیاں... وہ حیرت کے عالم میں انھیں دیکھنے لگے... اور سب کے ذہنوں سے فاروق کا سوال بھی غائب ہو گیا... یہاں تک کہ خود پروفیسر بھی بھول گئے... اور مچھلیوں میں گم ہو گئے....

ان سب کو ہوش اس وقت آیا جب انھیں ایک جھٹکا سا لگا اور جھٹکا اس لیے لگا تھا کہ لفٹ رک گئی تھی... لفٹ یا ستون کے رکتے ہی انھوں نے ایک دروازہ ستون میں دیکھا... ایک بار پھر پروفیسر داؤد نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دروازہ کھل گیا، اس وقت انھیں فاروق کا سوال یاد آیا... لیکن اب پروفیسر صاحب سے سوال کرنے کا وقت گزر چکا تھا... کیوں کہ.....

دروازے کے دوسری طرف دو روبوٹ کھڑے تھے... دروازہ کھلتے ہی ان میں سے ایک نے کہا:

"اپنی شناخت کرائیے۔"

وہ ساکت رہ گئے... اب شناخت کیسے کرائیں۔

اچانک انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا:

"ستارے چمک رہے ہیں۔"

"کیا!!!" روبوٹ نے چلا کر کہا... پھر اس کے ہاتھ میں ایک عجیب وضع کا پستول نظر آیا۔

"یہ ایٹمی پستول ہے... اس سے نکلنے والی ایک ہی شعاع تم سب کو جلا کر راکھ کر دے گی... اب بتاؤ... تم

Malik ji

"وہی جی کو تم لوگ تلاش کرنے اور قتل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے ہو۔"

"تب پھر... اب تم لوگوں کا سر توڑ ڈالا جائے گا۔" دوسرا روبوٹ بولا۔

"لیکن سر توڑنے سے پہلے ہمیں یہاں کی سیر ضرور کرا دیجیے گا... ورنہ حسرت ہی رہے گی کہ اس نئی سرزمین کی سیر نہ کر سکے۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"یہاں تو اوٹ پٹانگ باتیں نہ کرو۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"کیوں... یہاں کیا ہے... اور یہ تم اتنا جل کیوں رہی ہو۔"

"جلتی ہے میری جوتی..." فرزانہ نے پاؤں پٹخا..... جو آفتاب کے پیر پر پورے زور سے لگا۔

"یہ جوتی کو جلا رہی ہو... یا میرے پیر کا بھرکس نکال رہی ہو۔" اس نے فرزانہ کو گھورا۔

"اوہ... معاف کرنا بھئی... مجھے تنگ ہے نا یہاں... ایک دوسرے سے جڑے تو کھڑے ہیں۔"

"تب پھر ان حالات میں پیر بھی کیوں پٹخا جائے۔" آفتاب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بولا۔

"ہاں، بات یہ بھی ٹھیک ہے... خیر اب خیال رکھوں گی۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"کوئی کام بھی باس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا یہاں۔"

"تب ہمیں ان سے ملا دیں۔"

"میں ان سے بات کرتا ہوں... تم لوگ حرکت نہ کرنا۔" روبوٹ نے پستول کو حرکت دے کر کہا۔

"ارے نہیں... ہمارا دماغ نہیں پھر گیا ہے۔"

"جن لوگوں کا دماغ نہ پھرا ہوا ہو... وہ تو یہاں آ ہی نہیں سکتے۔" ایک روبوٹ بولا۔

"تو کیا... آپ کے باس کا بھی دماغ پھرا ہوا ہے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں غیر متعلق لوگوں کی بات کر رہا ہوں۔" روبوٹ نے بھنا کر کہا۔

"خیر کرتے رہیں... ہمیں کیا اعتراض ہے۔"

روبوٹ نے فون کا ریسیور اٹھا کر کہا،

"ہیلو باس... کچھ اجنبی لوگ پہنچے آ گئے ہیں... وہ آپ تک آنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن... وہ یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔" دوسری طرف سے بالکل باریک سی آواز سنائی دی۔

"لیکن ابھی تک ان سے معلوم نہیں کیا ہم نے۔"

"خیر... انھیں میرے پاس لے آؤ... میں ان کا بغور جائزہ لینا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"چلو مسٹرز..." ایک روبوٹ نے کہا۔

"ضرور کیوں نہیں... چلنے کے لیے ہی تو یہاں آئے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

وہ ان کے آگے چلنے لگے... سمندر کے نیچے یہ کوئی بہت بڑا منصوبہ تھا... ساری عمارت صرف شیشے کی تھی... ہر چیز شیشے کی اور شاید یہ شیشہ بلٹ پروف اور بم پروف تھا... یا پھر اس سے بھی کچھ زیادہ خوبیوں والا۔ اب ان کے ساتھ ایک گول سا کمرہ تھا... اس کمرے میں مختلف آلات نصب تھے اور ان آلات پہ بوڑھے سائنس دان کام کر رہے تھے... یہاں قریباً دس سائنس دان موجود تھے... درمیانی جگہ سے گزرتے وہ اس کمرے سے نکل آئے۔ اب وہ ایک برآمدے میں تھے... عمارت سے باہر اب بھی انھیں مچھلیاں ہی مچھلیاں نظر آ رہی تھیں۔

طویل برآمدے کے دونوں طرف بھی کمرے تھے... ان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے دروازے بند تھے... لیکن ان کے اندر بھی سائنس دان بیٹھے نظر آ رہے تھے... وہ سب اپنے کاموں میں مصروف تھے... آخر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر روبوٹ رک گیا... اس کمرے کے باہر برآمدے میں بھی کرسی اور میز بچھی تھی اور اس پر ایک لمبے قد کا آدمی موجود تھا... اس کا رنگ بالکل سرخ تھا... اور آنکھیں نیلی... اس نے ان پر ایک ناخوش گوار نظر ڈالی... پھر بولا:

"تو یہ ہیں وہ بن بلائے مہمان۔"

"ہاں... انھیں باس کے کمرے میں جانے دیں۔" روبوٹ بولا۔

"اگر باس نے حکم نہ دیا ہوتا تو ہرگز نہ جانے دیتا، لیکن اب مجبور ہوں۔" اس نے کہا اور دروازے پر لگا ایک بٹن دبایا۔

عجیب بات یہ تھی کہ باس کے کمرے میں انھیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، شاید یہاں اندھا شیشہ استعمال کیا گیا تھا...

بٹن دبتے ہی دروازہ کھل گیا... اور وہ اندر داخل ہو گئے... روبوٹ بھی ان کے ساتھ اندر داخل ہوا... انھوں نے دیکھا... کمرے کے بیچوں بیچ ایک میز

Malik ji

تھی... اس میز پر عجیب و غریب آلات نصب تھے... میز کے دوسری طرف ایک پتلی دبلی لڑکی بیٹھی تھی... اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی... وہ میز پر نظریں جھکائے نیلگوں رنگ کے ایک آلے میں گم تھی۔

"یہ حاضر ہیں باس۔" روبوٹ نے کہا۔

اس نے چونک کر دیکھا... اور پھر گویا اچھل پڑی...

ادھر پہلے محمود اور آصف زور سے چونکے۔ پھر چھوٹی پارٹی کے تمام اراکین... کیوں کہ انھوں نے اسے صاف پہچان لیا تھا...

"تت... تم... انسپکٹر جمشید وغیرہ ہو۔"

"کمال ہے... آپ نے ہمیں میک اپ میں بھی پہچان لیا ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کوئی کمال نہیں... یہاں میک اپ زدہ چہرہ بھی اصل نظر آتا ہے... اگر یقین نہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ لو۔"

انھوں نے جو ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو چہرے اصلی نظر آئے۔

"اوہ کمال ہے۔"

"لیکن محمود... تم لوگ کس بات پر چونکے تھے..."

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جمشید بولے۔

"ہم ان صاحبہ کو جانتے ہیں ... یہ اشماریہ ہیں۔"

"کیا!!!"

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی ... پھر حیرت میں خوف بھی شامل ہو گیا۔

مکھن کا نام

"بہت خوب! تم نے بھی مجھے پہچان لیا ... میں تم لوگوں کی اب تک کی کارروائیوں سے پوری طرح آگاہ ہوں ... پل پل کی خبریں ملتی رہی ہیں مجھے ..." اشماریہ نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" شوکی نے بڑا سا منہ بنایا۔

"کیوں ... ہو کیوں نہیں سکتا۔"

"اگر آپ کو پل پل کی خبر ملتی رہی ہے ... تو پھر ہمارے اس مینار میں داخل ہونے کی خبر کیوں نہیں ملی۔"

"یہ تو تمھاری غلط فہمی ہے ... جب ہم چاہیں، اسی وقت سکرینوں پر یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ سمندر میں کون ہے ... میں نے سمندر میں تم لوگوں کو لانچ پر بیٹھے دیکھ لیا تھا ... اور جب پروفیسر صاحب نے ریموٹ کنٹرول آنے کا بٹن دبایا ..."

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"کیا!!!" وہ چونک اٹھے اور پروفیسر صاحب کی طرف گھوم گئے۔

"ہاں! وہ ٹھیک ہے... یاد کرو... میں نے کہا تھا کہ یہ کسی چیز کا ریموٹ کنٹرول آلہ ہے۔" وہ مسکرائے۔

"تو آپ جیب میں ہاتھ اس لیے لے جا رہے تھے۔"

"ہاں!" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن اس آلے پر تو صرف ایک بٹن ہے۔"

"ایک ہی بٹن سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔"

"میں نے تم لوگوں کو دیکھ لیا تھا اور یونہی مینار اوپر اٹھا، میں نے تم لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی... اگر ہم چاہتے تو مینار کو اوپر اٹھنے سے ہی روک دیتے، دراصل ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبتے ہی مینار روشن ہو جاتا ہے اور ادھر سکرین پر سمندر کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے... بس میں نے سوچا... تم لوگوں کو زیرِ سمندر دنیا دکھا ہی دیں۔"

"ہوں! لیکن اس دنیا کے بنانے میں ایک غلطی آپ لوگوں سے ہو گئی۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"وہ کیا... کیا آپ کا اشارہ مینار کی طرف ہے؟"

"ہاں! وہ سمندر میں پانی کی سطح سے ذرا کم گہرائی

پر کیوں رہتا ہے... اسے بھی سمندر سے بہت نیچے ہونا چاہیے تھا... تاکہ کوئی غوطہ خوری کر کے بھی اس کا سراغ نہ لگا سکے۔"

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہمارے سائنس دانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا... کہ ایسا کیا جائے، لیکن ہو نہیں سکا... وہ ناکام ہو گئے اور اس مینار کو سمندر میں ہی رکھنا پڑا... ورنہ یہ صرف سمندر میں پانی سطح تک ابھرتا... سمندر سے اوپر تک نہ ابھرتا... اس صورت میں سمندر کا پانی اندر داخل ہو جاتا۔"

"لیکن آخر... یہ دنیا یہاں بسانے کی ضرورت کیا تھی؟" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"ضرورت تھی... ہم یہ کام اوپر رہ کر نہیں کر سکتے تھے... اس صورت میں ہم بالکل محفوظ نہ رہتے... ہمارا آسانی سے سراغ لگا لیا جاتا۔"

"سراغ تو اب بھی ہم نے لگا لیا ہے۔"

"نہیں! یہ کوئی سراغ لگانا نہیں ہوا... تم ادھر تم لوگ سمندر میں آئے، ادھر ہم لوگوں نے تمھیں دیکھ لیا۔" انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا پھر جلدی سے بولے۔

"تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو... اس دنیا کا تم بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"بس روبوٹ کو حکم دیں کہ ابھی پستول ہٹا لے، پھر دیکھیں ہم کیا کرتے ہیں۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ اچھا... یہ بات ہے... بکی... تم جاؤ۔"

روبوٹ کچھ کہے بغیر مڑا اور کمرے سے نکل گیا... پھر اشماریہ نے ایک آلے کی طرف منہ کر کے کہا:

"تم سب لوگ اس بات کو نوٹ کر لو... یہ جو ہمارے نئے ہی بلائے مہمان یہاں آئے ہیں نا... ان میں سے کسی ایک پر بھی کوئی ہاتھ نہ اٹھائے... یہ پوری طرح آزاد ہیں... اگر یہ یہاں سے نکل سکیں تو روکنے کی کوشش بھی نہ کی جائے... سن لیا سب نے؟"

"یس میڈم۔" بہت سی آوازیں ابھریں۔

"اب کیا خیال ہے۔" اشماریہ نے مسکرا کر کہا۔

"ہم اپنی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔" آصف نے پرعزم لہجے میں کہا۔

"میں تمھاری کوششوں کو بالکل ایسے انداز میں دیکھوں گی جیسے کوئی طاقت ور انسان ایک بالکل ننھے بچے کی کسی کوشش کو دیکھتا ہے... اور لطف لیتا ہے۔"

"او کے... آئیے پروفیسر صاحب... ہم یہاں سے چلیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

"ضرور ضرور... بھول نہیں۔" اشماریہ ہنسی۔

"جانے سے پہلے ان سے دو دو ہاتھ کیوں نہ کر لیں۔" آصف بولا۔

"پہلے ہم باہر جانے کا جائزہ لیں گے... اگر جانا مشکل نظر نہ آیا تو پھر رک جائیں گے، اور ان سے دو دو ہاتھ کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور پھر وہ واپس مڑے... اس کمرے سے نکلے... برآمدے میں آئے... پھر کمروں کو عبور کر کے ہی اس جگہ آئے، جہاں دونوں روبوٹ کھڑے تھے... اور مینار کا دروازہ بند تھا... پروفیسر داؤد نے ریموٹ کنٹرول آلے کا بٹن دبا دیا... لیکن دروازہ نہ کھلا... انھوں نے بار بار کوشش کی... لیکن دروازہ نہ کھلا... جواب میں آخر اشماریہ کا قہقہہ انھیں سنائی دیا۔

"یہ آلہ صرف آنے کے لیے ہے، جانے کے لیے دروازے ہم کھولتے ہیں... اس وقت بھی جتنے دروازے کھلے ہیں میرے اشارے پر کھلے ہیں... ورنہ تم لوگ تو میرے کمرے میں سے بھی نہیں نکل سکتے تھے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اور ایک طرح یہ بہتر ہی ہوا کہ تم لوگ یہاں آ گئے... اب کم از کم تم دونوں کے اندر تو موجود نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو... رہی انتظام کی حکومت، تو اس کی ہمیں ذرا پروا نہیں... اس سے ہم نمٹ لیں گے۔"

"لیکن... کیا ہم واپس آپ کے کمرے میں آ سکتے ہیں۔" شوکی ہکلایا۔

"ہاں... ضرور آ جاؤ... لیکن کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"پھر بھی... آپ ہمیں اجازت دے چکی ہیں۔"

"میں تو کہہ چکی ہوں کہ اس دنیا کے اندر تم بالکل آزاد ہو... بس یہاں سے نکلنا میری مرضی کے بغیر ناممکن ہے۔"

"ہوں... ہم سمجھ گئے... کیا اس پورے منصوبے کی انچارج آپ ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"نہیں! اس منصوبے میں بہت بڑے بڑے دماغ کام کر رہے ہیں... میں صرف یہاں کی انچارج ہوں۔"

"آخر یہ منصوبہ کیا ہے۔"

"افسوس! یہ بات نہیں بتائی جا سکتی۔"

"کیوں! کیا آپ کا خیال ہے... ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"نہیں... ایسا نہیں ہو سکے گا... اس کے باوجود ہم کچھ نہیں بتا سکتے... ورنہ لطف نہیں آئے گا۔"

Malik ji

"رہتا نہیں... آپ لوگ لطف کے اس قدر پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"ہم اپنے لطف کے نہیں... آپ لوگوں کے لطف کے لیے کہہ رہے ہیں... آپ کو لطف نہیں آئے گا۔"

"تو پھر آپ ہمارے لطف کو ڈالیں بھاڑ میں۔"

"کس میں؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"بھاڑ... نہیں جانتیں آپ... بھئی... یہ ہے آپ کی معلومات کا حال... خیر میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں... بسکٹ، ڈبل روٹی وغیرہ کو پکانے کے لیے آپ لوگوں کے ہاں کیا چیز استعمال ہوتی ہے۔"

"بڑے بڑے اوون۔" اس نے کہا۔

"بس تو پھر ہم اس قسم کی چیز کو بھاڑ کہتے ہیں۔"

"بہت مشکل سا لفظ ہے... بھ... باڑ۔"

"باڑ... نہیں بھاڑ۔" فاروق نے کہا۔

"ہو گا... مجھے کیا۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"خیر... ہم آپ کی طرف آ رہے ہیں... اپنا بچاؤ کر لیں۔" خان رحمان نے تنگ آ کر کہا۔

"آؤ... آؤ..." وہ بولی۔

اور پھر اس کے کمرے میں داخل ہوئے... اس کے چہرے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پر خوش گوار مسکراہٹ تھی۔

"تم لوگوں کی بے بسی پر مجھے ترس آ رہا ہے۔"

"کچھ دیر بعد اپنی بے بسی پر ترس کھانے کے لیے تیار رہیں۔" آفتاب نے جتا کر کہا۔

"تو میں اٹھ کر تم لوگوں کے سامنے آ جاتی ہوں... تاکہ تمہیں ادھر آنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔" اشماریہ نے اٹھ کر کہا۔

"ہرگز نہیں... وہیں بیٹھی رہیے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

"کیوں... کیا ڈر گئے آپ؟" وہ بولی۔

"نہیں... وہاں بیٹھ کر شاید آپ ہمارا ڈر نہیں سہ سکیں گی... اس لیے اٹھ کر ادھر آ رہی ہیں... آپ وعدہ کر چکی ہیں... کہ ہم ہر طرح آزاد ہیں اور یہاں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر... یونہی سہی۔" اس نے کہا اور پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھی۔

"میں اس پر حملہ کروں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں جمشید... مجھے حملہ کرنے کی اجازت دو۔"

"خان رحمان... یہاں فوجی ہتھکنڈے نہیں چلیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو میرے بارے میں کیا خیال ہے؟" منور علی خان مسکرائے۔

"نہیں... یہاں شکاری داؤ پیچ بھی کام نہیں آئیں گے۔"

"اوہ! تو پھر آپ کس طرح مقابلہ کریں گے؟"

"پتا نہیں... بس دیکھتے جائیں۔"

انھوں نے کہا اور ایک قدم اٹھانے لگے۔ ان کے ساتھیوں کے دل دھک دھک کرنے لگے... کیونکہ اشماریہ پورے اطمینان سے بیٹھی تھی... اس نے اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہ کیا... آخر انسپکٹر جمشید اس کے بالکل قریب پہنچ گئے... انھوں نے یک دم اشماریہ کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن انھیں یوں لگا جیسے انھوں نے دھوئیں میں ہاتھ دے مارا ہو... وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹے... اگرچہ انھیں کوئی چوٹ نہیں آئی تھی... لیکن وہ بوکھلا ضرور گئے تھے۔

"اُف... کیا ہوا ابا جان۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"اُف... کچھ نہیں... کرسی پر اشماریہ کا جسم موجود نہیں ہے۔"

"کیا کہا... جسم موجود نہیں ہے۔" ان میں سے کئی ایک چلا اٹھے۔

"ہاں! مجھے بالکل ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں نے دھوئیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

میں ہاتھ دے مارا ہو... مطلب یہ کہ اشعاریہ کہیں اور موجود ہے، یہاں اس کا صرف عکس موجود ہے۔"

"یہ بھی غلط ہے... انسپکٹر جمشید۔"

"غلط کیسے؟" وہ بولے۔

"میں گوشت پوست کی حالت میں یہاں موجود ہوں... یہ دیکھو ثبوت۔"

یہ کہہ کر اشعاریہ نے میز پر سے ایک پن اٹھائی اور اس کی نوک اپنی انگلی پر دے ماری... انھوں نے اس کی انگلی سے خون کے چند قطرے نکل کر کمرے کے فرش پر گرتے دیکھے...

"اس خون کو انگلی سے چھو کر دیکھ سکتے ہو... کیوں کہ یہ لہو میرے جسم سے جدا ہو چکا ہے... جب تک کوئی چیز میرے جسم کے ساتھ ہے... تم اس چیز کو چھو بھی نہیں سکو گے۔"

محمود فوراً جھکا اور انگلی سے خون کو چھو کر دیکھا... خون اس کی انگلی پر لگ گیا... اب تو ان کی آنکھیں حیرت سے اور بھی پھیل گئیں۔

"پھر ہم آپ کے جسم کو چھو کیوں نہیں سکتے؟"

"یہ ہمارے سائنس دانوں کا کمال ہے۔" اس نے کہا۔

وہ سناٹے میں آ گئے... خود پروفیسر داؤد کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی...

"کیا آپ کی طرح ہم یہاں موجود کسی بھی شخص کو نہیں چھو سکتے۔"

"ہاں! بالکل نہیں چھو سکتے۔" اس نے کہا۔

"ہم عملی طور پر تجربہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔" اشعاریہ نے کہا۔

وہ دوسرے کمروں کی طرف بڑھے اور ایک ہی وقت میں بہت سے سائنس دانوں کی طرف بڑھے... لیکن کسی ایک کو بھی نہ چھو سکے...

"اب... اب ہم کیا کریں۔" شوکی نے کانپتی آواز میں کہا۔

"آؤ برآمدے میں چل کر سوچیں۔" خان رحمان بولے۔

"سوچنے کے لیے اچھی جگہ تجویز کی۔" اشعاریہ کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

وہ برآمدے میں آ گئے... یہاں نہ روبوٹ تھے نہ سائنس دان اور نہ اشعاریہ...

"اس کا مطلب ہے... ہم بری طرح پھنس چکے ہیں۔" منور علی خان بولے۔

"یہ نہیں کہا جا سکتا۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"تو پھر کیا کہا جا سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں غور کر رہا ہوں... مجھے غور کی مہلت دو،" انھوں نے کہا۔

"ضرور لیجیے مہلت انکل... یہاں مہلت کی کیا کمی ہے،" بکمن نے کہا۔

"شکریہ بکمن!"

"بکمن... یہ کیا نام ہوا،" اشماریہ کی آواز سنائی دی۔

"بکمن ہم لوگ کریم کو کہتے ہیں... یہ حضرت چونکہ بہت صاف ستھرے رنگ کے ہیں، لہٰذا گھر میں انھیں بکمن کہا جانے لگا،" پروفیسر داؤد بولے۔

"تو میں انھیں کریم کہوں گی،" وہ ہنسی۔

"کریم ہمارے نزدیک ہمارے معبود کا نام ہے... وہ رحیم کریم ہے۔"

"اب کیا پروگرام ہے تم لوگوں کا،" اس نے پوچھا۔

"ہم آپ لوگوں سے ٹکرانے اور یہاں سے نکلنے کے بارے میں غور کریں گے، مشورہ کریں گے، پھر کوئی اقدام کریں گے، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"بالکل نہیں... تم لوگ پوری طرح آزاد ہو... ہاں جب ہمارے سونے کا وقت ہو جائے گا... اس وقت آپ لوگوں کو بھی سونا پڑے گا... کیوں کہ ہمارے سیارے میں آپ کوئی ...نہ کر جائیں۔"

"بہت بہتر... جب آپ لوگوں کا سونے کا پروگرام ہو... ہمیں بتا دیجیے گا... ہم بھی سو جائیں گے۔"

"ایسے نہیں... میں خود تم لوگوں کو نیند کی ایک خوراک دوں گی،" وہ مسکرائی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے... ہم لوگوں کو نیند پہلے ہی بہت آتی ہے،" آصف جلدی سے بولا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو... میں تم لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں،" اشماریہ نے شاید منہ بنا کر کہا۔

اور پھر وہ سوچ میں ڈوب گئے... اس طرح بہت دیر گزر گئی... کچھ سجھائی نہ دے سکا... ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی:

"اشماریہ... آپ سو تو نہیں گئیں۔"

"جب میں سو رہی ہوں گی تو آپ لوگ بھی نہیں جاگ رہے ہوں گے۔"

"تو پھر... یہ بتا دیں... کھانے کا کیا پروگرام ہے... کیونکہ میں بھوک محسوس کر رہا ہوں۔"

"کھانا ملے گا... فکر کی ضرورت نہیں... اس عمارت کی آپ لوگوں کو پوری طرح سیر نہیں کرائی گئی... یہاں پورا عملہ موجود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہے.... اور محافظ بھی موجود ہیں... لیکن آپ لوگ ان میں سے بھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"

"خیر... آپ کھانا منگوائیے۔"

"ابھی کھانے کا وقت نہیں ہوا... وقت سے پہلے کھانا نہیں منگوایا جا سکتا... آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔"

"اوہ اچھا خیر۔" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا... بھوک اور ان سے برداشت ہو جائے، یہ کس طرح ہو سکتا تھا...

"بھئی فاروق... تمہاری جیب کا کیا حال ہے۔" انہوں نے کہا۔

"جی... خیریت سے ہے۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے.... اس میں ہر قسم کی چیزیں ہوتی ہیں... کوئی کھانے کی چیز بھی تو ہونی چاہیے۔"

"اوہ یہ بات ہے... آپ کو مایوسی نہیں ہوگی انکل۔"

"تب... تو کچھ کھانے کو ہے۔"

"ہاں! بسکٹ کا ایک چھوٹا سا پیکٹ۔"

"ارے تو دو نا۔" انہوں نے بچوں کی طرح کہا۔

"ابھی لیجیے۔" فاروق مسکرایا اور جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

"ابھی تو تم دے چکے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"میں جانتا ہوں... پروفیسر صاحب کو بھوک لگی ہے... وہ نہیں نکالیں گے... یہ لیجیے انکل... یہ رہا پیکٹ۔"

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ باہر نکالا... لیکن ان سب نے دیکھا، اس کے ہاتھ میں ایک ربڑ کا پیڈ تھا... جب خود اس نے پیڈ کو دیکھا تو بولا:

"اوہ... معاف کیجیے گا انکل۔"

"معاف کیا بھئی معاف کیا... تم جلدی سے پیکٹ نکالو۔"

فاروق نے ہاتھ پھر جیب میں ڈالا اور باہر نکالا...

اس مرتبہ اس کے ہاتھ میں بسکٹ کا پیکٹ ہی تھا، پروفیسر صاحب نے پیکٹ جھپٹ لیا اور اسے کھول ڈالا... لیکن ابھی ان کا ہاتھ منہ کی طرف گیا ہی تھا کہ ان کی نظریں شوکی پر جا پڑیں... شوکی کی نظریں پیکٹ پر تھیں...

"کیا تم بھی بھوکے ہو شوکی۔"

"جی... نہیں... انکل۔" شوکی بولا۔

"میں سمجھ گیا... ضرور تمہیں بھی شدید بھوک لگی ہے اور شاید میری طرح تم بھی بھوک برداشت کرنے کے عادی نہیں ہو، یہ بسکٹ تم کھا لو شوکی... یہ لو۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں انکل... میں ابھی بھوک محسوس نہیں کر رہا۔" شوکی مسکرایا "میں جو کہہ رہا ہوں... یہ تم کھا لو!"

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"نہیں پروفیسر انکل... میں نہیں کھاؤں گا... یہ آپ کے لیے ہیں۔" شوکی نے کہا۔

"ابھی جھگڑنے کی ضرورت نہیں... بہت جلد کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔" اشماریہ کی آواز سنائی دی۔

"ہم جھگڑ نہیں رہے... یہ تو ایک دوسرے سے محبت کی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

ایک گھنٹے بعد کہیں جا کر ان کے سامنے برآمدے کے فرش پر ہی کھانا لا کر رکھ دیا گیا... بسکٹ کے پیکٹ کی طرف نہ شوکی نے ہاتھ بڑھایا تھا نہ پروفیسر صاحب نے...

پھر وہ کھانے پر ٹوٹ پڑے... ابھی اچھی طرح سیر نہیں ہوئے تھے کہ اشماریہ کی آواز سنائی دی:

"کھانے کے بعد تم لوگ اس دنیا کا باقی حصہ بھی دیکھ سکتے ہو... کوئی پابندی نہیں ہے... ہمارے خلاف اور اس دنیا کے خلاف جو تم سے ہو سکے، کرنے کی اجازت ہے... لیکن سونے کے وقت سے پہلے پہلے۔"

"ہمارے بارے میں آپ کا پروگرام کیا ہے؟" آصف نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا... ارے ہاں! لگے ہاتھوں... جنگ کا جائزہ بھی لے لیا جائے۔"

اور پھر سکرین پر منظر گھومنے لگے... پہلے سمندر نظر آیا... پھر جنگ جاری دکھائی دینے لگی... بیگال اور انشام کی بحری جنگ، خشکی کی جنگ اور فضائی جنگ... تینوں کے مناظر باری باری دکھائی دینے لگے...

"ابھی تک بیگال زبردست کامیابی حاصل کر رہا ہے۔" اشماریہ نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے... آپ کی ہمدردیاں بھی بیگال کے ساتھ ہیں۔"

"میں خود بیگالی ہوں۔" اس نے کہا۔

"یہ جاپانی بیگال میں کیوں موجود ہیں؟"

"ہمارے ایجنٹ ہیں... ہمارے لیے کام کرتے ہیں تو ہم ان کو فوج میں ملازمتیں کیوں نہ دیں... اور پھر فوج میں شامل ہو کر وہ عربوں کا جو صفایا کر رہے ہیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں..." وہ بڑبڑائے اور پھر کھانے کی طرف سے ہاتھ کھینچ لیا... کھانے کے بعد انھوں نے اس دنیا کی سیر کی... کئی بڑے بڑے شیشے کے ہال نظر آئے... جن میں بیگالی، انشام اور دنیا کے ماہرین تجربے کر رہے تھے... ان لوگوں نے انھیں خونخوار نظروں سے دیکھا... لیکن منہ سے کچھ نہ کہا... اگر اس دنیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

میں اسٹروں وغیرہ کا کوئی نظام نہ بھی قائم ہوتا... تب بھی وہ اتنے
بہت سے آدمیوں کا مقابلہ نہ کر پاتے... جب کہ ان لوگوں کے
پاس ایٹمی پستول بھی تھے... ان ایٹمی پستولوں پر انھوں نے
للچائی ہوئی نظریں کئی بار ڈالیں... شاید وہ سوچ رہے تھے کہ
اگر کسی طرح ایک آدھ پستول ہاتھ لگ جائے تو شاید وہ بہت
کچھ کر سکیں...

پھر سونے کا وقت ہو گیا... اور اشارہ نے پوچھا:
"کیوں بھئی... تم لوگ کتنے وقت کے لیے سونا چاہتے
ہو۔"

"یہی پانچ چھ گھنٹے اور کیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
"نہیں... میرا پروگرام کچھ اور ہے۔"
"اور وہ کیا...؟" خان رحمان مسکرائے۔
"یہ کہ تم لوگوں کو کم از کم تین ماہ کے لیے سلا دیا
جائے۔"
"کیا... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" فاروق چلا اٹھا۔
"تین ماہ سے پہلے ہمارا اصل پروگرام شروع نہیں ہو گا...
اس وقت تک تم لوگوں کو ان معاملات سے بالکل الگ تھلگ
رکھنا ہماری ضرورت ہے... تمھیں اسی وقت موت کے گھاٹ
اتار کر سمندر کی مچھلیوں کے حوالے کرنا بھی ہمارے لیے مد

درپیش آسان ہے... لیکن میں چاہتی ہوں... تم وہ نظارا
دیکھ کر مرو... بلکہ اس وقت تو شاید تم حیرت سے ہی مر
جاؤ گے... اس لیے... تم لوگ تین ماہ کے لیے سو
جاؤ۔"

"ہاں... لیکن... تین ماہ تک ہم کھائے پیے بغیر کس
طرح زندہ رہیں گے...؟" خان رحمان نے بوکھلا کر
کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں... یہاں ماہر ترین ڈاکٹر موجود
ہیں... وہ دواؤں کی خوراک تم لوگوں کو انجکشن کے
ذریعے دیتے رہیں گے... تم مرو گے نہیں... زندہ رہو
گے... پہلے بھی چھوٹی پارٹی کو ہم تمھارے ملک ہی ایک
ہفتے تک سلا چکے ہیں۔"

"ہاں یہ بات ٹھیک ہے... لل... لیکن... ہماری زندگی
کی ہے یہ تین ماہ تو نکل جائیں گے نا...؟" محمود بولا۔
"ہاں... یہ تو ہے... پھر کیا کیا جائے..." وہ بولی
"ہے:"

اور اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان پر
غنودگی طاری ہونے لگی...

"ارے... یہ... تو... کیا واقعی... ہم تین ماہ کے لیے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سو رہے ہیں۔"

"ہاں! اپنی گھڑیوں پر وقت دیکھ لو... مہینہ... دن اور تاریخ نوٹ کر لو... آج سے ٹھیک تین ماہ بعد تم اسی وقت جاگو گے اور میں تم سے ملاقات کروں گی۔"

وہ نیند کی وادی میں اترتے چلے گئے۔

Malik ji

تین ماہ بعد

"ارے بھائی کوئی ہے۔" فاروق نے ہانک لگائی۔

"ہاں! میں ہوں... اور تم بھی تو ہو۔" آفتاب بولا۔

"سنو یار میں نے ایک بہت بھیانک خواب دیکھا ہے، ابھی ابھی اس خواب سے بیدار ہوا ہوں۔"

"میں بھی ایک عدد بھیانک خواب سے ہی بیدار ہوا ہوں..." آفتاب بولا۔

"خیر... پہلے تم میرا خواب سن لو... پھر میں تمہارا خواب سنوں گا۔" فاروق نے کہا۔

"اور اگر تم نے سننے سے انکار کر دیا۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"بجر چھڑ کی سزا وہ تمہاری۔" فاروق نے کہا۔

"تمہاری کہ میری... دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔" آفتاب بھنا کر بولا۔

"نہیں... خواب کی وجہ سے ٹھیک نہیں لگ رہا۔" فاروق

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

نے گھبرا کر کہا۔
"ہم... میرا بھی یہی حال ہے... خیر... تم خواب شروع کرو۔"
آفتاب مسکرایا۔
"اچھا سنو... اور پھر اس اٹھارہ کی بچی نے ہمیں کہیں..."
فاروق نے خواب کے آخر میں کہا ہی تھا کہ آفتاب نے بات
کاٹ دی۔
"ارے... ارے... خبردار۔"
"کیوں... کیوں... کیا ہوا... کیا تمھیں اٹھارہ کی بچی
کہنے پر اعتراض ہے۔" فاروق گھبرا گیا۔
"نہیں... میری طرف سے تو تم اسے اٹھارہ کی بچی کی
بھی بچی کہہ لو... لیکن بات دراصل یہ ہے کہ میں تمھیں اپنا
خواب سنانے کی اجازت نہیں دے سکتا... اپنا خواب سناؤ پیارے،
میرے خواب کا سہارا نہ لو۔"
"دماغ خراب ہے تمھارا... یہ خواب تو میں نے اپنی آنکھوں
سے دیکھا ہے تمھاری آنکھوں سے تو خیر نہیں... بہرحال خود میں
نے دیکھا ہے... تم کون ہوتے ہو... اس خواب کو اپنا خواب
بتانے والے۔"
"لیکن میں نے بھی بالکل یہی خواب دیکھا ہے... یہ کس
طرح ہو سکتا ہے کہ تم بھی بالکل یہی خواب دیکھو۔"

"بخشش... شاید تم نے میرا خواب چرا لیا ہے۔"
"لو اور سنو... اب خواب بھی چرائے جانے لگے۔" مکھن
کی آواز پہلی بار سنائی دی۔
"ہائیں... یہ آواز تو میاں مکھن کی ہے... یہ کہاں سے
ٹپک پڑی۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔
"پڑی نہیں... پڑا... میں مکھن ہوں، بالائی نہیں۔" مکھن
بولا۔
"بھئی میں نے آواز کی بات کی ہے... تمھاری نہیں... میرا
مطلب ہے تمھاری آواز کہاں سے ٹپک پڑی۔"
"ہم شاید اس وقت ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔"
"ارے ہاں... یہ کشتی شاید شیشے کی بنی ہوئی ہے۔"
"تم لوگ غلط سوچ رہے ہو... ہم شیشے کی اسی زمین
دوز دنیا میں ہیں اور تین ماہ تک سوتے رہنے کے بعد اب
بیدار ہوئے ہیں۔"
"اف مالک... تین ماہ ہم سوتے رہے... ہمارے ملک میں
تو ہمیں مردہ خیال کر لیا گیا ہو گا۔"
"خیر ہم ابھی بچھڑا نہیں... جنھیں اس قدر آسانی سے
مردہ خیال کر لیا جائے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"تو پھر... آواز دیجیے نا مرحوم سمی اٹھارہ صاحب کو..."

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"صاحب کہاں غائب ہیں۔" شوکی بولا۔

"موجود نہیں... شاید تم محترمہ کہنا چاہتے تھے۔" محمود نے لقمہ دیا۔

اب انھوں نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی... لیکن ممکن نہ ہوا... شاید تین ماہ تک سوتے رہنے کی وجہ سے کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔

"میں موجود ہوں... اور تمھاری باتیں سن رہی ہوں۔" اشعاریہ نے ہنس کر کہا۔

"اور شاید آپ ہماری باتوں پر ہنس بھی رہی ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں ایسی بات ہے... اپنی گھڑیوں کا جائزہ لے لو... دیکھو، تین ماہ گزر گئے ہیں یا نہیں؟"

انھوں نے گھڑیوں کی طرف دیکھا... واقعی تین ماہ گزر گئے تھے... اس لحاظ سے یہ ان کی زندگی کا طویل ترین کیس کہلا سکتا تھا جس میں ان کی زندگی کے تین ماہ مکمل ضائع ہو گئے تھے، بار دیے گئے تھے... اچانک شوکی نے کہا۔

"لیکن... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری گھڑیوں کو تین ماہ آگے کر دیا گیا ہو۔"

"ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔" اشعاریہ بولی۔

"یہ ہم کمزوری کیوں محسوس کر رہے ہیں؟"

"خوراک صرف اس حد تک دی جاتی رہی کہ تم لوگ بس زندہ رہ سکو... اور تمھارے پہلو تبدیل کیے جاتے رہے... تاکہ شل نہ ہو جائیں..."

"بہت بہت شکریہ... آپ نے ہمارے لیے اس قدر تکلیف کی...؟"

"اب تم لوگوں کو اٹھا کر میرے کمرے میں لایا جائے گا... چند منٹوں تک تم لوگ چلنے پھرنے کے کسی حد تک قابل ہو سکو گے... مکمل کمزوری دور ہونے میں تو خیر ابھی پانچ چھ گھنٹے لگیں گے۔"

پھر برآمدے میں چودہ پندرہ آدمی داخل ہوئے... انھیں اٹھا کر اشعاریہ کے کمرے میں لایا گیا... اشعاریہ پوری طرح تر و تازہ تھی... جب کہ وہ ایک دوسرے کو مرجھایا ہوا پا رہے تھے، ان کے رنگ زرد پڑ گئے تھے... یوں لگتا تھا جیسے برسوں کے بیمار ہوں۔

"اب میں تم لوگوں کو جنگ کا منظر دکھانا چاہتی ہوں۔ تین ماہ پہلے ملاقات ہونے سے پہلے بھی تم لوگوں کو میں نے جنگ کا منظر دکھایا تھا، یاد ہے کچھ؟"

"ہاں یاد ہے... یہاں کی فوجیں انتظام کر کے شکست دے رہی تھیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"آؤ تمھیں اس وقت..."

"لیکن افسوس! اس وقت پوزیشن مختلف ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ ہے کہ اب مسلمان بیگال کی فوج پر کاری ضرب لگا رہے ہیں اور یہ صرف ایک شخص کی وجہ سے ہو رہا ہے۔"

"صرف ایک شخص کی وجہ سے؟" ان کے لہجوں میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! نہ جانے وہ کہاں سے آ کر شام کی فوج میں داخل ہو گیا... بس جونہی وہ فوج میں آیا... حالات نے یکایک پلٹا کھایا اور بیگال کی شکست کے آثار نظر آنے لگے... یہ دیکھ کر بیگال نے اور بھی کئی محاذوں پر جنگ چھیڑ دی... لیکن اس شخص نے بجلی کی طرح سے ہر محاذ کی خبر لی اور بیگال کی کوئی پیش نہ جانے دی... اب حال یہ ہے کہ یہ نوجوان فتح پر فتح حاصل کر رہا ہے... اور اپنی قوم کا زبردست ہیرو بن چکا ہے... لوگ اس پر قربان ہو رہے ہیں... اس کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے ہیں... اس کے ایک اشارے پر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں... ماہرین کا کہنا ہے کہ ایسا جوش اور جذبہ کبھی چودہ سو سال پہلے تو دیکھنے میں آیا تھا... اس کے علاوہ کوئی مثال نہیں ملتی۔"

"کمال ہے... ویسے ہمارے لیے یہ بات بہت خوشی کی ہے۔" خان رحمان بولے۔

"اور آپ کے لیے یہ حالات کیسے ہیں مسٹر اشمارہ؟" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمارے لیے بہت تشویش ناک ہیں... ہم لوگ پریشان ہو کر رہ گئے ہیں... لیکن عملی طور پر ہم کچھ نہیں کر سکتے، کیوں کہ میرے ذمے اس منصوبے پر عمل کرنا ہے... نہ کہ فوجی معاملات میں دخل اندازی کرنا... فوجی معاملات فوجی ماہرین جانیں۔"

"ہوں... اور ان تین ماہ تک آپ لوگ کیا کرتے رہے... کیا ابھی آپ کی تیاری مکمل نہیں ہوئی؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"بالکل مکمل ہیں... بس آرڈر ملنے کی دیر ہے۔"

"کیا مطلب... آرڈر ملنے کی دیر ہے... آپ کس سے آرڈر وصول کریں گے؟"

"اس منصوبے کو ترتیب دینے والوں کی طرف سے ہدایات ملیں گی... ہم تو عمل کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔" اشمارہ نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں... ہمارے بارے میں آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"تم لوگ پوری طرح آزاد ہو۔"

"آزاد تو ہم تین ماہ پہلے بھی تھے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اب آزادی کا مطلب یہ ہو گا کہ تم لوگ وہاں جا سکتے ہو۔"

"لیکن ہم اس طرح کیسے جا سکتے ہیں... جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آپ کا منصوبہ کیا ہے... اور ہم اس منصوبے کو درہم برہم نہ کر دیں... اس وقت تک واپس جانا ہمارے لیے ناممکن ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ناممکن کو ممکن بنانا میرا کام ہے... فکر نہ کرو۔" اشاریہ بولی۔

"اچھا نہیں! آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا... آخری بار اس زیرِ سمندر دنیا کی سیر کر لو... اس کے بعد تم لوگوں کو اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے گا۔" اشاریہ نے کہا۔

اور پھر ان کے گرد بیس کے قریب مسلح آدمی آ کھڑے ہوئے... ان کے ہاتھوں میں ایٹمی پستول تھے، اچانک انسپکٹر جمشید کے ذہن میں ایک خیال گونجا:

"اگر ہم ایک ایٹمی پستول کسی طرح حاصل کر لیں تو... تو شاید ہم کچھ کر سکیں۔"

یہ خیال آتے ہی انھوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا... فوراً ہی اشاریہ کی آواز سنائی دی:

"میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہو... یہ کہ ایک عدد ایٹمی پستول ہاتھ لگ جائے... اشال... ایک پستول انسپکٹر جمشید کو دے دو۔"

"او کے مس۔" ایک شخص نے قدرے جھک کر کہا اور پستول ان کی طرف بڑھا دیا اور خود فوراً ہی دوسرا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں پستول لے لیا... اور پھر اسے چلانے کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

"میں یہ دکھانا چاہتی تھی... یہ پستول آپ لوگوں کے کسی کام نہیں آئیں گے... لیکن میرے آدمی ان کو اپنے ہاتھ سے چلا سکتے ہیں۔"

"کیا ان سے نکلنے والی ایٹمی شعاع شیشے کی ان عمارت کو نقصان نہیں پہنچائے گی؟" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"تو پھر... ان میں سے کسی سے کہیے کہ پستول کسی دیوار کی طرف کر کے چلائے۔" محمود بولا۔

"میں سمجھ گئی... تم چاہتے ہو... میرے آدمی پستول چلائیں اور تم اس کو چلانے کا طریقہ سمجھ جاؤ... خیر... یہ بھی کر کے دیکھ لو۔ اشال... پستول سے دیوار کی طرف فائر کرو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اشال نے فوراً پستول کا رخ دیوار کی طرف کیا... اور ٹریگر دبا دیا... پستول کی نال سے ایک شعاع تیر کی طرح نکلی اور دیوار سے ٹکرا کر بجھ گئی... اس نے دیوار کو کوئی نقصان نہ پہنچایا...

"اب یہ پستول مجھے دیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اشال سے کہا۔

اشال نے سوالیہ انداز میں اس طرف دیکھا جس طرف سے اشعاریہ کی آواز آ رہی تھی۔

"دے دو... انھیں اپنا اطمینان کرنے دو۔" اشعاریہ بولی۔

اس مرتبہ انسپکٹر کامران مرزا نے پستول لیا... اور فائر کرنے کی کوشش کی... لیکن شعاع نہ نکلی... اچانک انھوں نے پستول اشال کے منہ پر کھینچ مارا... پستول بری طرح اشال کی طرف گیا، لیکن اس کے نزدیک پہنچتے ہی واپس پلٹا، اور اگر انسپکٹر کامران مرزا ایک دم نیچے نہ بیٹھ جاتے تو پستول ان کے منہ پر لگتا...

"بہت خوب... یہ تجربہ بھی خوب رہا... لیکن تم لوگوں کو مایوسی ہی ہوئی ہو گی۔"

"ہاں! یہ تو خیر ٹھیک ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اگر یہ پستول اشال کے منہ سے ٹکرا سکتا تو تم لوگ

حملہ کر سکتے تھے... مطلب یہ کہ یہاں موجود تمام لوگ بالکل محفوظ ہیں... تم کچھ بھی کر لو... ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اشال... انھیں باقی کمروں کی سیر کرا دو... بس عمارت کی چھت پر تم انھیں نہیں لے جاؤ گے۔"

"کیوں... چھت پر کیا بات ہے؟"

"چھت پر کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں ہے۔" اشعاریہ بولی۔

"آخر وہاں کیا ہے؟"

"منصوبے کا ایک ضروری حصہ چھت پر ہے... لیکن وہ جگہ انتہائی خفیہ ہے... کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے، ہاں منصوبے کے آخری مرحلے پر منصوبے کا خالق ضرور یہاں آئے گا اور کارکردگی کا معائنہ خود کرے گا۔"

"خیر... نہ دکھائیے چھت... ہم میں ہمت ہو گی تو دیکھ لیں گے۔"

"ناممکن... تم لوگ تو وہاں تک ابھی نہیں جا سکتے۔" اشعاریہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اگر ہم واقعی نہیں جا سکتے... اس لیے ہم پریشان نہیں ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اب جاؤ... تم لوگ تو شاید میرا دماغ چاٹ جاؤ گے... جسم تمھارے ناکارہ ہوئے پڑے ہیں... لیکن زبانوں کے چلنے کا حال وہی ہے۔" اشتاریہ نے جل بھن کر کہا۔

"یہی تو ہماری زبانوں کا کمال ہے، اور ابھی تو آپ نے ان کا کمال دیکھا ہی نہیں... یہ تو جب چلنے پر آتی ہیں تو اُف... وے اور بندہ بے... مجال ہے... جو رک جائیں۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے... تشریف لے جایئے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اور وہ بیس آدمیوں کے نرغے میں ایک ایک کمرہ دیکھتے پھرے... یہ واقعی ایک چھوٹی سی دنیا تھی... یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی... اگر کوئی چیز نہیں تھی تو سورج کی روشنی، وہ سورج کی روشنی کا کسی طرح انتظام نہیں کر سکے تھے... یہاں ان کی سائنس دھری کی دھری رہ گئی تھی کہ اس دنیا میں باورچی خانے بھی تھے... غسل خانے بھی تھے... لباس کے کمرے بھی تھے... لیکن اب ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں کی ہر چیز سمیٹی جا رہی تھی... سامان بندھے پڑے تھے۔

"یہ سامان کیوں باندھ دیئے گئے ہیں؟"

"آخری مرحلے کے فوراً بعد ہمارا کام یہاں بالکل ختم ہو جائے گا... یہاں کوئی کام نہیں رہ جائے گا... لہٰذا ہم اپنے گھروں کا رخ کریں گے۔" اشتال نے کہا۔

"اور یہ آخری مرحلہ کب آنے والا ہے؟"

"چند روز تک۔" اس نے کہا۔

"ہمیں کس طرح معلوم ہو گا کہ منصوبے پر عمل کیا جا چکا؟" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ضرور معلوم ہو جائے گا... فکر نہ کرو۔" اشتال مسکرایا۔

سیر سے فارغ ہو کر وہ اشتاریہ کے کمرے میں لائے گئے...

"تم لوگوں کو آزادی مبارک ہو... ہماری فراخ دلی کی داد دو... کہ تم لوگوں کو خطرناک ترین دشمن ہوتے ہوئے بھی زندہ یہاں سے واپس جانے دیا جا رہا ہے۔"

"ہوں... یہ بات تو خیر ٹھیک ہے... اور آپ لوگ یہ اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم آپ کے منصوبے کی کامیابی کو دیکھ سکیں۔"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"ایک سوال اور... اگر آپ اجازت دیں۔" فرزانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔" اشتاریہ مسکرائی۔

"جب آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں گے... میرا مطلب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہے... اس سمندر دوز دنیا کو خیر باد کہہ دیں گے تو اس دنیا کا کیا بنے گا؟"

"شاید اسے تباہ کر دیا جائے گا... کیوں کہ اس کے بعد اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔"

"شکریہ... مجھے اور کچھ نہیں پوچھنا۔"

"کسی کو کوئی سوال کرنا ہے تو کر سکتا ہے۔" اشماریہ نے اعلان کیا۔

"سوال تو نہیں... میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔" پروفیسر داؤد سرسری انداز میں بولے۔

"درخواست... کیسی درخواست۔"

"ویسے آپ اس درخواست کو نامنظور بھی کر سکتی ہیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"درخواست کیا ہے۔" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہم کئی ماہ تک سوتے رہے ہیں... جب کہ ہم روزانہ نہانے کے عادی ہیں... وطن کی سرزمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے چاہتے ہیں کہ ہم غسل کر لیں۔"

"یہ کیا درخواست ہوئی... اس میں جھجک کیسی... شوق سے غسل کر لو۔" اس نے کہا۔

"آپ سمجھیں نہیں... ہم مسلمان ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"ہم دوسروں کے سامنے ننگے نہیں ہوتے... لیکن آپ ان آلوں کے ذریعے اس دنیا کے ہر گوشے کو دیکھ سکتی ہیں۔"

"اوہ اچھا... میں سمجھ گئی... خیر... ہم لوگ غسل خانوں کو منظر نہیں دیکھیں گے۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے... میرا مطلب ہے... ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ آپ نہیں دیکھ رہیں..."

"تب پھر آپ کا اطمینان کس طرح ہو سکتا ہے۔" اشماریہ بولی۔

"اس طرح کہ ہم میں سے نصف لوگ غسل کرنے جائیں گے، نصف یہاں ادھر ادھر موجود رہیں گے... اس طرح باقی نصف نہا لیں گے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"اشمال... ان کے غسل کا بندوبست کرو۔" اشماریہ نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پروفیسر صاحب کی تجویز کے مطابق غسل کر رہے تھے... فارغ ہونے کے بعد وہ پھر اشماریہ کے کمرے میں جمع ہوئے...

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اب میں تم لوگوں سے رخصت چاہوں گی..." اس نے الوداعی انداز میں کہا۔

"کیا ہماری ڈرماں میں یا کہیں آس پاس ملاقات ہو گی؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اچھا تو پھر... ہم چلتے ہیں۔"

"لیکن محترمہ... کیا سمندر میں وہ لانچ موجود ہو گی؟" شوکی گھبرا کر بولا۔

"وہ تو تین ماہ پہلے کی بات ہے... لیکن تم لوگوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں... اس کا انتظام بھی ہمارے ذمے ہو گا، ہمارے پاس ربڑ کی کشتیاں موجود ہیں... جن میں موٹریں بھی لگی ہوئی ہیں مطلب یہ کہ ان کی ہوا خارج کر کے تھوڑی سی جگہ میں ان کو رکھا جا سکتا ہے۔"

"ہاں اسیری کے دوران میں وہ کشتیاں دیکھ چکا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"اچھا تو پھر اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔"

اشتاریہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان پر پھر نیند طاری ہونے لگی... ادھر اشتاریہ نے چند بٹن دبائے اور اسے ایسا کرتے ہوئے انھوں نے صاف دیکھ لیا... گویا وہ باہر نکلنے کے طریقے سے بھی واقف ہو گئے تھے۔

"یہ... یہ کیا... آپ تو نہیں پھر بے ہوش کیے دے رہی ہیں؟"

"اس حالت میں تم لوگوں کے لیے باہر جانا زیادہ مفید ہو گا۔" اس نے کہا۔

اور پھر وہ گرتے چلے گئے... ہوش میں آئے تو سمندر میں تیر رہے تھے... یعنی ربڑ کی دو کشتیوں میں... کشتیاں ساتھ ساتھ تیر رہی تھیں...

"جگ... کہیں... یہ سب ایک خواب تو نہیں تھا۔" آفتاب کی آواز ابھری۔

"اگر وہ سب کچھ خواب تھا تو ہم اس وقت ربڑ کی کشتیوں پر کیوں سوار ہیں... ویسے حقیقت کا پتا ڈرماں میں چل کر چلے گا... کیا واقعی ہم تین ماہ تک سوتے رہے ہیں... اور کیا واقعی وہاں جنگ کا نقشہ بدل چکا ہے؟"

ان کی کشتیاں ساحل کی طرف بڑھتی چلی گئیں... ساحل پر جنگ کے کوئی آثار نہیں تھے... البتہ ڈرماں کی فوج ضرور موجود تھی...

فوجیوں نے فوراً ان کی طرف رائفلیں تان لیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

غازی!

"خبردار... ہاتھ اوپر اٹھا دو... خبردار!"

ان کے ہاتھ اٹھ گئے... کشتیاں جوں ہی ساحل سے لگیں... فوجی ان کی طرف دوڑ پڑے:

"کون ہو تم لوگ؟"

"مسٹر یعقوب یا... ہمیں جانتے ہیں؟"

"یعقوب یا... اچھا اچھا... سابقہ حکومت کے وزیر خارجہ کے سیکرٹری... وہ تو شہید ہو چکے ہیں جنگ میں؟"

"کیا کہا... شہید ہو چکے ہیں؟"

"ہاں! وہاں کا بچہ بچہ جنگ کی آگ میں کود پڑا تھا... یہ ہمارے نوجوان غازی کی وجہ سے ہوا... انھوں نے کچھ ایسی روح پھونکی، مسلمانوں میں کہ جذبہ جہاد پیدا ہو گیا، اور پھر سب کے سب لڑائی میں شریک ہو گئے... بس پھر کیا تھا... جنگ کا پانسہ پلٹ گیا... اکال کو بھاگنا پڑا۔"

"اوہ اچھا... خیر... صدر صاحب ہمیں جانتے ہیں؟"

"وہ بھی شہید ہو چکے ہیں... اب تو ہمارے امیر غازی نوجوان ہی ہیں۔"

"اوہ... تب تو ہمیں اپنی کہانی سنانی پڑے گی... ہم غازی کو سنائیں گے۔"

"ضرور ضرور ہم آپ لوگوں کو انھی کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔" نوجوان فوجی نے کہا۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ ایک نورانی چہرے والے نوجوان کے سامنے قالین پر بیٹھے تھے... معلوم ہوا، وہ کرسی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا... اس کے چہرے پر ایک بارعب ڈاڑھی تھی... جس میں ایک دو بال سفید تھے... اس کی پیشانی کشادہ تھی... وہاں موجود تمام لوگ باادب بیٹھے تھے اور عقیدت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ہاں! فرمائیے... آپ لوگ کون ہیں... اور سمندر میں کہاں سے آ گئے ہیں؟"

"کہانی بہت طویل ہے... اس میں وقت لگے گا۔"

"میرے پاس وقت ہے... آپ فکر نہ کریں۔" اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

...ہم مسلمانوں کے محسن کا نام جاننا پسند کریں
گے۔"

"آپ مجھے غازی مہدی کہہ سکتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔
اس کی مسکراہٹ سے بھی پھول جھڑتے محسوس ہوئے۔

"شکریہ! میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور شروع سے لے کر آخر تک مختصر طور پر کہانی دہرا دی.... آخر وہ خاموش ہو گئے... غازی مہدی کچھ دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا... پھر اس نے کہا:

"پہلے تو ہمیں آپ کے ملک سے تصدیق کرنا ہو گی... کہ واقعی آپ لوگ وہاں سے یہاں آئے تھے... اس کے بعد ہم سمندر میں آپ کے ساتھ چلیں گے اور اس ہتھیار کو دیکھیں گے... پھر اسے تباہ کرا دیں گے... یہی چاہتے ہیں نا آپ؟"

"اس کو تباہ کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا... طیارہ شکن توپ بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"یہ بعد کی بات ہے... پہلے تصدیق۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

"آپ میرے مہمان ہوں گے... لیکن جب تک تصدیق نہیں ہو جاتی... اس وقت تک آپ کہیں جانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"لیکن جناب... تصدیق کرنے میں کیا دیر لگتی ہے... ابھی فون کر لیتے ہیں۔"

"نہیں... میرا ایک وفد آپ کے ملک جائے گا اور صدر سے ملاقات کی تصدیق کرے گا... آپ فکر نہ کریں، یہ کام تین روز کے اندر اندر ہو گا... دراصل تمہاری کہانی کے مطابق آپ تین ماہ تک سوتے رہے ہیں اور دنیا میں تین ماہ کے اندر ان گنت تبدیلیاں آ گئی ہیں... یہاں بھی یہی حال ہے... آپ ارد گرد کی خبروں سے بھی بے خبر ہیں... آپ صرف تین دن انتظار کر لیں... ہم آپ کو تین ماہ کے اخبارات بھی دے دیے جائیں گے... تاکہ آپ اس وقفے کے حالات اور واقعات پڑھ سکیں۔"

"اچھا... جیسے آپ کی مرضی... لیکن ہم ڈرتے ہیں... کہیں تین دن گزرنے سے پہلے وہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا نہ ہو جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خود آپ کا ہی تو کہنا ہے کہ اس مینار اور سمندر کو تباہ کرنا اتنا آسان نہ ہو گا... لہٰذا پہلے نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

مجاہدہ بھی تو لینے دیں... جب تک وفد آئے گا، ہم کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ بھی کر چکے ہوں گے... بہرحال اس دوران آپ کا پوری طرح خیال رکھا جائے گا... آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی... آپ پانچ وقت مجھ سے ملاقات کر سکیں گے... شہر کی جامع مسجد میں، میں تمام مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرتا ہوں... آپ بھی میرے ساتھ نماز ادا کرتے رہیے گا... یقیناً آپ کو حیرت انگیز خوشی ہو گی۔"

"ایک سوال اور... اگر اجازت ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ضرور ضرور... کیوں نہیں۔"

"آپ اسلام کی فوج میں کیسے شامل ہوئے... کیا پہلے سے ہی شریک تھے؟"

"نہیں... میں پہلے سے شریک نہیں تھا... یہ ایک لمبی کہانی ہے... یہ کہانی بھی میں آپ لوگوں کو تین دن گزرنے پر ہی سناؤں گا۔"

"اچھا... جیسے آپ کی مرضی۔" انھوں نے کہا۔

اور پھر انھیں تین دن تک صبر آزما انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ مسلمانوں میں ایک بالکل نئی لہر دیکھ کر بہت خوش ہوتے رہے... انھیں یوں محسوس ہوتا رہا... جیسے خلفائے راشدین کا دور لوٹ آیا ہو... اس غازی نے تو یہاں کی کایا ہی پلٹ دی تھی... تیسرے دن فجر کی نماز کے لیے جاتے وقت غازی مہدی نے ان سے کہا:

"وفد آج تمام لوٹ آئے گا... آپ کو خوش ہو جانا چاہیے۔"

"جی ہاں! ہم خوشی محسوس کر رہے ہیں۔"

"آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں... ہم بہت مزے میں ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"شکریہ... بس آپ کی نظر بندی کا آج آخری دن ہے۔" اس نے کہا۔

"نظر بندی... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... ہم نے تو خود کو ایک لمحے کے لیے بھی نظر بند محسوس نہیں کیا۔"

"وہ اس لیے کہ آپ لوگوں نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی... اگر آپ کوشش کرتے تو ضرور آپ کو روکنے کی کوشش کی جاتی اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ نظر بند ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تو آپ کو ہماری کہانی پر یقین نہیں آیا۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"یہ بات نہیں... کہانی ہے ہی اس قدر عجیب کہ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"ہوں! خیر... کوئی بات نہیں... ہمیں آپ سے کوئی گلا نہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

اور پھر وہ شہر کی سب سے بڑی مسجد میں داخل ہوئے... یہ مسجد شہر کے مشرقی سرے پر واقع تھی... اور اس کا سفید مینارہ بہت بلند تھا... اس کو دیکھ کر عجیب سی ہیبت دلوں پر طاری ہوتی تھی... مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی... لیکن غازی مہدی اور ان کے مہمانوں کے لیے راستا چھوڑا جانے لگا...

"کم از کم ہمیں تو نہیں رک جانا چاہیے... آپ کو تو خیر امامت کرانا ہے؟"

"لیکن آپ لوگ میرے ساتھ آنے کی وجہ سے دیر سے آئے ہیں... ورنہ آپ پہلے ہی آ گئے ہوتے... اس لیے آپ کو آگے آنے کا حق پہنچتا ہے..." غازی نے مسکرا کر کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔" وہ بولے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔

امامت کے لیے جا نماز مسجد کے صحن میں ہی بچھائی گئی

تھی... کیوں کہ گرمی بہت تھی... کچھ لوگوں کا حبس تھا... مسجد کے باہر بھی جہاں تک نظر جا رہی تھی... صفیں بچھا دی گئی تھیں... اور جہاں تک نگاہ تک لوگ نظر آ رہے تھے... پہلے سنتیں پڑھی گئیں... پھر مؤذن تکبیر کہنے لگا...

عین اسی وقت کسی نے حیرت زدہ آواز میں چلا کر کہا،

"ارے... وہ... وہ... وہ آسمان پر کیا ہے؟"

بہت سے لوگوں کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں...

"اوہو... یہ کیا ہے بھئی...؟" اس بار بے شمار حیرت انگیز آوازیں ابھریں۔

اب تو سبھی نے اوپر دیکھا... ایک مؤذن تھا جو برابر تکبیر کہ رہا تھا... تکبیر مکمل کرکے اس نے بھی اوپر دیکھا، غازی مہدی نے بھی اوپر دیکھا۔

آسمان کی انتہائی بلندیوں پر ایک دھبا سا نظر آ رہا تھا اور یہ دھبا بہت تیزی سے نیچے گرتا نظر آ رہا تھا... سب لوگ محسوس کر رہے تھے کہ وہ عین ان کے سروں کی طرف آ رہا ہے...

فرزانہ اور فرحت دونوں کے دل یک بارگی زور سے دھڑکے... انھیں یوں لگا... اس ایک لمحے کے بعد دل دھڑکنا بھول گئے... یہ کوئی آنکھیں پھاڑے گرتی ہوئی اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

چیز کو دیکھنے میں محو ہو گیا تھا... ایسے میں کسی نے کہا:

"لوگو! تمہارا فریاد رس آ پہنچا!"

وہ چیز نیچے گرنے کے ساتھ ساتھ بڑی ہوتی جا رہی تھی اور پھر تو ان کی آنکھیں گویا پھٹ پڑیں... نیچے اترنے والی کوئی چیز نہیں... ایک انسان تھا... انسان... جو اس طرح ہوا میں تیرتا ہوا اتر رہا تھا... جیسے کوئی جہاز رن وے پر اترتا ہے... لیکن انسان کو آج تک اس طرح فضا میں تیرتے اور نیچے اترتے کسی نے نہیں دیکھا تھا... وہ اپنی زندگی کا حیران کن ترین منظر دیکھ رہے تھے یہ منظر دنیا کے سات عجائبات سے کہیں بڑھ کر عجوبہ تھا... اسے آٹھواں نہیں، دنیا کا آخری عجوبہ کہا جا سکتا تھا... مسجد میں دیکھتے ہی لوگ تڑا تڑ گرے اور بے ہوش ہو گئے، ان میں کئی مر بھی گئے... تمام کی نظریں بدستور اوپر جمی تھیں... بلکہ گڑ کر رہ گئی تھیں... وہ پلکیں جھپکنا بھول گئے تھے... بتوں کی طرح ساکت ہو گئے تھے، کسی ایک جسم میں بھی حرکت کے آثار تک نہیں تھے، اترنے والا اب انہیں بالکل صاف نظر آ رہا تھا... اور پھر وہ سفید مینار پر اتر گیا... اسی وقت مہدی کے منہ سے نکلا:

"یہ... یہ تو روح اللہ ہیں۔"

"روح اللہ..." سب ایک ساتھ بولے۔

"میرے لیے سیڑھی کا بندوبست کیا جائے۔" مینار پر اترنے والے نے کہا۔

"دیکھا... میں نے ٹھیک کہا تھا... یہ حضرت عیسیٰ ہیں... مسیح موعود ہیں... روح اللہ ہیں... جن کے نازل ہونے کی پیش گوئی ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی کر چکے ہیں... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی نشانیاں بتائی تھیں... کہ جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے... مشرقی سمت سفید مینارے پر اتریں گے... اور اترتے ہی سیڑھی طلب کریں گے... فوراً سیڑھی لائی جائے۔" غازی مہدی نے بلند آواز میں جلدی جلدی کہا۔

کچھ لوگ سیڑھی لینے دوڑے... ادھر لوگوں کی نظریں بدستور ان پر جمی تھیں... ان کے جسم پر دو زرد چادریں تھیں اور بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا... یوں لگتا تھا جیسے ابھی ابھی غسل کر کے آئے ہوں... ان کے چہرے پر لمبی سی داڑھی تھی... جسم سڈول تھا، قد درمیانہ، رنگ سرخ و سفید تھا... سر کے بال کندھوں تک پہنچے ہوئے تھے... اسی وقت لوگ سیڑھی لے آئے... اس کو مینار سے لگا دیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اور وہ سیڑھی سے اترنے لگے... جوں ہی وہ نیچے پہنچے، غازی مہدی نے بلند آواز میں کہا:

"السلام علیکم یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا روح اللہ!"

"وعلیکم السلام" انھوں نے ان کے ہونٹ ہلتے دیکھے۔

"آئیے... جماعت کرائیے... نماز کے لیے تکبیر کہی جا چکی ہے۔"

"نہیں... اس نماز کی تکبیر آپ کے لیے ہو چکی... نماز بھی آپ ہی پڑھائیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے غازی مہدی کا کندھا پکڑ کر مصلے کی طرف بڑھا دیا... پھر نماز پڑھی گئی... نماز سے فارغ ہو کر غازی مہدی نے کہا۔

"اللہ کا شکر ہے... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی... دجال بھی نمودار ہو چکا ہے... اور ان اطراف کا رخ کر چکا ہے۔"

"فکر کی ضرورت نہیں... میں دجال سے نمٹنے کے لیے کافی ہوں... ابھی وقت اس کے مقابلے کے لیے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک سپاہی کی تلوار کھینچ لی اور مسجد کے دروازے کی طرف چل پڑے... وہ سب سے آگے تھا اور سب اس کے پیچھے... یہاں تک کہ تمام نمازی مسجد سے

نکل گئے... صرف وہ کھڑے رہ گئے... لیکن ان کی طرف دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔

"اگر... اگر میں اور فرحت یہ نظارہ پہلے نہ دیکھ چکی ہوتیں اور ہم آپ سب کو نہ بتا چکی ہوتی تو شاید اس وقت ہم بھی اس فوج کا ساتھ دیتے۔" فرزانہ نے کانپتی آواز میں کہا۔

"ہاں... لیکن ہم جانتے ہیں... یہ سب دھوکا ہے... فریب ہے... مکاری ہے... حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہرگز نہیں ہوا، یہ سب ان کے نزول کی نقل اتاری گئی ہے... ساری بات سمجھ میں آ رہی ہے... یہی وہ بڑی کامیابی تھی... جس کا ذکر ہم نے پڑھا تھا... یعنی حضرت عیسیٰؑ کے انداز میں کسی انسان کا آسمان سے اترنا... تاکہ یہ لوگ آسانی سے اپنے ارادوں میں کامیاب ہو سکیں... پوری مسلمان دنیا اب اس جعلی مسیح موعود کے پیچھے لگ جائے گی... کون ہے جو ہماری بات پر اعتبار کرے گا... ہماری کہانی صرف اور صرف غازی مہدی نامی آدمی لے سکتی تھی... لیکن اب یہ بات آئینے کی طرح صاف ہے کہ وہ بھی ان کا ساتھی ہے اور اس ڈرامے کا ایک اہم کردار ہے... ابھی یہ آ اس کے علاقے میں نمودار ہوتے ہی دجال کی فوجیں شکست

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھانے لگی تھیں... اُف مالک... اتنا بڑا دھوکا... اتنا خوفناک فریب... یہ تو مسلمان قوم کو اُلّو بنا دیں گے... لوگ اپنے پیچھے لگا لیں گے اور پھر جو وہ نقلی مسیح موعود کہے گا... یہ اس پر عمل کرتے چلے جائیں گے... وہ کیا کچھ کہے گا، اور کیا کچھ کام لے گا... شاید ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔" انسپکٹر جمشید لرزتی آواز میں کہتے چلے گئے۔

"ہاں جمشید... تم ٹھیک کہہ رہے ہو، لیکن... یہ باتیں کرنے کی جگہ نہیں ہے... ابھی کوئی بھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہے... بلکہ آس پاس کسی کا نام و نشان نہیں ہے، سب لوگ اس کے پیچھے چلے گئے ہیں... یہاں تک کہ گھروں میں عورتیں اور بچے بھی نہیں ٹھہرے ہوں گے... ہمیں فوراً کسی گھر میں چھپ جانا چاہیے اور وہاں اطمینان سے بیٹھ کر غور کرنا چاہیے۔" پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

"آپ... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

وہ افراتفری کے عالم میں مسجد سے نکلے اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے... آخر ایک بڑے مکان میں داخل ہو گئے، اندر کوئی نہیں تھا... انھوں نے دروازہ بند کر دیا... اور ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔

"اب... اب کیا کریں؟"

Malik ji

"پہلا کام تو یہ کرو کہ ریڈیو لگا دو... ریڈیو اسٹیشن سے اب شاید دس منٹ کی خبریں نشر ہوں گی... وہ خبریں سننا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔"

وہاں آتش دان پر ایک بڑا ریڈیو سیٹ موجود تھا... اس نے اسے آن کر دیا... اس ہی سے آوازیں اٹھیں... پھر ایک صاف آواز کانوں سے ٹکرائی:

"حضرت مسیح موعود کا ظہور ہو چکا ہے... وہ اس وقت دجال کا تعاقب کر رہے ہیں اور ان کا رخ باب لُد کی طرف ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بھی یہی ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لُد پر قتل کریں گے... جوں ہی کوئی خبر موصول ہوئی... نشر کر دی جائے گی... اعلان ختم ہوا۔"

ریڈیو سے سائیں سائیں کی آواز آنے لگی... محمود نے آواز نیچی کر دی... لیکن اسے بند نہ کیا۔

"گویا ہر تیاری پہلے ہی کر لی گئی ہے۔"

"ہاں... کاش ہم تینوں کو سمجھنے نہ دیتے۔" خان رحمان بولے۔

"پروفیسر صاحب... میرا خیال ہے کہ اب صرف اور صرف آپ کا کام شروع ہوتا ہے... ورنہ یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

آدمی کو ان لوگوں نے آسمان سے نازل ہوتے دکھایا... اللہ تعالیٰ تو حضرت عیسیٰؑ کو فرشتوں کے ذریعے اتاریں گے... لیکن ان لوگوں نے یہ کام کس طرح دکھا دیا؟"

"انھوں نے تجربات پر تجربات کیے ہوں گے اور یہ تمام تجربات ضرور اس زیر سمندر دنیا میں کیے گئے... جہاں تک میرا خیال ہے... اس شخص کو اس دنیا کی چھت سے اڑایا گیا اور اس کے جسم میں یا جسم کے ساتھ کوئی ایسی چیز باندھی گئی ہے کہ وہ گرنے کی بجائے تیرتا ہوا نیچے تک آ گیا..."

"جیسے وہ سنگ مرمر کا بت۔" فرحت بول اٹھی۔

"ہاں!... سنگ مرمر کا وہ بت دراصل ان کی مشق کا ایک حصہ تھا... اس قسم کے تجربات نہ جانے انھوں نے کتنے کیے ہوں گے... اور جب انھیں کامیابی کا یقین ہو گیا تو تجربہ کر ڈالا..."

"یہ سب تو خیر ٹھیک ہے... سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں... اس ہولناک طوفان کا... جس کی لپیٹ میں ساری دنیا آنے والی ہے... ہم کس طرح مقابلہ کریں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہی فکر مجھے کھائے جا رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"پریشان ہونے سے کچھ نہیں بنے گا... سکون سے غور کرنا ہو گا، اور شاید ہمیں کئی دن تک اس مکان میں بند رہنا ہو گا۔"

"خیر... وہ تو ہم بند رہ لیں گے... لیکن بند رہتے ہوئے کام کیا کریں گے؟"

"غور... اور سچ تو یہ ہے کہ اب فرحت اور فرزانہ کے امتحان کی باری ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی... جی... کیا مطلب... کس... کیسا امتحان۔" فرحت بولی۔

"تم دونوں ہمیں یہ بتاؤ گی کہ اب ہم کیا کریں؟"

"بھلا... ان حالات میں ہم کس طرح بتائیں؟" فرحت بولی۔

"یہ ہمیں نہیں معلوم... آواز دو اپنے ذہنوں کو... اس سے پہلے یہ ترکیبیں بتاتے ہی رہے ہیں آخر... پھر اب کیا ہو گیا ان کو؟"

"ہو تو کچھ نہیں گیا... انکل... خیر... آپ فکر نہ کریں۔" فرزانہ نے کہا اور پھر وہ دونوں سوچ میں ڈوب گئیں۔ دونوں کافی دیر تک غور و فکر کرتی رہیں... اچانک فرزانہ نے کہا۔

"پہلے ایک بات بتائیں انکل۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"پھر پھر... کیا پوچھنا چاہتی ہو؟" پروفیسر بولے۔

"کیا اس شخص کو صرف اس زیر سمندر دنیا سے اڑا دیا گیا ہو گا؟"

"ہاں... اگرچہ میں نے وہاں کی چھت کا جائزہ نہیں لیا تھا... لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کو اڑا دیا گیا ہے۔"

"تب ہماری اس ترکیب پر عمل نہیں کیا جا سکتا جو ہمارے ذہن میں آئی ہے۔" فرزانہ نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس دنیا کو تو تباہ بھی کیا جا چکا... ہم اب اس میں نہیں داخل ہو سکتے۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ اس کو تباہ کر دیا گیا ہے۔"

"کیوں انکل... کیا آپ بھول گئے... اشعاریہ نے کیا بتایا تھا کہ فارغ ہونے کے فوراً بعد اس دنیا کو تباہ کر دیا جائے گا۔"

"ہاں! یہ بات مجھے یاد ہے۔"

"تب پھر یہ بات بھی مان لیں کہ اس دنیا کو تباہ کیا جا چکا ہے۔" اس نے کہا۔

Malik ji

"نہیں... میں یہ بات نہیں مان سکتا۔" پروفیسر مسکرائے۔

"کیوں پروفیسر صاحب... کیا آپ کے خیال میں اشعاریہ نے جھوٹ بولا تھا... اور ان کا اب کوئی ارادہ نہیں تھا۔" انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"یہ بات نہیں... ان کا ارادہ واقعی یہی تھا... کہ اس کو اڑا دیا جائے گا... لیکن میں جانتا ہوں... وہ اڑانے میں کامیاب نہیں ہوئے... اگرچہ ان کا یہی خیال ہو گا کہ وہ دنیا تباہ ہو چکی ہے۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل..." کئی آوازیں ابھریں۔

"تم لوگ ایک بات بھول رہے ہو۔" پروفیسر مسکرائے۔

"جی... ہم کیا بھول رہے ہیں۔" آصف کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"یہ کہ میں نے وہاں غسل کرنے کی درخواست بھی کی تھی... اور پھر ہم نے غسل کیا بھی تھا۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اس سے یہ ہوتا ہے کہ جب میں نے اشعاریہ کے منہ سے یہ سنا کہ وہ فارغ ہونے کے بعد اس دنیا کو تباہ کر دیں گے تو میں نے فیصلہ کیا کہ اس کو تباہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

نیلی کرنے دوں گا... کیوں کہ ان کی غیر حاضری میں میں اس کا جائزہ لینا چاہتا تھا... اور خاص طور پر چھت کا... جو ہمیں دکھائی نہیں گئی تھی... لہٰذا میں نے غسل کی درخواست جڑ دی... اور غسل خانے میں اپنا ایک قلم چھپا آیا۔"

"کیا مطلب... قلم چھپا آئے آپ... تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔" آفتاب بولا۔

"وہ قلم... دیکھنے میں اور کام کرنے میں بے شک ایک قلم ہے... لیکن دراصل وہ ایک ایسا خود کار آلہ ہے، جو تمام بموں اور کئی دوسری قسم کے بموں کو خود بخود بے کار کر دیتا ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! لہٰذا وہ زیر سمندر دنیا ابھی جوں کی توں موجود ہے... ہاں... یہ اور بات ہے کہ اب اس میں کوئی شخص موجود نہیں ہو گا۔"

"اور... اور وہ روبوٹ۔" شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"وہ شاید ہوں گے... لیکن بے کار۔ ان کے تار بھی انھوں نے جاتے وقت نکال دیے ہوں گے۔"

"اوہ... تب تو... تب تو ہماری ترکیب پر عمل ہو سکتا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ تمھاری ترکیب ہے کیا۔" انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر کہا۔

"بہت زور دار ابا جان۔"

"سنے بغیر ہم یہ بات کس طرح مان سکتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تو میں سنائے دیتی ہوں۔" اس نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"جلدی سے بتا دو کہ کیا ترکیب ہے۔" آصف نے بے چین ہو کر کہا۔

"جلدی سے کس طرح بتا دیں... کچھ تو وقت لگے گا۔" فرحت مسکرائی۔

"اچھا بابا... بتا دو... جتنا وقت لگتا ہے۔" محمود جھنجلا اٹھا۔

اور فرزانہ ترکیب بتانے لگی... ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں... اسی وقت ریڈیو پر اعلان ہونے لگا...

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مقابلے کا آغاز

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ مسیح موعود باب لد پر پہنچ چکے ہیں... اور ان کا دجال سے مقابلہ ہو رہا ہے... سب لوگ اس لڑائی کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں... دجال کے چہرے پر حیرت کے آثار طاری ہیں جب کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بالکل ہشاش بشاش ہیں... اور یہ لیجیے... انھوں نے اپنا حربہ دجال کے سینے میں اتار دیا... دجال تڑپ رہا ہے اور مسیح موعود اس کا خون حربے پر لگا ہوا دکھا رہے ہیں... یہ ان کی عظیم الشان فتح ہے... عیسائی اور مسلمان خوشیاں منا رہے ہیں... بلکہ اب تو یہودی بھی آ کر ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں... وہ جو حضرت عیسیٰ کے ساتھی بن گئے ہیں... اعلان ختم ہوا... کچھ دیر بعد نئی خبر دی جائے گی!"

"سنا آپ لوگوں نے... اعلان میں بتایا گیا ہے

Malik ji

کہ عیسائی اور یہودی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں، اب اس اژدحام میں کون ہے جو اس بات پر غور کرے گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے... ہر کوئی اندھا ہو کر رہ جائے گا... احادیث کا اس حد تک علم بہت کم لوگوں کو ہے... لہٰذا کوئی نہیں بتا سکے گا کہ یہ سب ایک دھوکا ہے، بلکہ دنیا کا سب سے بڑا فریب ہے... کیوں کہ حدیث تو یہ کہتی ہے کہ عیسائی بھی مسلمان ہو جائیں گے... یہودیوں کو مسلمان چن چن کر قتل کریں گے... یہاں تک کہ کوئی یہودی نہیں بچے گا... چھپنے والے یہودیوں کو درخت اور پتھر خود ظاہر کر دیں گے... گویا یہودی ایمان نہیں لائیں گے کیوں کہ وہ تو دجال کے ساتھی ہوں گے... اس پر ایمان لائے ہوئے ہوں گے... وہ کس طرح حضرت عیسیٰ کے ساتھ شامل ہو سکیں گے... لیکن یہ فریبی لوگ ظاہر کر رہے ہیں کہ تمام دنیا کے لوگ اس خوف کے بغیر کہ کس دین اور مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں، جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہو گا... حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو اعلان کریں گے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کسی شخص کی نجات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ممکن نہیں... اور یہ کہ وہ اس امت میں ان کے ایک امتی کی حیثیت سے نازل ہوتے ہیں... لیکن ان لوگوں کے فریب کا پردہ کون چاک کرے... جو بھی بولے گا... مارا جائے گا... کیوں کہ ان کے ایجنٹ مجمع میں موجود ہوں گے اعتراض کرنے والے کو سٹرلو کر مار ڈالیں گے اور جب نقلی مسیح موعود کوئی اعتراض نہیں کرے گا تو کون دم مارے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے۔

"حالات انتہائی خوف ناک ہیں اور ہم بالکل بے بس... ایسے میں اگر کوئی امید کی کرن ہے تو وہ فرحت اور فرزانہ کی ترکیب۔"

"ہم اس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے، لیکن اس سے پہلے ہمیں کچھ تیاری بھی کرنا ہو گی... اب یہاں ہماری مدد کرنے والی حکومت کا کوئی آدمی بھی نہیں رہا... ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے... خود کرنا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کوئی بات نہیں... اللہ ہماری مدد کرنے والے ہیں۔" پروفیسر بولے۔

وہ تیاریوں میں مصروف ہو گئے... شہر تو یوں بھی ایک دم سے خالی خالی پڑا تھا... تمام لوگ تو اس جعل ساز کے چکر میں پڑ گئے تھے... انھوں نے ایک گاڑی پکڑی اور ساحل کی طرف روانہ ہو گئے... ایک ٹرانسسٹر ساتھ لے لیا گیا تھا... تاکہ خبریں بھی سنتے رہیں... حالات سے باخبر رہنا ان کے لیے بہت ضروری تھا۔

"میرا خیال ہے... اب تک تو ساری دنیا میں یہ خبر پھیل چکی ہو گی۔" شوکی بڑبڑایا۔

"بالکل... بلکہ پوری دنیا سے مسلمان اور عیسائی اس تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے ہوں گے... اس کے گرد مجمع بڑھتا ہی جائے گا... اس سیلاب کو روکنا آسان کام نہیں ہو گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ان حالات میں... اگر ہم اس ترکیب پر عمل کریں گے تو اس کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟"

"اس کا اندازہ زیر سمندر دنیا میں جا کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

ساحل پر پہنچ کر انھوں نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا۔ بہت سی کشتیاں ساحل پر موجود تھیں... لیکن انسان کوئی نہیں تھا... گویا وہ پوری طرح آزاد تھے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے ہمارے علاوہ شہر میں اب کوئی بھی موجود نہ رہا ہو۔"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اسی لیے تو یہاں جاپانیوں کو کثرت سے لایا گیا تھا... تاکہ ایسا وقت آتے ہی زور و شور سے اس جعل ساز کے گرد جمع ہو جائیں... تاکہ ان کی دیکھا دیکھی باقی لوگ بھی جمع ہو جائیں۔"

وہ ایک بڑی لانچ پر سوار ہو گئے... لانچ اس مینار کی طرف روانہ ہوئی...

"اور... اور انکل... وہ ریموٹ کنٹرول آلہ؟"

"میری جیب میں موجود ہیں دونوں... انھوں نے شاید اس لیے نکالنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس دنیا کو تباہ تو کر ہی دینا ہے۔" وہ مسکرائے۔

آخر لانچ اس جگہ پہنچ گئی... اب پروفیسر داؤد نے بسم اللہ پڑھ کر بٹن دبایا... فوراً ہی مینار نے پانی سے سر نکالا اور اوپر اٹھنے لگا... وہ خوشی سے جھوم اٹھے... جب مینار رک گیا تو وہ اس پر چڑھنے لگے... پھر اس میں اترنے لگے... نیچے پہنچے تو دونوں روبوٹ فرش پر پڑے تھے... گویا مردہ ہو چکے تھے... انھوں نے فوراً چھت کا رخ کیا، اور یہاں کے آلات کو دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... اس زیر سمندر دنیا کا اصل حصہ چھت پر تھا، ان کے لیے وہ تمام چیزیں سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں، لیکن پروفیسر داؤد کی آنکھیں تو اس حد تک پھیل گئی تھیں کہ انھیں خوف محسوس ہونے لگا... کہیں اب وہ آنکھیں بند ہی نہ کر سکیں... جھپکا ہی نہ سکیں... وہ کئی گھنٹے تک ان آلات میں گم رہے... آخر ان کے منہ سے نکلا:

"مم... منور علی خان... تمھارے شکاری تھیلے میں کوئی پتھر ہوگا۔"

"ہاں! کئی نوکیلے پتھر موجود ہیں۔"

"ذرا ایک دینا۔"

"کیا کسی کو مارنے کا ارادہ ہے؟" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں... گھبرانے کی ضرورت نہیں... میرا دماغ نہیں چل گیا۔" وہ مسکرائے۔

منور علی خان نے انھیں پتھر دے دیا... انھوں نے لے کر ایک مشین میں اسے رکھا پھر ٹی وی سکرین آن کر دی... کچھ دیر مختلف بٹن گھماتے رہے... آخر بولے:

"میں ہر چیز سیٹ کر چکا ہوں... اب تم سب منظر دیکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ... میں ایک بٹن دباؤں گا... بٹن کو دباتے ہی وہ پتھر گولی کی طرح اڑ جائے گا... نظر آئے گا... سطح سمندر تک پہنچتے ہی ایک سلنڈر سا لگا ہے... پتھر اس میں سے ہوتا سیدھا آسمان کی طرف جائے گا... اور وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

شہر پر گرے گا... ہم اس کے گرنے کا سارا منظر اس سکرین پر دیکھیں گے۔"

"اوہ... اوہ..." فرزانہ اور فرحت کے منہ سے نکلا۔

اور پھر انھوں نے بٹن دبا دیا... پتھر واقعی گولی کی طرح اس مشین سے نکلا اور انھوں نے سکرین پر اسے سلنڈر سے نکل کر آسمان کی طرف جاتے دیکھا... اب انھوں نے پتھر کو زمین کی طرف آتے دیکھا...

"سوال یہ ہے انکل... کہ اوپر سے گرنے والی چیز آہستہ انداز میں کیوں گرتی ہے اور بے وزن ہو کر کیوں گرتی ہے۔"

"ان آلات کے ذریعے... اس چیز کے گرد لہروں کا جال پھیل جاتا ہے... وہ لہریں اسے فوراً زمین کی طرف نہیں آنے دیتیں۔"

"تو ادھر سے وہ چیز فوراً اوپر کس طرح پہنچ جاتی ہے؟"

"اس طرف سے تو مشین کے ذریعے پوری طاقت اس چیز کو دھکیلتی ہے... اوپر سے اسے دھکیلنے والی کوئی طاقت موجود نہیں... لہٰذا وہ نیچے اور انداز سے آتی ہے... تاہم اگر لہروں کا جال اسے سہارا نہ دیے رکھے تو وہ اپنے وزن کے مطابق تیزی سے نیچے آئے گی۔"

"اور لہریں خود بخود اس چیز کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں۔"

"ہاں! اس مشین کا عمل یہی ہے۔"

اور پھر انھوں نے اس پتھر کو زمین پر بالکل اسی انداز میں گرتے دیکھا... جس انداز میں سنگ مرمر کا بت گرا تھا۔

"ایک سوال اور پروفیسر انکل... یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ آپ نے پتھر کو وہاں شہر پر گرایا... یہ کہیں اور بھی تو آ سکتا تھا۔"

"اس کا بھی یہاں پورا پورا انتظام کیا گیا... یہ بالکل میزائل والا نظام ہے... جس طرح آج کے دور میں گھر بیٹھے میزائل داغ دیے جاتے ہیں اور وہ ٹھیک نشانے پر جا کر گرتے ہیں... اسی طرح یہاں بھی انتظام کیا گیا ہے... ہم یہاں بیٹھے پوری دنیا میں کہیں بھی کوئی چیز گرا سکتے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہم کیوں نہ... ایک روبوٹ پر یہ تجربہ کریں۔" محمود بول اٹھا۔

"اوہ... روبوٹ پر!" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! روبوٹ پر... بے کار ہی تو پڑے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"لیکن ہم اس کو اٹھائیں گے کیسے... وہ تو کافی وزنی ہو گا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"بھئی مل کر اٹھا لاتے ہیں۔" آصف نے خوش ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے... سب اسے اٹھا لائیں... ہم اسے سمندر میں گرانے کا تجربہ کریں گے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

روبوٹ کو کسی نہ کسی طرح اٹھا کر اور گھسیٹ کر لایا گیا... پھر اس مشین کو کھڑا کیا گیا... سب لوگ سکرین کی طرف متوجہ ہو گئے... پروفیسر کچھ دیر تک تیاری کرتے رہے، آخر انھوں نے بٹن دبا دیا... روبوٹ تیر کی طرح مشین سے نکلا اور آسمان کی طرف چلا گیا... سکرین پر اب وہ آسمان کا منظر دیکھ رہے تھے... پھر روبوٹ نیچے گرنے لگا... اور آخر وہ سمندر میں گرا۔

"اب ہم کامیابی سے اپنی ترکیب پر عمل کر سکتے ہیں!" پروفیسر داؤد نے اطمینان کا سانس لیا۔

"لیکن ذرا خبریں بھی سن لی جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

ریڈیو لگایا گیا... خبریں نشر کی جا رہی تھیں:

"مسیح موعود کے گرد اب کروڑوں کا مجمع ہے، انھوں نے عورتوں اور بچوں کو گھروں میں واپس جانے کا حکم دیا ہے... عورتیں اور بچے اپنے گھروں کا رخ کر رہے ہیں لیکن مرد ان کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں... تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے... چند دن آرام کرنے کے بعد اب مسیح موعود آگے بڑھیں گے، ان کا ارادہ حج یا عمرہ کرنے کا ہے... پھر وہ مدینہ منورہ جائیں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے روضوں کی زیارت کریں گے... اعلان ختم ہوا۔"

"اس کا مطلب ہے... اب ہمیں ریہرسل کرنے کے لیے چند دن مل گئے ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"لیکن یہ لوگ اس سارے منصوبے سے فائدہ کیا اٹھانا چاہتے ہیں۔" محمود نے منہ کھولا۔

"بہت اونچی ناک والے۔" انسپکٹر جمشید کانپ اٹھے۔

"تت... تو آپ جان چکے ہیں۔"

"ہاں! میرا خیال ہے تم نہ صرف ہیں... بلکہ انسپکٹر کامران مرزا بھی سمجھ چکے ہیں... لیکن اگر ان لوگوں کا وہ منصوبہ نہ ہوتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

تو بھی شیطان تک کا پروگرام بھی کم خوفناک نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام مسلمان اس جعل سازی کا شکار ہو جائیں گے... اب فرض کیا... یہ جعل ساز مرزا جاپانی کی طرح اوٹ پٹانگ دعوے کر ڈالے تو کیا لوگ ایمان نہیں لے آئیں گے۔"

"بالکل لے آئیں گے۔"

"ایمان بھی لے آئیں گے اور وہ جو ان کو حکم دے گا... اس کو بھی فوراً بجا لائیں گے... گویا پوری دنیا اس کے اشاروں پر ناچے گی... لیکن میرا خیال ہے، وہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھنے کی تیاری کر رہا ہے۔"

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

چند دن تک وہ تیاریوں میں مصروف رہے... ادھر ریڈیو پر برابر خبریں بھی سنی جاتی رہیں... نقلی مسیح موعود اب مکہ شریف کا رخ کر چکا تھا... لوگوں کا ہجوم اس کے گرد پہلے سے زیادہ تھا... سعودی عرب کی حکومت اس کے استقبال کی تیاریاں کر رہی تھی... گویا اس حکومت نے بھی اسے حضرت عیسیٰ مان لیا تھا... یہ سن کر انہیں حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی... کیونکہ اگر عالم لوگ احادیث کی روشنی میں حالات اور واقعات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے تو جان لیتے کہ کئی باتیں احادیث کے مطابق نہیں ہوئیں... لہٰذا وہ شک کر سکتے تھے... لیکن شاید وہ شک کر کے بھی اس بڑے ہجوم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے... اس دھارے کے راستے میں جو بھی آئے گا تنکوں کی طرح بہ جائے گا۔

"مکے سے فارغ ہو کر وہ مدینے کا رخ کرے گا... اب ہمیں سوچنا یہ ہے کہ اس کا راستہ مکے میں روکا جائے یا مدینے میں۔"

"میں تو مکے میں داخلے سے بھی پہلے اس کو اسی شہر میں روکنا پسند کروں گا... آخر ہم اس کے مکے میں داخل ہونے کا انتظار کیوں کریں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو ٹھیک ہے... میں پوری طرح تیار ہوں... تم اپنی تیاری کرو۔" پروفیسر بولے۔

وہ ایک بار پھر تیاریوں میں مصروف ہو گئے... اور آخر عمل کا وقت آ گیا... اس وقت سے بہت پہلے ہی پروفیسر داؤد نے سب لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا تھا اور وہ باہر نکل کر اس مقام کی طرف رخ کر چکے تھے جہاں نقلی مسیح موعود اس وقت موجود تھا... جس جگہ چند دن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

قیام کرنے کا وہ اعلان کر چکا تھا... یہ اعلان اس لیے کیا گیا تھا تاکہ اور لوگ اس کے گرد جمع ہو جائیں۔

وہ بھی اس کے گرد جمع ہونے والوں میں شامل ہو چکے تھے... اور آخر ایک نئی صبح کا آغاز ہوا... مؤذن نے اذان دی... ابھی لوگ سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے تھے اور تکبیر کہی جانے لگی تھی کہ اس سویرے مجمعے میں... جب کہ موت کا سناٹا بھی طاری تھا... کسی نے بلند آواز میں کہا:

"ارے... وہ کیا ہے؟"

لاکھوں نظریں اوپر اٹھ گئیں... نقلی مسیح موعود نے بھی اوپر دیکھا... اور انھوں نے اس کی آنکھوں میں شدید الجھن اور بے چینی محسوس کی... پھر اس نے فوراً کہا:

"سب لوگ نظریں نیچی کر لیں... یہ کچھ نہیں ہے۔"

○

لوگوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی... تکبیر پھر کہی جانے لگی اچانک ایک اور آواز ابھری:

"اوہ... یہ... یہ تو بالکل دنیا سی نظارہ ہے۔"

جیسا مسیح موعود کے اترنے کے وقت دیکھنے میں آیا تھا... آخر یہ اب کون نازل ہو رہا ہے... کیا کسی اور کو نازل ہونا تھا؟

ایک بار پھر سب کی نظریں اوپر اٹھ گئیں... آسمان سے گرنے والا وجود اب کافی صاف نظر آنے لگا تھا... ایسے میں نقلی مسیح موعود پھر چلایا:

"خبردار... اوپر مت دیکھو... ورنہ کافر ہو جاؤ گے... اگر اب تم نے اوپر دیکھا تو آنکھوں کا نور اڑ جائے گا... سب کے سب اندھے ہو جائیں گے۔"

لوگوں نے پھر فوراً نظریں نیچی کر لیں... بلکہ خوف زدہ بھی ہو گئے... اس وقت محمود وغیرہ نے محسوس کیا کہ اگر وہ اس وقت اس مجمعے میں موجود نہ ہوتے تو جعلی مسیح موعود ان کی سکیم کو فیل کر دیتا... فوراً خان رحمان پکارے:

"وہ... وہ اب بالکل نزدیک آ گئے ہیں... میں نے اوپر دیکھا تھا... اور میں اندھا نہیں ہوا... میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔"

"میں بھی دیکھ رہا ہوں... میں بھی اندھا نہیں ہوا... اور ایمان کی روشنی بھی اسی طرح محسوس کر رہا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور میں بھی اندھا نہیں ہو سکا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"ہم بھی اندھے نہیں ہوئے۔" وہ ایک ساتھ چلائے۔
"وہ... وہ مینار پر اتر رہے ہیں۔" محمود چلا اٹھا۔
اب تو باقی لوگ بھی اوپر دیکھنے پر مجبور ہو گئے... پھر مینار پر اترنے کے بعد انسپکٹر جمشید نے پہلے اپنے اللہ سے معافی مانگی... کیوں کہ انھیں بھی اب حضرت عیسیٰ کی نقل کرنا تھی... آخر بولے:
"میرے لیے سیڑھی لائی جائے... اور اس نقلی مسیح موعود کا خیال رکھا جائے... یہ بھاگ نہ پائے... نیچے اتر کر میں اس کا پول کھول دوں گا۔"
"نقلی... نقلی..." لاکھوں انسانوں کا سمندر بڑبڑایا۔
لفظ نقلی کی گونج انھیں حد درجے عجیب لگی۔
"ہاں! بالکل نقلی... سو فی صد نقلی... اگر میں اس بات کا ثبوت نہ دے سکا تو میں نقلی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
وہ اپنی آواز کو بالکل بدل چکے تھے۔
"نقلی میں نہیں... تم ہو۔" نیچے سے نقلی مسیح موعود نے کہا۔
"تو پھر اس کا فیصلہ کیے لیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔
وہ حد درجے پرسکون نظر آ رہے تھے... جب کہ نیچے والا نقلی اب گھبراہٹ کا شکار ہو چکا تھا... یہ بات لوگ صاف محسوس کر رہے تھے... ایسے میں خان رحمان چلائے۔
"نیچے والا تو واقعی نقلی ہے... اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں... اگر یہ اصلی ہوتا تو پھر ہرگز نہ گھبراتا... کیوں کہ اس صورت میں تو اللہ کی نصرت اس کے ساتھ ہوتی۔"
"ہاں... واقعی۔" مجمع چلا اٹھا۔
"اس کا خیال رکھا جائے... فرار نہ ہو جائے... میں اسے پکڑ کر سب کے سامنے اس کا پول کھولوں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
"مجھے بھاگنے کی ضرورت نہیں... کیوں کہ میں بالکل اصلی ہوں۔"
"تو ہم دونوں فیصلہ کر لیتے ہیں... ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔"
اسی وقت لوگ نہ جانے کہاں سے ایک سیڑھی اٹھا لائے... سیڑھی کو مینار کے ساتھ لگا دیا گیا... عین اسی وقت ایک پتھر کسی کے ہاتھ پر آ کر لگا... وہ چیخ مار کر گرا...
"ارے... یہ کیا ہوا۔" مجمع چلایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اس شخص نے نئے مسیح پر گولی چلانے کا ارادہ کیا تھا۔" انھوں نے منور علی خان کی آواز سنی۔

"اوہ!" کتنی ہی آوازیں ابھریں۔

"چلانے دو بھئی... کسی منافق کی گولی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اب وہ سیڑھی سے نیچے اتر رہے تھے... ان کے جسم پر بھی دو زرد چادریں تھیں... ان کے بالوں سے بھی پانی ٹپک رہا تھا... اور لگتا تھا جیسے ابھی ابھی غسل کر کے آئے ہوں... سر کے لمبے بال کندھوں پر گرے ہوئے تھے، داڑھی کے بال سینے کو چھو رہے تھے... اور پھر وہ نیچے اتر آئے... انھوں نے تیز آواز میں کہا۔

"راستا چھوڑ دو... میں اس نقلی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

لوگ کائی کی طرح چھٹ گئے... وہ آگے بڑھتے چلے گئے، اور آخر نقلی کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

"کیا خیال ہے... پہلے نماز ادا کر لی جائے۔" انھوں نے کہا۔

"ہاں... یہ ٹھیک رہے گا۔" نقلی بولا۔

"اس کے بعد ہمارے درمیان فیصلہ ہو گا کہ کون اصلی ہے، کون نقلی۔"

"ٹھیک ہے۔" نقلی بولا۔

اور پھر فجر کی نماز مہدی غازی کے پیچھے ادا کی گئی...

اس کے بعد دونوں نقلی مسیح ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔

"میں ایک منٹ میں تمھیں نقلی ثابت کر سکتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ضرور کرو... اجازت ہے۔" نقلی نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی ہم نے جو نماز پڑھی ہے... وہ سنا دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نماز سنا دوں؟"

"ہاں۔" انھوں نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی... بھلا یہ بھی فیصلہ کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟"

"ایک عام مسلمان کو بھی نماز آتی ہے... نماز سنا کر تم کم از کم اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دے دو۔"

"اچھا ٹھیک ہے..." اس نے کہا اور فر فر نماز پڑھتا چلا گیا... پورا مجمع حیرت زدہ کھڑا تھا... نماز سنانے کے بعد اس نے کہا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"اب میں سناتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور نماز سنا دی۔

"یہ کیا بات ہوئی... فیصلہ کس طرح ہو کہ اصل کون ہے اور نقلی کون۔"

"میں کر دیتا ہوں فیصلہ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو کرو نا۔"

"تم میک اپ میں ہو... حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو وہ ہرگز میک اپ میں نہیں ہوں گے... ان کی ڈاڑھی نقلی نہیں ہو گی۔"

"میری ڈاڑھی بھی نقلی نہیں ہے۔" وہ مسکرایا۔

"میں ابھی ثابت کر دیتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ضرور... کیوں نہیں... اجازت ہے۔"

وہ آگے بڑھے اور اس کی ڈاڑھی کو ایک جھٹکا مارا... لیکن وہ چہرے سے الگ نہ ہوئی۔

"یہ... یہ کیا۔" مجمع کے منہ سے نکلا۔

"شاید بہت مضبوطی سے چپکائی گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

"چپکائی نہیں گئی... یہ ہے ہی اصل۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ڈاڑھی کا جائزہ لیا... اور آخر انھوں نے جان لیا کہ ڈاڑھی بالکل اصلی ہے... گویا اس مقصد کے لیے نقلی ڈاڑھی کا سہارا نہیں لیا گیا تھا۔

"اور اب میں دعویٰ کرتا ہوں کہ تمھاری ڈاڑھی نقلی ہے... لہٰذا تم نقلی مسیح موعود ہو اور یہ سب لوگ تمھاری تکا بوٹی کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"پہلے میری ڈاڑھی کو نقلی ثابت کر دو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

نقلی مسیح موعود نے ڈاڑھی پکڑ کر جھٹکا دیا... لیکن ڈاڑھی الگ نہیں ہوئی... اب اس نے بھی ان کی ڈاڑھی کا جائزہ لیا... اور بولا۔

"اوہ... ڈاڑھی تو تمھاری بھی بالکل اصلی ہے۔"

"ارے۔" مجمع کے منہ سے نکلا۔

"اب فیصلہ ہو تو کیسے..." بے شمار لوگ چلائے۔

"فیصلہ بہت آسان ہے... میں قرآن کی کسی سورت کا نام لیتا ہوں... یہ پڑھ کر سنا دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرا ورود قرآن سے پہلے ہو گزرا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن اللہ کے نبی کے لیے ایسا کرنا کیا مشکل ہے۔"

"نہیں... میں ایسا نہیں کر سکتا... بالکل اسی طرح جس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرح تم انجیل نہیں سنا سکتے۔۔۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید ایک بار پھر لاجواب ہو گئے۔۔۔ پھر فوراً بولے:

"تو پھر ہم دونوں آپس ہی میں مقابلہ کر لیتے ہیں۔۔۔ ہم میں سے جو مارا جائے۔۔۔ یا شکست کھا جائے وہ جھوٹا۔"

"بہت خوب۔۔۔ مجھے منظور ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ لوگ درمیان کی جگہ کو خالی چھوڑ دیں۔۔۔ اور وہیں فیصلہ کرنے دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

لوگ دائرے کی صورت میں بیٹھ گئے۔۔۔ یہاں تک کہ درمیان میں بہت کشادہ جگہ بن گئی۔۔۔ اب لوگوں کا سمندر دائرے کی صورت میں موجود تھا۔۔۔ لیکن سب کے سب لوگ یہ لڑائی دیکھنے کے قابل کسی طرح بھی نہیں ہو سکتے تھے۔۔۔

"لڑائی کس طرح شروع ہو۔" نقلی نے پوچھا۔

"جیسے تم پسند کرو۔" انھوں نے کہا۔

"میرے پاس تلوار موجود ہے۔۔۔ تم خالی ہاتھ مقابلہ کرو۔ سچے ہوئے تو خالی ہاتھ بھی جیت جاؤ گے۔" نقلی نے کہا۔

"تو تم کیوں تلوار سے لڑتے ہو۔۔۔ خالی ہاتھ ہی آجاؤ۔"

انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

Malik ji

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں تلوار پھینک دیتا ہوں۔۔۔ تو تم تلوار اٹھا لو۔۔۔ میں خالی ہاتھ لڑوں گا۔۔۔ تم تلوار کے ساتھ۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔۔۔ یہ بات اس نے عجیب کی تھی۔ فوراً بولے:

"میں بھی خالی ہاتھ ہی لڑوں گا۔"

"خیر۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جو مارا جائے یا شکست کھا جائے۔۔۔ وہ جھوٹا ہو گا۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا۔۔۔ اور جھک کر تلوار اٹھاتے ہوئے دور پھینک دی۔

"او نقلی انسان۔۔۔ اب تم چند سیکنڈ میں میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے اور اس مجمع کو معلوم ہو جائے گا کہ میں بالکل سچا ہوں۔" نقلی نے گرج دار آواز میں کہا۔

"اور اگر تم مارے گئے تو کیا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو میں نقلی۔" اس نے کہا۔

"آؤ۔۔۔ مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔۔۔ انگلیوں میں انگلیاں ڈالو۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اوپر کی طاقت کس کے ساتھ ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

نقلی نے بھی ہاتھ آگے کر دیے۔۔۔ دونوں نے انگلیاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

میں انگلیاں پھنسا دیں اور پھر زور لگانے لگے... دونوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا... لیکن کوئی دوسرے پر فتح نہ پا سکا۔ اچانک نقلی ان کے ہاتھ پکڑے پکڑے ایک جھٹکے سے نیچے بیٹھ گیا اور زور جو مارا تو انسپکٹر جمشید کا پورا جسم اس ہاتھ پر تھا... ساتھ ہی وہ کھڑا ہو گیا... اب انسپکٹر جمشید اس کے ہاتھوں پر تھے... مجمعے نے یک لخت تالیاں بجا دیں... لیکن ابھی تالیوں کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ انسپکٹر جمشید کا جسم کمان کی طرح جھکا اور پھر جوں ہی ان کے پاؤں زمین پر لگے... نقلی کا جسم ان کے ہاتھوں پر تھا... مجمعے نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے تالیاں بجائیں۔

عین اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اسے جھٹکا دیا اور وہ کمر کے بل گرا... بس پھر کیا تھا... انسپکٹر جمشید اس کے سینے پر چڑھ گئے۔

دونوں کے ہاتھ اب بھی ایک دوسرے کی انگلیوں کو جکڑے ہوئے تھے۔

کیا!!!

چند منٹ تک وہ ساکت پڑے رہے... پھر اچانک نقلی نے پھنکارتی آواز میں کہا:

"تت... تم کون ہو دوست؟"

"یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں مسیح موعود ہوں۔" اس نے کہا۔

"اگر مسیح موعود ہوتے تو میرے نیچے نہ دبے ہوتے۔ اللہ کے نبیوں میں بے پناہ طاقت ہوتی ہے۔" وہ بولے۔

"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے... تم میرے بازو کیوں نہ موڑ سکے... تم میں کیوں بے پناہ طاقت نہیں ہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اللہ کی مرضی۔" وہ بولے۔

"یہی جواب میں بھی دے سکتا ہوں... ویسے میں تمہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پہچان لیا ہے۔" اس نے عجیب بات کی۔

"پہچان لیا ہے... کیا مطلب۔" انسپکٹر جمشید چونکے... وہ بیٹھے بیٹھے مسکرایا اور پھر بولا:

"آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

وہ دھک سے رہ گئے... انھوں نے نقلی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں... اور یہی ان کی غلطی تھی... فوراً ہی انھیں ایک شدید جھٹکا لگا... دوسرے ہی لمحے اس نے انھیں اپنے اوپر سے اچھال پھینکا... ساتھ ہی خود ان کے اوپر آ گرا، اب وہ اس کے شکنجے میں تھے۔

"اب میں نے بھی تمھیں پہچان لیا ہے۔" وہ بولے۔

"یہ اچھی بات ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا ہے... لیکن میں حیران ہوں کہ تمھاری ڈاڑھی کیوں نہیں اکھڑی... میں نے تو خیر... اسی مقصد کے لیے بڑھانا شروع کر دی تھی۔" اس نے کہا۔

"میں بھی اس وقت نقلی ڈاڑھی میں نہیں ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ چلایا۔

"اس سلسلے میں پروفیسر داؤد نے کام دکھایا ہے... انھوں نے میری گالوں پر ایک لوشن لگانا شروع کر رکھا تھا

اس لوشن کی مدد سے بال بہت تیزی سے بڑے ہو گئے۔"

"لیکن میری حیرت ابھی تک اپنی جگہ پر ہے... ہم نے تو زیرِ سمندر دنیا کو تباہ کر دیا تھا... پھر آپ یہاں سے کس طرح نازل ہو گئے؟"

"آپ لوگوں نے اپنے خیال میں اس دنیا کو تباہ کر دیا تھا... لیکن وہاں سے رخصت ہوتے وقت پروفیسر داؤد نے اشارے سے غسل کی درخواست کی تھی، اور اس بہانے ایک غسل خانے میں اپنا قلم کہیں چھپا آئے تھے، لیکن دراصل وہ قلم نہیں تھا... ایٹم بم کو بے کار کرنے والا ایک آلہ تھا... اس طرح وہ دنیا تباہ ہونے سے بچ گئی... اور پھر جب آپ نقلی مسیح بن کر نکل کھڑے ہوئے تو ہم اس دنیا میں پہنچ گئے۔"

"اوہ... ہمیں خود اپنے سامنے اس دنیا کو تباہ کرنا چاہیے تھا۔" اس نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"شیخ ہماری طرف دیکھ رہا ہے... اور شاید سوچ رہا ہے کہ کہیں ہم لڑتے لڑتے مر تو نہیں گئے یا صلح کی بات چیت تو شروع نہیں کر دی... اس لیے ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔"

"ہیں تو پھر ہم دونوں ہی نقلی۔" اس نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"لیکن... میں صرف آپ کے نقلی پن کو ثابت کرنا چاہتا ہوں... خود کو اصلی ثابت نہیں کروں گا۔"

"اور اس طرح ہمارا سارا منصوبہ چوپٹ ہو جائے گا۔"

"اگرچہ میں اندازہ لگا چکا ہوں... تاہم آپ بتا سکتے ہیں... سارا منصوبہ ہے کیا؟"

"آپ جانتے ہیں یا نہیں... مجھے اس سے غرض نہیں... میں نہیں بتا سکتا۔" اس نے کہا۔

"اچھا تو پھر یہ لیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور اپنے دونوں پیروں کا زور لگا کر اسے اچھال دیا... باتوں میں لگا کر وہ اپنے پیروں کو حرکت دیتے رہے تھے۔

وہ اچھل کر دور جا گرا... انسپکٹر جمشید فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے... لیکن وہ ان سے بھی پہلے اٹھ چکا تھا۔

"میرا اندازہ درست ہی تھا... آپ سی مون ہیں؟"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... لیکن انسپکٹر جمشید... آپ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے... میں مسیح موعود ہی رہوں گا۔"

"اگر میں آسمان سے اتر کر بھی یہ ثابت نہ کر سکا تو پھر مزا کیا ہے؟"

"اس کے لیے بہت طاقت کی ضرورت ہے اور آپ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔" سی مون بولا۔

"آئیے... زبانی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔"

دونوں پھر ایک دوسرے کی طرف دوڑے... دونوں نے ہی بچنے کی کوشش نہیں کی... نتیجہ یہ کہ پورے زور سے ایک دوسرے سے ٹکرائے... ایک دھماکہ ہوا... دونوں اچھل کر کمر کے بل گرے... اور چند سیکنڈ تک اٹھ نہ سکے... آخر پھر دونوں ایک ساتھ اٹھے...

ادھر مجمع ساکت تھا... حیرت کے مارے بت بنا ہوا تھا، وہ پلکیں جھپکنا بھول گئے تھے... شاید انھوں نے ایسی لڑائی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"اس سے تو بہتر تھا... ہم تلواروں سے لڑ لیتے... اتنی دیر تو نہ لگتی۔" سی مون نے منہ بنا کر کہا۔

"اب کیا بگڑ گیا ہے... تلواروں سے شروع ہو جاتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"ابھی موجود ہیں... صرف پروفیسر نہیں آ سکے... انھیں [illegible] دبانا تھا۔"

"اوہ! گویا وہ ابھی دنیا میں ہیں؟"

"ہاں..." وہ بولے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اور میرے ساتھ یہاں ہزاروں یہودی موجود ہیں... جن کو اس منصوبے کا بھی علم ہے... اور وہ میرے ایک اشارہ کے منتظر ہیں... میرے اشارہ کی دیر ہے... وہ آپ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔"

"لیکن اس طرح آپ ضرور نقلی ثابت ہو جائیں گے... میرے ساتھی مجمعے میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں... وہ مختلف جگہوں سے پکار اٹھیں گے... یہ ناانصافی ہے... اور مسیح موعود کسی سے ناانصافی کس طرح کر سکتا ہے... وہ تو انصاف کا بول بالا کرنے کے لیے آئے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ... آپ بہت چالاک ہیں... انسپکٹر جمشید۔" مسیح موعود نے جھلا کر کہا۔

"جی نہیں... یہ حکیم فرزانہ اور فرحت کی تیار کردہ ہے۔"

"چلیے یوں ہی سہی... آپ سب بہت چالاک ہیں، لیکن یہ بھی سن لیں کہ ہم نے اس منصوبے پر کھربوں روپے خرچ کیے ہیں... اور ہم اس کی ناکامی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔"

"اور ہم... اس منصوبے کی کامیابی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے... یہ دین اسلام کا معاملہ ہے... آپ لوگ دنیا سے اسلام کا نام و نشان مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں، اور یہ

سارا منصوبہ صرف اس ایک غرض کے لیے بنایا گیا ہے۔"

"ہاں! یہ تو خیر ہے۔"

"اب مجمع بہت پریشان ہو گیا ہے... ہماری گفتگو کی آواز اگرچہ ان تک نہیں پہنچ رہی... لیکن وہ حیران ضرور ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں... لہٰذا آئیے۔"

دونوں بھوکے بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے... اس مرتبہ انسپکٹر جمشید پہل کرنے میں کامیاب ہو گئے... ان کا مکا اس کی ٹھوڑی پر لگا... لیکن انھیں اپنا ہاتھ ٹوٹتا محسوس ہوا۔

"کیوں... مزا آیا؟"

"ہاں... شاید آپ نے فولاد کے ٹکڑے چپکا رکھے ہیں۔"

"میں ایک خاص قسم کا لباس پہنے ہوئے ہوں۔" اس نے کہا۔

"اللہ مالک ہے۔" انھوں نے کہا اور تیزی سے جھک کر اس کی دونوں ٹانگیں گھسیٹ لیں۔ وہ دھڑام سے گرا، لیکن ساتھ ہی دونوں پیر ان کے سینے پر پڑے... وہ بھی الٹ گئے...

"ایک بات یاد رہے... اگر میں ہار بھی گیا... تو ہمارا مجمع بپھر جائے گا... اور وہ مقابلہ انتقامی ہو گا۔" مسیح موعود نے غرایا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اعلان کیا۔

"تو آپ اپنی شکست کا احساس کر چکے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ بات نہیں... میں نے ایک اطلاع دی ہے۔

میں اس اعلان کو قبول کرتا ہوں۔"

اچانک مجمعے میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔

"یا نبی اللہ! کیا ہم آپ کی مدد کو آگے بڑھیں؟"

یہ آواز سی موان کے کسی ساتھی کی تھی... شاید انھوں نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ کہیں اس جنگ کا انجام ان کی امیدوں کے خلاف نہ ہو جائے۔

"نہیں بھئی... یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔" اس نے کہا۔

"لیکن مدد کرنے میں کیا حرج ہے... مقابلہ بہت طول پکڑ گیا ہے... شاید اس شخص کے قبضے میں کچھ شیطان تو نہیں ہیں۔" اس نے کہا۔

"اللہ کے نیک بندوں کے پاس شیطانی قوتیں نہیں ہوتیں، بُروں کے پاس ضرور ہوتی ہیں۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"خبردار... کوئی اس لڑائی میں دخل اندازی نہ کرے۔" سی موان نے گرج دار آواز میں کہا۔

اچانک سی موان ہوا میں اچھلا اور اس کے دونوں پیر ان کے سر پر گرتے محسوس ہوئے... ایسے میں اگر وہ بیٹھ بھی جاتے تب بھی سی موان ان کے سر پر ہی گرتا، اور ادھر ادھر ہٹنے کا وقت رہا نہیں تھا... لہٰذا انھوں نے نیا کام کیا... خود بھی اوپر کی طرف چھلانگ لگا دی... ان کا سر سی موان کے پیروں سے ٹکرایا... دونوں دھڑام سے گرے...

اچانک مجمعے میں سے کوئی لرزہ خیز انداز میں چیخا...

لیکن نہ تو انسپکٹر جمشید نے ادھر دیکھا... نہ سی موان نے... یہ حرکت غالباً کسی یہودی کی تھی... اس نے سوچا تھا کہ اس کی چیخ سن کر انسپکٹر جمشید اس طرف دیکھیں گے اور ان کا نقلی مسیح موجود موقع ملتے ہی کاری ضرب لگا دے گا...

لیکن اس کا یہ وار خالی گیا...

"یہ کیا حرکت تھی... پر سکون انداز میں کھڑے رہیں۔" سی موان گرجا۔

"یہ لوگ یہودی ہیں مسٹر سی موان... اور آپ بھی... لیکن آپ میں یہودیوں والی کوئی بات نہیں... جب کہ یہودیوں میں یہودیوں والی تمام باتیں موجود ہیں... مکاری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے..." انھوں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"خبردار... اب کوئی نہ بولے... ہمیں آپس میں فیصلہ کرنے دیا جائے۔" سی مون گرجا۔

دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آگئے... ایسے میں کوئی شخص چیخا....

"ہائے مر گیا..."

انھوں نے اب بھی توجہ نہ دی... تاہم ادھر دیکھے بغیر سی مون نے کہا:

"یہ کس کو تکلیف ہوئی ہے؟"

"ایک شخص نے خنجر سے نمبر دو مسیح پر وار کرنا چاہا تھا... کسی نے اس کا کام تمام کر دیا۔"

"اوہ!" سی مون کے منہ سے نکلا۔

"اس کا مطلب ہے... آپ کے ساتھی پوری طرح چوکس ہیں۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے... مسلمان باطل قوتوں سے نمٹا جانتا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"کیا خیال ہے... ہم اس لڑائی کو کل پہ ملتوی نہ کر دیں... صبح یہ لڑائی پھر شروع ہو گی۔" سی مون نے تجویز پیش کی۔

"تھک گئے ہو؟" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں... فیصلہ … نے کہا۔

"تو پھر یہ کیوں کہا کہ لڑائی کل پہ ملتوی کر دی جائے؟"

"ہم غور کریں گے کہ کیا کرنا چاہیے... آپس میں کوئی خفیہ معاہدہ بھی کر سکتے ہیں؟"

"خفیہ معاہدہ؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! ان حالات میں آپ کیا کوئی خفیہ معاہدہ کرنے کے بارے میں نہیں سوچ سکتے؟"

"ہرگز نہیں۔" انھوں نے فوراً کہا۔

"لیکن یہ سوچ لیں... اگر میں جیت گیا تو آپ لوگوں کا نام و نشان نہیں بچے گا... دوسرے یہ کہ پھر اسلام کا نام صفحۂ ہستی سے بالکل مٹ جائے گا۔" سی مون نے کہا۔

"اور معاہدے کی صورت میں کیا ہو گا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"معاہدے کی صورت میں... دو گروپ بن جائیں گے، سب لوگ غیر مسلم نہیں ہوں گے۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید سوچ میں ڈوب گئے... آخر بولے:

"ٹھیک ہے... ہم لڑائی صبح تک کے لیے ملتوی کر دیتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"اس کا مطلب ہے... آپ کی سمجھ میں میری بات آگئی ہے۔" سی موان نے مسکرا کر کہا۔

"یہ بات نہیں... میری اپنی ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"اور وہ کیا ہے؟" سی موان جلدی میں بولا۔

"بس اس بات کو جانے دیں... اور لڑائی بند کرنے کا اعلان کریں۔" وہ بولے۔

"ہوں! ٹھیک ہے۔"

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کھڑے ہو گئے۔ سی موان نے بلند آواز میں کہا:

"میں انھیں شکست نہیں دے سکا... نہ یہ مجھے شکست دے سکے ہیں... ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ لڑائی اب کل صبح نئے سرے سے شروع ہو گی۔"

"لل... لیکن کیوں... کیوں؟" مجمع چلایا... ان کی آوازوں نے ایک گونج پیدا کر دی۔

"اس لیے کہ ہم دونوں لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں... سانس لے لیں... صبح پھر لڑائی شروع کریں گے اور یہ کچھ ہم ہی نہیں کر رہے... ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے... پہلے زمانے میں جب دو فوجیں تلواروں اور تیروں سے جنگ ہوتی تھی، سورج غروب ہوتے ہی لڑائی بند کر دی جاتی تھی... رات کو فوجی آرام کرتے تھے اور صبح پھر لڑائی شروع ہو جاتی تھی... اگر ہم یہ طریقہ اختیار کر لیں گے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہو گی... غزوہ خیبر بھی چالیس روز تک جاری رہی۔"

"ہوں! ٹھیک ہے... ٹھیک ہے۔" مجمع چلایا۔

"تب پھر... جو ان کو سچا خیال کرتے ہیں، بائیں طرف ہو جائیں، اور جن کا خیال ان کے بارے میں یہ ہے کہ جھوٹے ہیں، وہ دائیں طرف ہو جائیں... دونوں گروپ الگ الگ رات بسر کریں گے... دونوں موجود رات بھر اپنے قریبی ساتھیوں سے مشورہ کریں گے... اور ہو سکتا ہے... دونوں موجود آپس میں ہم ... بات کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں... رات بھر اس بات پر بھی غور کیا جائے گا کہ اگر دوسرے دن کی لڑائی میں بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا تو پھر کیا دلیل لائی جائے... جس سے کسی ایک کو جھوٹا ثابت کیا جا سکے۔"

پورا مجمع دو حصوں میں بٹنے لگا... کوئی دائیں جا رہا تھا تو کوئی بائیں... اس طرح وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا... کئی ایک تو پیروں پر دوڑنے لگے... یہ عمل تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا... اور آخر دو گروپ بن گئے... درمیان میں چند قدم کا فاصلہ چھوڑ دیا گیا۔

انسپکٹر جمشید کے قریب ان کے ساتھی کھسک آئے... دوسرے بھی آ جمع ہوئے... شاید یہی کچھ سی مون کے گرد ہو رہا تھا، پھر جوں جوں رات زیادہ ہوتی گئی... گرد جمع ہونے والے سونے کے لیے زمین پر قدرے فاصلے پر لیٹتے چلے گئے... یہاں تک کہ ان کے گرد صرف ان کے ساتھی رہ گئے... کھلے آسمان کے نیچے انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا:

"اب تم لوگوں کا کیا خیال ہے... اگر لڑائی کا فیصلہ نہ ہو سکا تو ہم یہ فیصلہ کس طرح کر سکیں گے؟"

"آخر آپ اسے شکست کیوں نہیں دے سکے... اور کل بھی اس بات کا امکان کیوں ہے؟" محمود بولا۔

"کیا تم نے اس کی لڑائی کا انداز نہیں دیکھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! دیکھا ہے... اس کا انداز واقعی الجھن میں ڈالنے والا ہے... لیکن اب تو آپ اس کے انداز کو سمجھ چکے ہیں۔"

"جس حد تک میں اس کے انداز کو سمجھ چکا ہوں... اس حد تک وہ بھی میرے انداز کو سمجھ چکا ہے... دوسرے لفظوں میں ہم برابر کی چوٹ ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے... ہمیں صرف یہ بات سوچنی ہے کہ

Malik ji

ان کے ذریعے [illegible] تو ہم کیا دلیل پیش کریں گے؟"

"ہاں!" انھوں نے کہا۔

"ہم رات بھر غور کر کے کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں... دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم نقلی موجود کے قریب پہنچ جائیں... اور اس کے پاس رہ کر کوئی بات معلوم کرنے کی کوشش کریں۔" آصف نے تجویز پیش کی۔

"وہ تم لوگوں کو فوراً پہچان جائے گا۔"

"کیا مطلب... بھلا وہ ہمیں کس طرح پہچان سکتا ہے؟"

"وہ تو مجھے بھی پہچان چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟... اس نے آپ کو کس طرح پہچان لیا... اور اگر پہچان لیا تو بھرے مجمعے میں اعلان کیوں نہ کیا؟"

"وہ اعلان نہیں کر سکتا... اس طرح خود بھی جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔" وہ مسکرائے۔

"سوال یہ ہے کہ اس نے پہچان کس طرح لیا؟"

"اس لیے کہ وہ سی مون ہے۔"

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... حیرت کے ایک عالم نے انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی شکست

وہ چند لمحے تک سوچ میں ڈوبے رہے... بہت شدید الجھن کا وقت تھا... جس وقت یہ پروگرام بنایا گیا تھا، اس وقت سب کا اندازہ یہی تھا کہ جوں ہی انسپکٹر جمشید اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچیں گے... اس وقت حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی... لیکن ایسا نہیں ہوا تھا... ان لوگوں نے اتنا کچھ کام نہیں کیا تھا... پوری مسلمان قوم کے ایمان پر ڈاکا ڈالنے کے لیے کروڑوں روپے خرچ کیے تھے... اور انتہائی کامیابی سے اس منصوبے پر عمل کیا تھا... وہ تو اگر یہ لوگ ان کے راستے میں نہ آ جاتے تو اس وقت تک یہ قافلہ نہ جانے کہاں کا کہاں پہنچ چکا تھا... اور نقلی مسیح موعود (یعنی حضرت عیسیٰ) کو اصلی مسیح موعود خیال کر لیا جاتا، اور وہ آگے چل کر نہ جانے کیا کچھ کرتا... نہ جانے اس کا کیا کچھ کرنے کا پروگرام تھا...

"صرف اور صرف ایک طریقہ ہے اس کو جھوٹا قرار دینے

Malik ji

"لیکن وہ بہت خطرناک طریقہ ہے۔" فرحت بول اٹھا۔

"جلدی بتاؤ۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن انکل... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں... لیکن یہ بات سی مون تک پہنچ گئی تو کیا ہو گا؟"

"ہوں... یہ بات بھی ہے... خیر... اس کے لیے ہم دوسرا طریقہ اختیار کریں گے... یعنی تحریر کا... تم کاغذ پر لکھ کر ہمیں دے دو۔"

"لیکن یہاں دیواریں کہاں ہیں۔" آفتاب نے اعتراض کیا۔

"اس صورت میں تو بات اور بھی آسانی سے سی مون تک پہنچ سکتی ہے۔"

"ہوں! ٹھیک ہے... تحریر کے ذریعے ٹھیک رہے گا۔" خان رحمان بولے۔

فرحت نے کاغذ لیا اور لکھنا شروع کر دیا... اسی وقت فرزانہ بول اٹھی:

"ایک ترکیب میرے ذہن میں بھی آ چکی ہے... کیا خیال ہے، میں بھی لکھنا شروع کر دوں؟"

"ہاں ضرور۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

فرزانہ نے بھی لکھنا شروع کر دیا۔ پھر دونوں نے لکھ کر اپنے کاغذ ان کی طرف بڑھا دیے... ادھر ادھر دیکھ کر انھوں نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

احتیاط سے کاغذ پڑھے... پھر ان پر ایک نئی بات ظاہر ہوئی۔

"ارے... ان دونوں نے تو بالکل ایک ترکیب لکھ دی۔" فاروق بولا۔

"کیا!!!" فرزانہ اور فرحت حیرت سے چلائیں۔

"ہاں! واقعی... ان کے ذہنوں میں بالکل ایک ترکیب آئی ہے۔"

"ترکیب واقعی بہت زور دار ہے... اور خالی جانے والی نہیں، لیکن جب آپ کی باری آئے گی تو پھر آپ کیا کریں گے انکل؟" آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی تو الجھن ہے... خیر... اب اس پر سوچو کہ میری باری آنے پر کیا کیا جائے گا۔"

"اس کی بھی ترکیب آ گئی ذہن میں۔" فرزانہ بولی۔

"اس کا مطلب ہے... تم دونوں کے ذہن اس وقت بہت تیز چل رہے ہیں۔" شوکی نے مسکرا کر کہا۔

"شاید یہی بات ہے... لیکن اس بار ایک ترکیب میں بھی پیش کروں گا۔" محسن بول اٹھا۔

"اوہو... ضرور... تم بھی بتاؤ بھئی۔" منور علی خان نے خوش ہو کر کہا۔

"میرا خیال ہے... بتانے کے بجائے... ترکیب بھی لکھ

Malik ji

کر دینی چاہیے۔" آفتاب بولا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

فرزانہ اور آفتاب ترکیب لکھنے لگے ہی تھے کہ فرحت بولی:

"ہم... میرے بھی ذہن میں ترکیب آ گئی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم تینوں کے ذہنوں میں ایک ہی ترکیب آئی ہو گی۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"تو تمہیں جلنے بھننے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" آفتاب بولا۔

"بس خاموش... ہم اس وقت بہت سنجیدہ گفتگو کر رہے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسرور آواز میں کہا۔

اور پھر انھوں نے تینوں کی ترکیب پڑھی... ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... کیوں کہ ترکیب بالکل ایک تھی۔

"میرا خیال ہے... اب ہم رات کا بقیہ حصہ جاگ کر گزار سکتے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"جب کہ میرا خیال ہے... ہمیں پلک تک نہیں جھپکنا چاہیے۔" آصف بولا۔

"اس قدر بھرپور خیال بھی کیا کسی کو آیا ہو گا... یعنی ہم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ساری رات پلک ہی نہ جھپکیں... کیوں بھئی... کیا بات ہے؟"

"ہمارا مقابلہ صرف کسی مجرم سے نہیں... یہودیوں سے ہے... اور یہودی لومڑی سے بھی زیادہ مکار ہیں۔" اس نے کہا۔

"یہ بات دل کو لگی... ہم رات جاگ کر گزاریں گے۔" خان رحمان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر ابا جان رات بھر جاگتے رہے تو دن میں کمزوری محسوس نہیں کریں گے کیا۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے... تو پھر صرف انسپکٹر جمشید سو جائیں... ہم جاگتے رہیں گے۔"

"مجھے بھی یہ مشورہ پسند ہے... لہٰذا میں سو رہا ہوں، ان شاء اللہ اب صبح سویرے ملاقات ہوگی۔"

اور وہ واقعی بہت جلد نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

"اب ہم بقیہ رات کس طرح گزاریں۔" محمود بڑبڑایا۔

"جاگ کر۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"جاگ کر تو خیر گزاریں گے... لیکن جاگنے کے دوران کریں کیا۔"

"بس... باتیں... اور کیا کریں گے۔"

"ایک تو تم دونوں کا باتیں کرکے پیٹ نہیں بھرتا۔" انسپکٹر

کامران مرزا نے جھنجھلا کر کہا۔

"کیا کیا جائے انکل... اکٹھے ملاقات بھی تو بہت بہت دنوں بعد ہوتی ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اور جب ہوتی ہے تب بھی آپ لوگ کون سا ہمیں کھلی چھٹی دے دیتے ہیں... ہمیشہ ایسے الفاظ میں ڈانٹتے رہتے ہیں... خبردار... یہ باتوں کا وقت نہیں... اس وقت ہم بہت سنجیدہ ہیں... بس بس... اب نہ بولنا... ورنہ... وغیرہ وغیرہ۔" آفتاب نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اگر ہم تم لوگوں کو کھلی چھٹی دے دیں تو تم تو بالکل بے لگام ہو جاؤ۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"انکل! ہم گھوڑے نہیں ہیں۔" محمود بولا۔

"بے لگام ہونا محاورہ ہے... جیسے منہ میں لگام دینا بھی محاورہ ہے۔" فرحت بولی۔

"ایک تو ان محاوروں سے ہمارا پیچھا نہیں چھوٹتا۔"

"چھوٹے بھی کیسے... یہ تو ہم سے جونک کی طرح چمٹ کر رہ گئے۔" شوکی بولا۔

"بلکہ اوڑھنا بچھونا ہی بن گئے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

"خبردار! کوئی اپنے الفاظ میں محاورے گھسیڑنے کی کوشش نہ کرو۔" فاروق نے اسے گھورا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"زبردستی تو نہیں... میں نے تو بہت آسانی سے یہ محاورہ اپنے الفاظ میں شامل کیا ہے۔" اشفاق نے معصومانہ انداز میں کہا۔

اور وہ مسکرا دیے... اسی وقت انھوں نے خان رحمان کی آنکھوں میں خوف کے آثار نمودار ہوتے دیکھے!

"خیر تو ہے انکل؟"

"نہایت خاموشی اور احتیاط سے اپنے اردگرد کا جائزہ لے کر مجھے بتاؤ... کیا تم کچھ محسوس کر سکتے ہو؟" انھوں نے سرگوشی کی۔

وہ ساکت رہ گئے... کیوں کہ خان رحمان کا لہجہ کسی انجانے خطرے کا پکار پکار کر اعلان کر رہا تھا... انھوں نے ادھر ادھر دیکھا، لیکن ہر طرف سکون ہی سکون نظر آیا... لوگ ان کے چاروں طرف سوئے پڑے تھے... کسی حرکت کے آثار نظر نہیں آئے...

"نہیں انکل... کہیں کسی قسم کی حرکت محسوس نہیں ہو رہی... ہر طرف سکون ہے۔"

"کبھی کبھی سمندر بھی بالکل اسی طرح پُرسکون نظر آتا ہے لیکن ہزاروں طوفان اس کے اندر مچل رہے ہوتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"واقعی... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں انکل۔" محمود ہکلایا۔

"خان رحمان کا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن ان کا اندازہ ہے کیا؟"

"غیر محسوس طور پر کچھ لوگ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں... شاید شب خون مار کر ہم لوگوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں... تاکہ نہ بجے بانس... نہ بانسری۔"

"لیکن ہمیں محسوس کیوں نہیں ہو رہی یہ بات" [illegible] نے منہ بنایا۔

"ہمیں اس وقت محسوس ہو گی... جب خطرہ سر پر پہنچ چکا ہو گا۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"پھر... ہم کیا کریں؟"

"پوری طرح چوکنے ہو جائیں... خود کو ایک دائرے کی صورت دے دیں... اس طرح کہ انسپکٹر جمشید ہمارے درمیان میں ہوں... ہماری کمریں ان کی طرف اور منہ ان نامعلوم آنے والوں کی طرف ہوں... ہم انسپکٹر جمشید کو بے آرام نہیں ہونے دیں گے... ان کے لیے سونا بہت ضروری ہے... اگر ان [illegible] ہو گئی تو پھر یہ [illegible] کے نہیں رہے گا۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... ہم ان شاء اللہ ان کی آنکھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

نہیں کھلنے دیں گے۔"

انھوں نے اپنے اپنے ہتھیار جیبوں سے نکال لیے... محمود نے جوتے کی ایڑی میں سے چاقو نکال لیا... وہ بہت دیر تک دم سادھے بیٹھے رہے... ان گنت لوگ ان کے چاروں طرف سوئے ہوئے تھے... ان میں کوئی ایسی حرکت نہیں تھی، جو انھیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی۔

پھر بہت دیر گزر گئی... انھوں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ خان رحمان کو ضرور وہم ہوا تھا... یہ بات محسوس کر کے خان رحمان پھر بولے،

"خبردار... ڈھیلے نہ پڑنا... خطرہ بدستور موجود ہے۔"

سب نے سرگوشی کی تھی، اور پھر اچانک لمبے لمبے خنجر چاند کی روشنی میں انھیں نظر آئے... یہ خنجر پچاس کے قریب تھے... اور ان کے بالکل قریب سوئے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں نظر آ رہے تھے... لیکن اب وہ سوئے ہوئے نہیں تھے... ان کی آنکھوں میں تو خون کی پیاس تھی... اگر وہ پہلے سے تیار نہ ہو گئے ہوتے تو اس وقت ان کے حملے سے بچنا ان کے لیے قریب قریب ناممکن تھا۔

اب ان کی سمجھ میں آیا... یہ لوگ تو اس وقت ان کے گروپ میں آ گئے تھے... جب وہ گروپ بنے تھے، اور انھوں نے اسی وقت ان کے نزدیک تر ہونے کی کوشش شروع کر دی تھی... یہاں تک کہ ان کے ارد گرد پہنچ گئے تھے اور شاید وہ اس وقت تک ان کے سونے کا انتظار کر رہے تھے... لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے سونے کا پروگرام کینسل کر دیا ہے... تو پھر وہ اسی حالت میں ہی حملہ کرنے پر تیار ہو گئے... کیوں کہ انھوں نے ان کا سارا منصوبہ چوپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔

اور اب پچاس کے قریب لمبے خنجر ان کے چاروں طرف تھے... اور ان کے درمیان میں انسپکٹر جمشید سوئے پڑے تھے... ادھر ان کے ہاتھ بھی خالی نہیں تھے، وہ اٹھ کھڑے ہو گئے... انھیں اٹھتے دیکھ کر حملہ آور بھی اٹھ گئے...

منہ سے آواز نہ نکلے... انتہائی خاموشی کے عالم میں یہ لڑائی لڑی جانے لگی۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا، اسی وقت وہ سب ان پر حملہ آور ہو گئے۔ انھوں نے خنجروں کے وار خنجروں پر اور اپنے دوسرے ہتھیاروں پر روکے... کسی نے پستول پر روکا تو کسی نے ڈنڈا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

پر یہ ہتھیار انھوں نے جب بھی موقع ملا تھا... قبضے میں کر لیے تھے... اور اس وقت کام آ گئے تھے۔

اور تو اور شوکی برادرز بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے تھے... انھوں نے اپنی رائفلوں پر وار روکے تھے... لیکن ان سب میں انسپکٹر کامران مرزا کی پھرتی دیکھنے کے قابل تھی... جوں ہی ان پر حملہ کیا گیا... انھوں نے بائیں ہاتھ سے وار روکا اور دائیں ہاتھ کی مدد سے خنجر چلا دیا اور ایک ہی وار میں تین آدمیوں کو کاٹ کر رکھ دیا... ان کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلیں اور وہ گر کر تڑپنے لگے، ادھر خان رحمان فوجی انداز میں لڑ رہے تھے... انھوں نے جھک کر وار روکا تھا اور پھر ایک دھکا جو مارا تو دو خنجر والے الٹ کر گرے... ان کی جگہ جھونک میں دوسرے ان پر گرے... لیکن دراصل وہ ان پر نہیں... ان کے خنجر پر گرے... اور پھر وہ دو بھی دوسری طرف الٹ گئے... منور علی خان کی پھرتی قابل داد تھی... ان کے ہاتھ میں ایک شکاری ہتھیار تھا اس کے ایک سرے میں لمبے سے ایک ٹکڑا سا بنا ہوا تھا اور وہ اسے تیزی سے گھما رہے تھے... کوئی خنجر والا ان کے نزدیک نہیں آ سکتا تھا... آگلوا جس کے

بھی جسم کو چھو گیا... تڑپ کر دور جا گرا... اب تک وہ چار کو سلا چکے تھے اور آگلوا بجلی کی سی تیزی سے گردش کر رہا تھا...

محمود اور آصف بالکل ساتھ ساتھ کھڑے تھے... ان کے کندھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے... دونوں نے ایک ساتھ وار روکا اور ایک ایک کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیے... پھر انھوں نے گرتے ہوئے دشمنوں کو زور لگا کر دوسروں پر پھینک دیا... وہ ان کی لپیٹ میں آ گئے۔

فاروق اور آفتاب کے پاس چھوٹی رائفلیں تھیں... وہ ان سے فائر تو کر نہیں سکتے تھے... لہٰذا انھوں نے رائفلوں کو نالوں کی طرف سے پکڑ لیا تھا... پہلے تو خنجروں کے وار ان پر روکے اور ان سے دھکا دے کر کھڑے دشمنوں کے سروں پر دستے مارے...

فرحت اور فرزانہ کے ہاتھوں میں خنجر تھے... اور دو دو تھے... بائیں ہاتھوں والے خنجروں پر انھوں نے وار روکے اور دائیں خنجروں سے حملہ کیا... نتیجہ یہ کہ دو آدمی ڈھیر ہو گئے، لیکن فوراً ہی دو اور آگے آ گئے... شوکی برادرز صرف دفاع کر رہے تھے... انھوں نے خود حملہ کرنے کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

کوشش نہیں کی... یہ دیکھ کر ان کے مقابل شیر ہو گئے... اور بڑھ بڑھ کر وار کرنے لگے... منور علی خان ان کے قریب تھے... انھوں نے جو شوکی، راونز کو کمزور پڑتے دیکھا تو اپنی رسی کا رخ ادھر تبدیل کر دیا... بس پھر کیا تھا... آنگڑا ان کے سروں کے مزاج پوچھنے لگا... اور وہ تڑا تڑ گرنے...

"شکریہ انکل۔" شوکی کے منہ سے نکلا۔

"اوں ہوں... بولنا نہیں ہے۔" منور علی خان بولے۔

"آپ... آپ بھی تو بول پڑے ہیں۔"

"اوہو... ان سے تو بھول ہو گئی... اور..." فاروق کہ اٹھا۔ اس نے فوراً ہی ہونٹ بھینچ لیے۔

لڑائی زور شور سے جاری رہی... ان کے جسموں پر بھی زخم پر زخم آئے... چوٹ پر چوٹ لگی... لیکن منہ سے انھوں نے اُف تک نہ کی... انسپکٹر کامران مرزا کے جسم پر ہر طرف زخم نظر آ رہے تھے... لیکن ان کے ہاتھ تھے کہ برابر حرکت کر رہے تھے۔

دو گھنٹے کی خاموش لڑائی کے بعد سکون ہو گیا... حملہ آور کھیت رہے... لیکن انھیں اب بھی اطمینان نہیں تھا... کہ آس پاس کچھ اور حملہ آور نہیں چھپے ہوں گے... لہٰذا وہ زخموں کے باوجود... آرام کی شدید خواہش کے باوجود... بالکل چوکس

کھڑے رہے...

انسپکٹر جمشید اب بھی گہری نیند میں تھے... آخر صبح کی اذان کی آواز کانوں سے ٹکرائی... اور انھوں نے آنکھیں کھول دیں... اٹھنے پر ان کی نظریں چاروں طرف بکھری لاشوں پر پڑیں...

"ارے! یہ کیا؟"

"ہم پر شب خون مارا گیا تھا۔"

"اوہ! تو آپ لوگوں نے مجھے کیوں نہ جگایا؟"

"ہم نے سوچا... آپ آرام کر لیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے:

"خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں تھی... میں آپ لوگوں کی مدد کرتا... دو چار کو تو ٹھکانے لگاتا... اوہو... سب لوگ بری طرح زخمی ہو چکے ہیں۔" وہ چونکے۔

"جی ہاں! کیا کیا جائے... زخمی بھی ہونا ہی پڑتا ہے... کبھی کبھی۔" شوکی بولا۔

"میں دیکھ رہا ہوں... تم چاروں بھی کم زخمی نہیں ہو... اس کا مطلب ہے... تم لوگوں نے بھی ہاتھ پیر ہلائے ہیں۔"

"جی... جی... بس... اب کیا بتائیں۔" محمود نے شرما کر کہا۔

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

نماز الگ الگ پڑھی گئی... اس گروپ کی جماعت انسپکٹر جمشید نے کرائی... اور پھر ایک غلغلہ بلند ہوا... لوگوں نے دیکھا سی مون کو ایک اونچے تخت پر بٹھا کر میدان کے بیچوں بیچ لایا جا رہا تھا... ہزار ہا آوازیں بلند ہو رہی تھیں...

"مسیح موعود... زندہ باد۔"

"روح اللہ زندہ باد۔"

"ابن مریم زندہ باد۔"

وہ بھی اٹھے... ان کی طرف کے لوگوں نے بھی شور مچانا شروع کیا:

"ہم بھی آپ کو تخت پر اٹھا کر لے جائیں گے... ہم بھی نعرے لگائیں گے۔"

"نہیں بھئی... اصلی اور نقلی میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب۔" ہزاروں آوازیں ابھریں۔

"ہم بالکل اسی طرح چلیں گے... جس طرح اللہ کے بندے چلتے ہیں... جو انداز انھوں نے اختیار کیا ہے... وہ تو خالص باطل کا انداز ہے... اللہ والوں کا انداز یہ نہیں ہو سکتا۔"

آخر وہ بھی میدان کی طرف بڑھے... سب لوگ ان کے پیچھے چلے... اور آخر کار وہ لوگوں کے دائرے سے نکل کر میدان کے درمیان کی طرف بڑھتے گئے... دوسری طرف سے بھی سی مون ایک ایک قدم اٹھا کر درمیان میں آ رہا تھا... اس کے جسم پر اب شاہانہ لباس تھا...

دونوں ایک دوسرے کے نزدیک پہنچ گئے...

"مجھے زندہ دیکھ کر آپ کو حیرت نہیں ہوئی مسٹر سی مون؟" انسپکٹر جمشید نے اس کی آنکھوں سے بچتے ہوئے کہا۔

"حیرت کیسی!" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"پچاس خنجر بردار شب خون مارنے کے لیے جو بھیجے تھے۔"

"یہ... یہ غلط ہے... میں نے ایسا ہرگز نہیں کیا... اور نہ میں ایسا کر سکتا تھا... کیوں کہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے، میں اصول کا آدمی ہوں... بے اصولی سے نفرت ہے مجھے۔"

"تب پھر پچاس لاشیں... جو ہم ایک طرف ڈھیر کر آئے ہیں... کس کی ہیں؟"

"ہوں... میں سمجھ گیا... وہ پجاریوں کی ہوں گی... ایسی حرکت وہی کر سکتے ہیں... مجھے ان کی مکارانہ حرکتیں سخت ناپسند ہیں۔ خیر میں معافی چاہتا ہوں۔"

"جب آپ نے ایسا کیا ہی نہیں تو پھر معافی کس بات کی۔"

"اچھا خیر... خیر اب کیا پروگرام ہے... کیا مقابلہ شروع

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کیا جائے۔"

"میں بالکل تیار ہوں... لیکن لوگوں کے سامنے ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسا اعلان؟"

"بس ہے... ایک اعلان۔" انھوں نے کہا۔

"پہلے مقابلہ کر لیں... مجھے شکست دینے کی صورت میں آپ ہر قسم کا اعلان کرنے کے لیے آزاد ہوں گے۔"

"میں مقابلے سے پہلے اعلان کرنا چاہتا ہوں۔"

"آخر وہ ایسا کیا اعلان ہے؟"

"میں چاہتا ہوں... ہم مقابلہ کے بغیر ہی آپس میں فیصلہ کر لیں۔"

"تو پھر پہلے اعلان مجھے سنایا جائے۔" اس نے کہا۔

"اگر آپ نے اعلان سن لیا تو پھر مجھے دوسروں کو نہیں سنانے دیں گے۔"

"ایسی کیا بات ہے۔" سی مون نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں جانتا ہوں... یہ منصوبہ شروع کرنے سے پہلے آپ کو قرآن اور احادیث کے مطابق قیامت سے پہلے تمام ہونے والے واقعات پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیے گئے ہوں گے بلکہ یاد کرا دیے گئے ہوں گے۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔"

"تو پھر آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں، اگر میں ایک اعلان کر دوں۔"

"میرا خیال ہے یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ ہماری جنگ کل شروع ہوئی تھی... اور اب پھر شروع ہوئی ہے... لہٰذا پہلے جنگ کر لی جائے... لوگ بھی ہماری طرف پریشان کن نظروں سے دیکھ رہے ہیں... کیا آپ مجھ سے خوف محسوس کر رہے ہیں۔" سی مون بولا۔

"مسلمان صرف اپنے اللہ سے ڈرتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو پھر... آیئے... پہلے دو دو ہاتھ کر لیں۔"

"اچھا... یونہی سہی۔" انھوں نے کندھے اچکائے اور دونوں خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ چند سیکنڈ وہ اسی پوزیشن میں رہے... پھر سی مون اچھلا... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید اچھلے... دونوں کے سر پورے زور سے ٹکرائے... سروں کے ٹکرانے کی آواز سی پیدا ہوئی... لیکن مجمع بہت دور تھا... اس لیے انھیں یہ آواز بہت ہلکی سی سنائی دی۔

تاہم وہ دونوں اچھل کر مخالف سمتوں میں گئے... اور چند

پیچھے تک اٹھ نہ سکے... کیونکہ ضربوں کی یہ شکل انتہائی خوفناک تھی... آخر وہ آہستہ آہستہ اٹھے اور پھر ایک دوسرے کی طرف بڑھے... دونوں سیدھے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے... اسی طرح کھڑے کھڑے ایک بار پھر ایک دوسرے پر اچھل پڑے... دونوں کے پنجے پورے زور سے ٹکرائے... اور وہ لڑکھڑا کر رہ گئے... لیکن گرنے سے سنبھل گئے.

اچانک مجمعے میں کسی کی چیخ ابھری... آس پاس کے لوگوں نے دیکھا... ایک آدمی کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا... اس کے ایک ہاتھ میں پستول تھا... شاید اس نے انسپکٹر جمشید پر فائر کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن ان کے کسی ساتھی نے اسے موت کے حوالے کر دیا تھا، لیکن اس نے فائر نہیں کیا تھا... ایک پتھر پیشانی پر دے مارا تھا... وہ لوگ اگر پیچھے گرنے والے پتھر کو دیکھ لیتے تو فوراً جان جاتے... پتھر منور علی خان نے مارا ہے کیونکہ ان کے تھیلے میں ایسے کئی پتھر موجود تھے اور اس کا مطلب تھا کہ ان کے ساتھ میدان میں ہونے والی لڑائی سے زیادہ لوگوں پر نظر رکھے ہوئے تھے اور اس وقت ضرورت بھی اسی کی تھی... بیگال جانتے تھے... کسی نے

کسی طرح دوسرا مسیح ہلاک ہو جائے اور ان کے جعلی مسیح کا ڈنکا بجنے لگے... تاکہ پھر وہ اپنی مرضی کے مطابق مسلمانوں کو اپنے پیچھے لگا سکیں... انھیں یہ بھلا سکیں کہ ان کا مذہب کیا ہے... وہ دراصل کیا ہیں اور یہ کام ایک جعلی مسیح موعود بخوبی کر سکتا ہے... جب کہ ایک مرزا قادیانی بھی پہلے کبھی ہو گزرا ہے... اس سے بھی انگریزوں نے اسی قسم کا کام لیا تھا... لیکن فرق یہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کا کرتب نہیں دکھا سکا تھا... لہٰذا بہت کم اس کے ماننے والے بن سکے... لیکن یہ ترکیب ایسی ہے کہ پوری دنیا اس کے پیچھے لگ سکتی ہے... یہی ان کی سکیم تھی کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو دین سے بے دین کر دیا جائے... اور اس سے بھی آگے اگر ان کا کچھ پروگرام تھا... تو اس کا ابھی انھیں اندازہ نہیں تھا.

انسپکٹر جمشید اور سی مون نے چیخ پر کان نہیں دھرے... دھرتے بھی کس طرح... وہ تو موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہے تھے... اچانک سی مون نے ہاتھ بڑھایا اور ان کی گردن میں بازو ڈال دیا... ساتھ ہی ایک جھٹکا دیا... ان کی گردن کھنچ گئی... سانس سینے میں اٹکنے لگا... اب سی مون نے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ پکڑ لیا، اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

گردن کو اور بھی زور سے دبانے لگا...

"انسپکٹر جمشید... آپ گئے۔" سی مون مسکرایا۔

ان کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا... سی مون پھر بولا:

"اگر کوئی اور موقع ہوتا تو میں آپ کی جان ہرگز نہ لیتا کیوں کہ ایک بہادر اور با اصول دشمن کی موت مجھے ہمیشہ غمگین کر دیتی ہے۔"

انسپکٹر جمشید اب بھی کچھ نہ بولے... اچانک ان کی کہنی سی مون کی پسلی میں لگی... اس کے منہ سے "سی" نکل گئی، ان کی گردن چھوٹ گئی... انھوں نے ایک جھرجھری سی لی اور سی مون پر جا پڑے... وہ ابھی تک اپنی پسلی کو پکڑے بیٹھا تھا... ان کی لپیٹ میں آتے ہی چت گرا، اور انسپکٹر جمشید اس کے سینے پر چڑھ گئے... ساتھ ہی دونوں ہاتھ انھوں نے گردن پر جما دیے... اب وہ پوری طرح دباؤ ڈال رہے تھے... سی مون کے دونوں ہاتھ ان کی کلائیوں پر آ کے جم گئے... اس نے ان کے ہاتھوں کو گلے پر سے ہٹانے کے لیے زور لگانا شروع کیا... ادھر انسپکٹر جمشید پورا زور گردن پر صرف کر رہے تھے سی مون کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا... انسپکٹر جمشید نے

اپنا سر سی مون پر انتہائی حد تک جھکا دیا تھا... تاکہ وہ ان کے واؤ پر عمل کر کے دونوں پیروں کی مدد سے انھیں اوپر نہ اچھال دے... ایسے میں انھوں نے کہا:

"اب اپنے بارے میں کیا خیال ہے مسٹر سی مون؟"

"اگر... اگر میں مر جاؤں... تو پھر... آپ سیکٹ موجود ہی نہ رہیے گا... اپنی اصلی شکل میں نہ آ سکے گا... بہت مزے میں رہیں گے۔"

"کیا خاک مزے میں رہوں گا... جہنم میں جلنا پڑے گا ہمیشہ کے لیے۔" وہ بولے۔

"ایک تو مسلمان لوگ ہر بات میں جنت اور جہنم کو لے آتے ہیں۔"

"کیا کیا جائے... ہمارا دین ہمیں تعلیم ہی یہی دیتا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ہم... ہیں... نہیں تو۔"

اور سی مون کی آواز نکلنا بند ہو گئی... اس کی آنکھیں باہر کو ابلنے لگیں...

"شاید... آپ کا آخری وقت آ گیا مسٹر سی مون۔ اعلان کر دیں... کہ میں نقلی مسیح موعود ہوں۔"

"نن... نو..." اس کے منہ سے نکلا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"مرتے وقت بھی وہی ضد اور ہٹ دھرمی؟"

"یہ نہ ضد ہے... اور نہ ہٹ دھرمی،" سی مون نے پورا زور لگا کر کہا۔

"شاید آپ کو بولنے سے بہت وقت ہو رہی ہے لہٰذا نہ بولیں۔"

لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا... سی مون کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا... انسپکٹر جمشید اس کے سینے پر سے بری طرح اچھلے... جیسے بہت طاقت ور پیروں نے انھیں اچھال پھینکا ہو...

وہ چاروں شانے چت گرے... ان کا سر زور سے ٹکرایا... پورا مجمع گھومتا محسوس ہوا۔

شکست کے بعد

انھیں گرتے دیکھ کر ان کے تمام ساتھی دھک سے رہ گئے... اسی وقت انھوں نے نقلی مسیح موعود کی آواز سنی،

"کوئی ہے... جو اس جھوٹے کی مدد کرنا چاہے... میں اس کے مددگاروں سے بھی جنگ کرنا چاہتا ہوں... تاکہ آج سب کو معلوم ہو جائے کہ اصلی اصلی ہوتا ہے اور نقلی نقلی۔"

مجمعے پر موت کا سناٹا طاری ہو گیا... انسپکٹر کامران مرزا نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا... وہ سب کے سب بے تابانہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے... جیسے کہہ رہے ہوں:

"جایئے... اللہ کے لیے جایئے میدان میں۔"

"میں جانتا ہوں... آپ سب لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں اور میں میدان میں جاؤں گا بھی... اگرچہ جانتا ہوں

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سی موان نے اس مقابلے کی دعوت کیوں دی ہے۔"

"بلکہ... کیوں دی ہے۔" محمود جھلایا۔

"اگر میں نہیں جاؤں گا تو تم سب یہ خیال کرو گے کہ میں ڈر گیا... لیکن ایسی بات نہیں... میری خواہش یہی ہے کہ یہ مقابلہ نہ ہو یہیں پر ختم ہو جائے... اس صورت میں ہم کوئی نہ کوئی موقع اللہ نے چاہا تو حاصل کر سکتے ہیں... لیکن دوسری صورت میں موقع حاصل کرنا ہمارے بس میں نہیں رہے گا۔"

"ہم سمجھے نہیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا... اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ تیر کی طرح جائیں اور سی موان سے جنگ شروع کر دیں... کوئی اور بات نہ کریں۔

"میں تمہارے جذبات کو بھی پڑھ رہا ہوں فرزانہ... اور خود کو میدان میں جانے پر مجبور پا رہا ہوں... ہاں! مجھے جانا ہی ہو گا۔" انھوں نے جذباتی انداز میں کہا اور مجمعے سے نکلنے کے لیے قدم اٹھانے لگے۔

"نہیں انکل... اگر آپ جانا مناسب نہیں سمجھتے تو رک جائیے... رک جائیے۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا فرزانہ کی طرف مڑے، مسکرائے

اور بولے:

"یہ بات تم نے اوپرے دل سے کہی ہے فرزانہ... بہرحال میں اب رک نہیں سکتا۔" انھوں نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔

انھوں نے اپنے دلوں میں اطمینان محسوس کیا... سبھی خواہش مند تھے کہ وہ جائیں اور سی موان سے جنگ کریں... ادھر سی موان نے پھر کہا:

"شاید اس جھونپڑے کے سب ساتھی خوف زدہ ہو گئے۔"

"نہیں! میں آ رہا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہ... مجھے ایک فی صد بھی امید نہیں تھی کہ کوئی آئے گا۔" سی موان بولا۔

"آپ کی امید تھی... لیکن بچوں کے جذبات مجھ سے دیکھے نہیں گئے۔"

"اوہ!" سی موان کے منہ سے نکلا۔

انسپکٹر کامران مرزا صرف مسکرا کر رہ گئے... پھر وہ جلدی جلدی اس کے نزدیک پہنچنے لگے۔

"مسٹر سی موان... تم کیوں چھپے تھے؟"

"میرا خیال ہے... آپ میری چال کو سمجھ گئے ہیں۔"

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں! یہی بات ہے۔" انھوں نے کہا۔

"تب پھر کیوں چلے آئے؟"

"کیوں کے خیال سے؟"

"اچھا تو پھر... اپنے باقی ساتھیوں کو بھی بلا لیں؛ میں ایک ہی وقت میں سب سے مقابلہ کروں گا۔"

"نہیں... پہلے صرف میں لڑوں گا... میری شکست کی صورت میں آپ ان سب کو مقابلے کی دعوت دے سکتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے پُر سکون آواز میں کہا۔

"کیا آپ انسپکٹر جمشید کا انجام نہیں دیکھ چکے؟" سی مون بولا۔

"ایمان والے انجام سے بے فکر ہو کر لڑا کرتے ہیں۔" وہ بولے۔

"اچھا یونہی سہی... میں آپ کی خواہش کا احترام کروں گا... آپ لوگ میرے بہادر دشمن ہیں... اب آپ کو حملہ کرنے کی اجازت ہے۔" اس نے کہا۔

"تو حملہ آپ نہیں کریں گے پہلے؟"

"نہیں... میں آپ کی طرف سے حملے کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

دونوں بالکل ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے...

ادھر جمشید کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے... فوراً ہی ان کے ساتھیوں کے... انسپکٹر کامران مرزا نے ایک نظر انسپکٹر جمشید پر ڈالی اور پھر بلا کی تیزی سے سی مون پر چھلانگ لگائی... سی مون پوری طرح ہوشیار تھا... لیکن انسپکٹر کامران مرزا یہ بھی اسے دھوکہ دے گئے... کیوں کہ ان کی چھلانگ کی زد سے بچنے کے لیے سی مون نے بھی چھلانگ لگائی تھی لیکن انسپکٹر کامران مرزا پہلے ہی اندازہ لگا چکے تھے کہ سی مون اسی سمت میں چھلانگ لگائے گا... لہٰذا انھوں نے بھی پہلے ہی چھلانگ اس طرف لگائی... اور دوسرے ہی لمحے وہ ان پر گرے... یہ اور بات ہے کہ جمشید نے اس کے باوجود ایک حیرت انگیز منظر دیکھا... سی مون پر گرتے ہی انسپکٹر کامران مرزا کئی فٹ اونچا اچھلے اور زمین پر گرے۔ ان کے گرتے ہی سی مون نے ان کی کمر پر چھلانگ لگائی... ان کا منہ زمین پر لگا لیکن انھوں نے چوٹ کی پروا کیے بغیر فوری طور پر ہاتھ پیچھے کیے اور سی مون کی گردن کو پکڑتے ہوئے پوری قوت سے آگے کی طرف جھٹکا دیا۔ سی مون [illegible] زمین کی طرف [illegible] جمشید کو یوں محسوس ہوا [illegible] زمین سے [illegible]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

دونوں ہاتھوں کی مدد سے اپنے سر کو بچا لیا تھا... ادھر انسپکٹر کامران مرزا نے اس کے نیچے چھلانگ لگائی... اور اس کی کمر پر گرے... سی مون زمین سے ٹکرایا... لیکن زخمی سانپ کی طرح پلٹا اور انسپکٹر کامران مرزا کی گردن میں بازو ڈال کر آگے کی طرف جھٹکا دیا... وہ چاروں شانے چت گرے اور پھر سی مون ان کے سینے پر چڑھ گیا... اس کے دونوں ہاتھ ان کی گردن کی طرف بڑھے ہی تھے کہ انسپکٹر کامران مرزا کے ہاتھ حرکت میں آ گئے اور انھوں نے اس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا دیں... اب ہاتھوں پر طاقت صرف ہونے لگی... لیکن چوں کہ انسپکٹر کامران مرزا نیچے دبے پڑے تھے... اس لیے وہ کمزور پڑ رہے تھے... سی مون اپنے جسم کا بوجھ ہاتھ پر آسانی سے ڈال رہا تھا... جب کہ انسپکٹر کامران مرزا ایسا نہیں کر پا رہے تھے... تاہم یہ اس سے بہتر تھا کہ وہ ان کی گردن دبوچ لیتا... سی مون نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور اپنے دونوں ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی... لیکن چھڑا نہ سکا۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"نہیں سی مون... ہاتھ تو خیر تم نہیں چھڑا سکو گے۔"

"اس صورت میں بھی کامیابی میری ہو گی۔" سی مون بولا۔

"اللہ مالک ہے۔" وہ بولے۔

دونوں زور لگاتے رہے... مجھے کا حال بہت پتلا تھا... پلکیں جھپکے بغیر وہ ان کی طرف دیکھ رہے تھے... اچانک سی مون دائیں پہلو کی طرف گر گیا... انسپکٹر کامران مرزا نے زور اور لگایا تو وہ ان کے نیچے تھا... اب اس کے والی پوزیشن ان کی تھی... انھوں نے ہاتھوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا... اور سی مون نے ایک نئی حرکت کی، اس نے اپنے بازو دونوں کو اوپر اٹھانا شروع کیا... انسپکٹر کامران مرزا نیچے کی طرف دباؤ ڈالنے لگے... لیکن ان کے ہاتھ اوپر اٹھتے چلے گئے، اچانک سی مون اٹھ کھڑا ہوا... انسپکٹر کامران مرزا بھی اس کے ساتھ اٹھتے چلے گئے... سی مون نے ان کے ہاتھوں کو ایک جھٹکا دیا، وہ اس کے سینے سے آ ٹکرائے... ساتھ ہی سی مون جھکا اور انھیں اپنے کندھے پر اٹھا لیا... سی مون نے ایک چکر لگایا اور ایڑی گھما کر دور پھینک دیا، لیکن وہ لمحہ شاید سی مون کے لیے بھی حیرت انگیز تھا... انسپکٹر کامران مرزا گرے نہیں تھے... سیدھے کھڑے نظر آ گئے تھے اور اب ایک بار پھر اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"آپ دونوں کو ہی کبھی نہیں بھول سکوں گا۔" سی مون نے دبی آواز میں کہا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"شکریہ۔" وہ مسکرائے۔

"ابھی تک آپ کے وہی دم خم ہیں۔" اس نے کہا۔

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔" وہ بولے۔

"خیر... آئیے... آپ کو بھی اب انسپکٹر جمشید کے قریب لٹا ہی دوں۔"

"یہ بات تمھارے اختیار میں نہیں۔" انھوں نے منہ بنا کر کہا۔

اچانک سی مون نے ان کی طرف دوڑ لگا دی۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بھی بچنے کی کوشش نہیں کی... بلکہ خود بھی اس کی طرف دوڑ پڑے... دونوں پورے زور سے ٹکرائے، اور مخالف سمتوں میں گرے... چند سیکنڈ تک دونوں اٹھ نہ سکے، آخر اٹھے، اور ایک ایک قدم آگے بڑھے۔

"اب میں ایک کاری وار کروں گا... اور آپ اس وار کو روک نہیں سکیں گے۔"

"پہلے سے کوئی دعویٰ نہ کریں مسٹر انسپکٹر کامران مرزا..." سی مون نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھ سے ہاتھ ملائیے... کیوں کہ مقابلے سے پہلے ہاتھ ضرور ملا لینا چاہیے۔"

اس نے ہاتھ آگے کر دیا۔

"اوہ... ضرور کیوں نہیں۔" وہ بولے... اور ہاتھ آگے بڑھا دیا...

دونوں کے ہاتھ آپس میں ملے... پھر سی مون نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا... اور بولے:

"اب میرا کمال دیکھیے۔"

یہ کہہ کر وہ اچانک نیچے جھکا اور پھر سیدھا اچھلا... لوگوں نے دیکھا... وہ ان کے سر سے بھی اونچا اچھل گیا تھا... اس کے دونوں پیر ان کے سر پر لگے... ان کی گردن میں زبردست جھٹکا آیا... اور وہ ایک سمت میں جھکتے چلے گئے... اس وار کی انھیں واقعی کوئی امید نہیں تھی... انھیں یوں لگا جیسے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو... نیچے گرتے وقت وہ محسوس کر رہے تھے کہ اب وہ شاید ہی اٹھ سکیں گے۔

سی مون نے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا:

"اس چھوٹے کے ساتھی نے بھی زمین دیکھ لی... لیکن میں جانتا ہوں... ابھی اس کے کچھ اور ساتھی موجود ہیں... ان میں اگر ذرہ بھی غیرت ہے... تو میدان میں آ کر دو دو ہاتھ کر لیں۔"

یہ الفاظ ان کے لیے نشتر کا کام کر گئے... وہ

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک ساتھ چلائے۔

"ہم آ رہے ہیں۔"

اور پھر وہ سب میدان میں نکل آئے... مجمع اب اس چھوٹی سی فوج کو حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا...

"آؤ... آؤ... بھئی... میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کس بات کی؟"

"غیرت مند ہونے کی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر سی مون... باتوں میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔" خان رحمان بولے۔

"میں ایک ہی وقت میں تم سب سے مقابلہ کروں گا۔"

"جب کہ میرا خیال ہے... میں اکیلا تمہارے لیے کافی ہوں۔" منور علی خان بولے۔

انھوں نے دیکھا... ان کے ہاتھ میں وہی رسی والا ہتھیار تھا... یعنی اس کے سرے پر آنکڑا بندھا ہوا تھا۔

"او ہو اچھا... اگر یہ بات ہے تو پھر آئیے... پہلے آپ مقابلہ کر لیں۔" سی مون مسکرایا۔

"ضرور، ضرور کیوں نہیں..." منور علی خان چہکے اور ساتھ ہی رسی ان کے ہاتھ میں چکرانے لگی... آنکڑا تیزی سے گھومنے لگا... ہوا اس کی گردش کی وجہ سے سائیں سائیں کرنے لگی... پھر اچانک آنکڑا سی مون کے سر کی طرف گیا... لیکن وہ بجلی کی سرعت سے نیچے بیٹھ گیا... آنکڑا اس کے سر پر سے گزر گیا... چکر کاٹ کر آنکڑا پھر اس کی طرف آیا... اس مرتبہ اس نے جھکائی دی اور اس کے درمیان میں ہاتھ ڈال دیا... آنکڑے کو فوراً ایک جھٹکا لگا... اور رسی سی مون کے جسم کے گرد لپٹتی چلی گئی... ادھر سی مون نے اپنے دونوں ہاتھوں کو حرکت دی... منور علی خان گویا ہوا میں اڑتے ہوئے اس کی طرف آئے... ساتھ ہی سی مون کا سر ان کے سر سے ٹکرایا... دو ناریلوں کے ٹکرانے کی زبردست آواز گونجی منور علی خان کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ لمبے لیٹ گئے۔

"تمہارے ساتھی بھی گئے کام سے۔"

"پروا نہیں... میں ابھی باقی ہوں۔" خان رحمان گرجے۔

"تو کیا... آپ بھی اکیلے لڑیں گے۔"

"ہاں! میرے بعد سب نیچے بیٹھ گئے، ایک ساتھ لڑ سکتے ہیں۔" انھوں نے اجازت دی۔

"تب پھر حملہ کیجیے مسٹر خان رحمان... میں اب اس جنگ کو زیادہ طول نہیں دے سکتا... ابھی مجھے آگے بھی جانا ہے۔"

"یہ لو۔" خان رحمان نے کہا اور اس پر جھپٹ پڑے۔ ان کا مضبوط اور طاقت ور جسم سی مون کے جسم سے ٹکرایا... اور انھیں یوں لگا جیسے کسی چٹان سے ٹکرا گئے ہوں... تاہم حوصلہ بلند رکھتے ہوئے انھوں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیے... دوسری طرف سی مون نے ان کی گردن کے گرد ہاتھ ڈال دیے... اب دونوں ایک دوسرے پر زور لگانے لگے... اپنی فوجی زندگی میں خان رحمان نے اس ترکیب سے کئی بڑے طاقت ور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

لیکن اس وقت وہ محسوس کر رہے تھے کہ انھوں نے کسی دلدل میں پیر رکھ دیا ہے... اور پھر ان کا سانس اکھڑ گیا... ہاتھ پیر ڈھیلے پڑتے چلے گئے... کچھ لمحات کے بعد سی مون نے انھیں اپنے سے جدا کیا تو وہ لکڑی کے تختے کی طرح گر گئے۔

"تک... گیا... دیر... کیا ہے۔" فرزانہ چلائی۔

"نہیں... میں وہ شخص نہیں... جو اکیلا زندہ ہیں۔" سی مون مسکرایا۔

"گویا اب ہم سب کو آپ سے لڑنا ہوگا۔"

"آپ کی مرضی... اگر نہیں لڑنا تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں... انسپکٹر جمشید تھوڑے سے مرعوب ثابت ہو چکے... یہ پورا مجمع اب ان کی کوئی بات نہیں مانے گا۔"

"کوئی بات نہیں... ہم بھی مقابلہ ضرور کریں گے۔" محمود نے کہا۔

"ضرور ضرور... شوق سے۔" سی مون مسکرایا۔

انھوں نے اپنے طریقے کے مطابق سی مون کو چاروں طرف سے گھیر لیا... سی مون یہ دیکھ کر مسکرایا اور بولا:

"اب فرزانہ تو سیدھی میری گردن کی طرف آئے گی، فاروق اور آفتاب مجھے ہاتھوں سے پکڑ کر گھسیٹنے کی کوشش کریں گے... محمود اور آصف سامنے کی طرف سے وار کریں گے... وہ گئے شوکی برادرز... یہ شاید دور ہی کھڑے تماشا دیکھیں گے۔"

"ان حالات میں ہم تماشا نہیں دیکھ سکتے..." اور کہا

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سکتے ہیں۔" شوکی نے منہ بنایا۔

"مقابلہ شروع کرو۔" سی مون نے کہا۔

سی مون دائرے کے اندر گھومنے لگا... ادھر وہ اس پر وار کرنے کے لیے پر تولتے رہے... پھر محمود نے سب سے پہلے اس کی طرف چھلانگ لگائی... سی مون نے اسے دونوں ہاتھوں پر روکا اور ایک زبردست دھکا مارا... محمود ہوا میں اڑتا ہوا دور جا گرا... لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فرزانہ چھلانگ لگا چکی تھی اور اس کی گردن سے چمٹ چکی تھی... سی مون نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا... وہ تو آصف، آفتاب اور فاروق کی طرف متوجہ تھا... جنھوں نے ایک ساتھ اس پر حملہ کیا تھا... فاروق اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر لٹک گیا... آفتاب نے بائیں ہاتھ پر قبضہ جمایا، آصف نے ایک ٹانگ پکڑ لی... لیکن وہ سی مون کی دوسری ٹانگ کی طرف توجہ نہ دے سکا... نتیجہ یہ کہ اس کے پیر کی ٹھوکر اس کی پسلیوں میں لگی... اور وہ لڑھکتا چلا گیا... یہ دیکھ کر کھسن غصے میں آ کر آگے بڑھا... اس نے خود کو نیچے گرا دیا اور سی مون کی دونوں ٹانگوں کے گرد بازو کس دیے... سی مون یہ دیکھ کر مسکرایا... اسی لمحے فرحت نے سامنے کی طرف سے چھلانگ لگائی اور اچھل کر سامنے سے اس کی گردن میں بازو ڈال دیے... گویا کمر کی طرف سے گردن فرزانہ نے کس لی... اور سامنے کی طرف سے فرحت نے...

"بہت خوب... یہ ہوئی بات... اب مسٹر سی مون نہ ہاتھ ہلا سکتے ہیں نہ پیر۔" شوکی ہنسا۔

"ہاں... لیکن... میرا خیال ہے... میں کمزور پڑ رہا ہوں۔" کھسن چلایا۔

"اشفاق، اخلاق... تم بھی اس کی ٹانگوں سے چمٹ جاؤ۔" شوکی نے فوراً کہا۔ انھوں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ... کھسن کی نقل کی اور ٹانگوں سے لپٹ گئے۔

"اب رہ گیا میں... میں کیا کروں۔" شوکی بولا۔

"محمود کے جوتے کی ایڑی میں سے چاقو نکال کر مسٹر سی مون کے دل میں اتار دو۔" فاروق نے کہا۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ... کام مجھ سے نہیں ہو گا۔" شوکی کا رنگ اڑ گیا۔

"لیکن آج یہ کام کرنا ہو گا... ورنہ..." آصف غرایا۔

اسی وقت فرزانہ نے گدگدی کرنے کی کوشش کی... لیکن اس نے تو جلد پر کوئی چیز چڑھا رکھی تھی۔

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"... اچھا... اچھا بھائی... غراتے کیوں ہیں۔" شوکی نے کہا اور ہانپتا کانپتا بے ہوش محمود جھک گیا... اس کے بوٹ کی ایڑی میں سے چاقو نکالا اور سی مون کی طرف بڑھنے لگا... اسی وقت سی مون نے ایک خوف ناک قسم کی جھرجھری لی... وہ سب کے سب اس جھرجھری کی تاب نہ لا سکے... اسی طرح اس کے جسم سے الگ ہو ہو کر گرے جیسے کسی بڑی طاقت نے انھیں نوچ پھینکا ہو.... اور اس طرح گرے کہ پھر نہ اٹھ سکے... یہ دیکھ کر شوکی ٹھٹک گیا... اس نے ایک نظر غصے سے چاقو پر ڈالی... دوسری سی مون پر... پھر آنکھیں بند کر کے چاقو سی مون پر دے مارا...

چاقو سی مون کے دائیں طرف سے گزر گیا... اس نے جھکائی دی تھی... اور اب وہ ایک ایک قدم اٹھا کر شوکی کی طرف بڑھ رہا تھا... ادھر شوکی پتھر کے بت کی مانند ساکت ہو چکا تھا.... اس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں... شاید اس میں ہلنے جلنے کی سکت تک نہیں رہ گئی تھی۔

نزدیک پہنچ کر سی مون نے ایک دھپ اس کی کمر پر رسید کر دیا... وہ فوراً منہ کے بل گرا... اور بے ہوش ہو گیا... اس کے ساتھ ہی مجمعے نے تالیاں بجا دیں... ساتھ ہی نعروں کی آواز گونجی:

"مسیح موعود... زندہ باد۔"

"ابن مریم... زندہ باد۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

احتجاج

انھیں ہوش آیا۔ تو وہ لوہے کے بڑے بڑے پنجروں میں قید تھے... ہر پنجرے میں ایک آدمی کو بند کیا گیا تھا... گویا ان لوگوں کو چودہ پنجروں کا بندوبست کرنا پڑا تھا۔ پنجرے ہجوم نے اٹھائے ہوئے تھے........ اور ہجوم کا سیلاب آگے بڑھ رہا تھا... سی مون انھیں کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا... پنجروں کی سلاخوں کے درمیان بس اتنا فاصلہ تھا کہ وہ ہاتھ باہر نکال سکتے تھے...

"چپ... پنجروں کا سفر...؟" آصف بڑبڑایا۔

"یہ... یہ تو... کسی ناول کا... فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"وحشت تیرے کی... ان حالات میں بھی چین نہیں؟" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا، پھر زور سے چلایا "ہائے مر گیا۔"

"کیوں... کیا... ہوا؟" خان رحمان بوکھلا کر بولے۔

"شاید لڑائی کے دوران ران پر کوئی زخم آ گیا ہے... لیکن ہم تو بے ہوش ہو گئے تھے... اب ہاتھ مارا تو پتا چلا ہے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"آخر اب یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"جدھر سی مون جائے گا... یہ بھی ادھر ہی جائیں گے"

"اس طرح تو پوری دنیا اس کے پیچھے لگ جائے گی۔"

"یہی تو جاپانیوں اور بنگالیوں کی سازش ہے۔" فاروق نے کہا۔

"خیر... کم از کم پروفیسر داؤد تو پنجروں کی قید سے بچ گئے۔"

"وہ تو اس زیر سمندر دنیا میں مزے سے بیٹھے یہ سارے منظر دیکھ رہے ہوں گے۔"

"مزے سے تو خیر نہیں... اس وقت تو ان کا رنگ بھی اڑا ہوا ہو گا۔"

"ہاں! واقعی... لیکن افسوس... وہاں سے وہ ہماری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے۔"

"پروا نہ کرو... ہمیں صرف اللہ کی مدد پر بھروسہ کرنا ہو گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"وہ گھنٹے تک یہ عظیم ترین قافلہ چلتا رہا... شاید اس قدر بڑی تعداد میں لوگ ایک ساتھ کبھی نہیں چلے ہوں گے، کروڑوں لوگوں کا مجمع تھا... پھر قافلہ رک گیا... ان کے پنجرے رکھ دیے گئے... پھر پنجروں میں کھانے پینے کی چیزیں ڈالی گئیں جس طرح جانوروں کو ڈالتے ہیں... پھر ایک گروہ ان پنجروں کی طرف بڑھتا نظر آیا... یہ گروہ کسی کو درمیان میں لیے آگے بڑھ رہا تھا... جلد ہی انھوں نے دیکھ لیا، درمیان میں سی موان موجود تھا... پنجروں کے نزدیک آ کر وہ رک گیا۔

"آپ لوگوں کو کسی چیز کی کمی تو نہیں... ان پنجروں میں کوئی تکلیف تو نہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں... ہم بہت آرام سے ہیں۔"

"اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے بتائیے گا۔"

"بہت بہتر... لیکن سی... سفر میسج... ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"میرا خیال تھا کہ یہ بات تم لوگ جانتے ہوں گے۔"

"ہاں! ہم اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"تو بس پھر... میں دیکھ رہا ہوں... اور میں جاؤں

گا جی کہاں۔" اس نے کہا۔

"تب پھر ہماری ایک درخواست ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں ہاں... کہو... آپ کی ہر درخواست مانی جائے گی۔"

"مہربانی فرما کر ہمارے پنجروں کو اپنے نزدیک رکھیے سفر کے دوران بھی ہمیں اپنے ساتھ ساتھ رکھیے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے فوراً کہا... پھر وہ مجمع کی طرف مڑا۔

"ان لوگوں کے پنجرے میرے خیموں کے پاس پہنچا دو، اب یہ لوگ میرے ساتھ ساتھ سفر کریں گے۔"

"بہت بہتر... یا نبی اللہ۔" کئی آوازیں ابھریں۔

سی موان آگے بڑھ گیا... ان کے پنجرے اٹھائے جانے لگے...

"جنگ... گیا... ہم... مکمل طور پر شکست کھا چکے ہیں انکل۔" آصف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا... اگر سی موان نے ہمیں ساتھ ساتھ رکھا... تو پھر اس بات کا امکان ہے کہ ہم کوئی موقع نکال سکیں... بصورت دیگر نہیں۔"

"ان ساتھیوں کی طاقت کو آزمانے کے بارے میں کیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خیال ہے... ہمارے پاس شاید اب محمود والا چاقو تو ہوگا نہیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"ہاں... خود ہی بے ہوش ہو گیا تھا... اس کے بعد یا تو چاقو پیچھے ہی پڑا رہ گیا ہوگا... یا پھر سی مون نے اٹھا لیا ہوگا۔"

"کچھ بھی ہو... ہمیں ان سلاخوں کو تو کسی نہ کسی طرح توڑنا ہوگا۔" آصف بولا۔

"ارے... یہ کیا۔" انھوں نے محمود کی چہکتی آواز سنی۔

"کیا... کیا ہوا؟"

اب وہ محمود کی طرف مڑے... انھوں نے دیکھا، محمود نے جوتے کی ایڑی کھول رکھی تھی... ایڑی کے خانے میں چاقو موجود تھا۔

"ارے! چاقو تو یہاں موجود ہے۔"

"ہوں... مجھے تو حیرت ہے کہ چاقو یہاں کیوں موجود ہے۔"

"شاید مسٹر سی مون نے ہی رکھ دیا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے... ہم اس چاقو کی مدد سے سلاخیں نہیں کاٹ سکتے۔" فرحت نے فوراً کہا۔

"نظر تو یہی آتا ہے۔"

Malik ji

ان کی ہر چیز ان کے پاس موجود تھی... محمود نے چاقو کھولا اور اس کے ذریعے سلاخ کو کاٹنا چاہا... سلاخ ذرا بھی نہیں کٹی۔ اس نے مایوسانہ انداز میں کہا:

"مسٹر سی مون نے چاقو اسی لیے رکھ دیا ہوگا تو ہم جان لیں... ان پنجروں سے نکلنا ممکن نہیں۔"

"لیکن چوبیس گھنٹے میں کسی وقت تو انھیں پنجرے کھولنا ہی پڑیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"تمام پنجرے ایک وقت میں نہیں کھولیں گے... باری... باری۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یوں بھی اگر وہ ایک ہی وقت میں کھول دیں تو کیا کر لیں گے ہم... اس مجمعے کے ساتھ تو بڑی بڑی طاقتیں گھٹنے ٹیک رہی ہوں۔"

"اُف! مالک... یہ ہم کس جال میں پھنس گئے..." شوکی بڑبڑایا۔

"لیں... ہارنے لگے ہمت۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"جی... نہیں انکل... ہمت تو خیر ہم نہیں ہار سکتے، اور جو کہیں ہار جائیں۔" فاروق مسکرایا۔

ایک گھنٹے بعد ان کے پنجرے جہاں رکھے گئے... وہاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سو کے قریب خیمے لگے ہوئے تھے... ان میں ایک خیمہ سب سے بڑا اور اونچا تھا۔

"یہ نقلی مسیح موعود کا خیمہ ہے شاید۔" فاروق بڑبڑایا۔

"ہو گا... ہمیں کیا۔"

"شاید اب پوری دنیا کے لوگ اس نقلی مسیح کی زیارت کے لیے اس کی طرف بڑھ رہے ہوں گے۔ مجمعے کی تعداد برابر بڑھتی چلی جائے گی... پھر دنیا کے کسی ملک کی فوج... کسی ملک کی طاقت اس عظیم سیلاب کو نہیں روک سکے گی، اور جہاں تک میرا خیال ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا کہتے کہتے رک گئے۔

اسی وقت انھوں نے سی مون کو آتے دیکھا... لوگوں کا جمگھٹا اب بھی اس کے ساتھ تھا۔

"کیوں بھئی... کیا حال ہے..." اس نے محمود کے پنجرے کے قریب رک کر کہا۔

"اللہ کا شکر ہے۔"

"خیریت ہے... تم سب کے پنجروں میں بند ہو کر بھی اپنے اللہ کا شکر بجا لا رہے ہو۔"

"تو اور کیا کریں۔" اشفاق نے جھلا کر کہا۔

"گلہ کرو... اس کا... شکوہ کرو۔"

"نہیں... مومن اپنے رب کا شکوہ نہیں کر سکتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ لوگوں کی یہ باتیں سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی ہے۔" سی مون نے کہا... باقی لوگ اب اس سے بہت فاصلے پر کھڑے تھے... پنجروں کی طرف آتے ہوئے اس نے انھیں دور رک جانے کا اشارہ کیا تھا۔

"مسٹر سی مون... ہمیں کب تک ان پنجروں میں رہنا ہو گا۔"

"اگر چاہیں تو ابھی اور اسی وقت نکل سکتے ہیں۔" سی مون نے مسکرا کر کہا۔

"اور اس کے لیے کیا شرط ہو گی۔"

"صرف اور صرف ایک... آپ لوگ ابھی اور اسی وقت اپنے ملک کو سدھار جائیں۔"

"یہ... یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔" آفتاب نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر یہیں بھی محبوس رہو۔"

"اب پروگرام کیا ہے؟"

"ابھی دیکھتے چلو... کوئی بات نہ پوچھو... یہ بھی میری مہربانی ہے کہ تم لوگوں کو اپنے نزدیک لے آیا ہوں۔" سی مون نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"گویا آپ بتانا پسند نہیں کرتے۔"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں... ہم انتظار کریں گے... آخر دیکھ ہی لیں گے۔"

"ہاں! انتظار کرنے اور دیکھنے کی اجازت ہے... اب مجھے بالکل اصلی مسیح موعود بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔" سی مون بولا۔

"لیکن مسٹر سی مون... آپ اس طرح فائدہ کیا اٹھائیں گے۔"

"یہ کیا کم فائدہ ہے کہ ساری دنیا اس وقت میرے پیچھے ہے۔"

"لیکن بیچینی اور انتشار وغیرہ کا کیا فائدہ ہو گا... اس کا۔"

"اصلی حضرت عیسیٰ آسمان سے جب نازل ہوں گا تو دنیا میں صرف اسلام باقی رہ جائے گا... باقی تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے... لیکن نقلی مسیح اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔"

"لیکن کیسے۔"

"یہ بات منصوبے کا ایک اہم حصہ ہے... اس لیے

وقت سے پہلے نہیں بتا سکتا۔" اس نے کہا... اور آگے بڑھ گیا۔

چند گھنٹے کے انتظار کے بعد قافلے کو کوچ کا حکم ملا۔ ان کے پنجرے اٹھائے گئے... سی مون کے خیمے سے پہلے سی مون نکلا... پھر اس میں سے تین بہت بڑے لکڑی کے صندوق نکالے گئے... وہ ان صندوقوں کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے...

○

"یہ... یہ کیا بھئی..." ان میں سے کسی ایک کے منہ سے نکلا۔

"پتا نہیں... کیا بلا ہے ان میں... ہم کس طرح بتا سکتے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"لیکن ان میں کوئی اہم چیز ضرور ہے۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں خان رحمان... تمہارا خیال ٹھیک ہے... میں ان صندوقوں پر عجیب وضع کے تالے لگے ہوئے دیکھ رہا ہوں... اس قسم کے تالے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سب سے آگے سی مون تھا... اس کے پیچھے وہ تین صندوق تھے... ان صندوقوں کے بعد ان کے پنجرے تھے اور پھر لوگوں کا اژدحام... دنیا کی اس وقت تک کی تاریخ کا سب سے بڑا اژدحام... جو کسی انسان کے گرد جمع ہوا تھا۔

قافلہ رواں دواں رہا... انھیں پنجروں تک ہی خوراک دی جاتی رہی... کئی دن تک انھیں سی مون کی صورت دکھائی نہ دی... پھر پورا ایک ہفتہ بعد سی مون ان کے قریب آیا:

"تم لوگ کافی بے چین ہو گے۔"

"ہاں! بے چین ضرور ہیں، پریشان ہرگز نہیں۔" فاروق بولا۔

"میں جانتا ہوں... آپ لوگ ہر قسم کے حالات میں حوصلے بلند رکھتے ہیں۔"

"تو پھر ہمیں ان صندوقوں کے بارے میں بتا دیں۔" محمود بولا۔

"افسوس، نہیں بتا سکتا۔"

"اس کا مطلب ہے... پھر کسی وقت بتائیں گے۔"

"نہیں... شاید ان صندوقوں کا راز میں تم لوگوں کو کبھی بھی نہیں بتا سکوں گا۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا... اب ان کی بے چینی اور بڑھ گئی۔

"ہمارے ملک کا کیا حال ہے۔" فرزانہ بولی۔

"آدھے کے قریب ملک میری زیارت کے لیے اپنے گھروں سے نکل کھڑا ہوا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ! اور باقی اسلامی ملکوں کا کیا حال ہے۔"

"صرف اسلامی ملکوں کی بات نہیں... غیر مسلم لوگ بھی گھروں سے نکل نکل کر میری طرف بڑھ رہے ہیں، اب دنیا کی کوئی طاقت میرا راستا نہیں روک سکتی۔"

"ایک طاقت ایسی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ جواب میں کہیں گے... وہ طاقت اللہ کی طاقت ہے۔" سی مون نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن میں اس کو نہیں مانتا... تم مانتے ہو... اس لیے یہ بات کہ سکتے ہو... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"اگر آپ کی یہ باتیں کوئی سن لے۔"

"نہیں سن سکتے... وہ لوگ اتنے فاصلے پر ہیں کہ ہماری آوازیں ان تک جا ہی نہیں سکتیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"کاش اس وقت ہمارے پاس کوئی خفیہ ٹیپ ریکارڈر ہوتا۔" مشوکی نے سرد آہ بھری۔

"ایسی کوئی چیز بھلا میں کس طرح آپ لوگوں کے پاس رہنے دے سکتا ہوں۔"

"ان صندوقوں پر جو تالے لگے ہوئے ہیں... اس قسم کے تالے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے..." مشوکی بڑبڑانے کے انداز میں بولا۔

"ہاں! یہ خاص قسم کے تالے ہیں۔"

"تو پھر ان کی چابیاں بھی خاص ہوں گی۔"

"اس قسم کی باتیں نہ کریں... میں تم لوگوں کے طریقہ کار کو اچھی طرح جانتا ہوں... تم اس قسم کے سوالات بغیر کسی مقصد کے ہرگز نہیں پوچھتے۔" سی مون نے انھیں گھورا۔

"بہت بہتر... اب نہیں پوچھیں گے۔" فاروق جلدی سے بولا۔

"مسٹر سی مون... اس میں کوئی شک نہیں کہ مقابلے میں ہم لوگ شکست کھا گئے... لیکن ہم اس کے باوجود آپ کو جھوٹا ثابت کر سکتے ہیں۔" فرزانہ نے نئی بات کہی۔

"وہ کیسے؟" سی مون کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"بہت آسانی سے... اگر تجربہ کرنا ہے تو ہمیں پنجروں سے باہر نکال کر مجسمے کے سامنے کھڑا کر دیں۔"

"نہیں... میں اب تجربات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں... ویسے آپ کی یہ بات سن کر مجھے حیرت ضرور ہوئی ہے۔" اس نے کہا۔

"چلیے خیر... یہ بھی بہت ہے کہ ہم نے آپ کو حیران ہونے پر تو مجبور کر ہی دیا۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... آپ لوگ اگرچہ اس وقت ان پنجروں میں بند ہیں... لیکن اس کے باوجود میں آپ لوگوں کو اپنے لیے ایک بڑا خطرہ خیال کرتا ہوں۔"

"یہ تو آپ کی مہربانی ہے۔" آفتاب مسکرایا۔

"یہ پنجرے آخر کس دھات کے بنے ہوئے ہیں؟"

"فولاد میں کوئی چیز ملائی گئی ہے... جس کی بنا پر کٹ نہیں سکتے۔" اس نے کہا۔

"اوہ... یہ بات ہے۔" محمود چونکا۔

"کاش... آپ ہمیں یہ بتا دیتے کہ اب سکیم کیا ہے۔"

"نہیں! آخر وقت تک نہیں بتا سکتا۔"

قافلہ پھر آگے روانہ ہوا... وہ منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے... اژدھام بڑھتا گیا... ملکوشیں سی مونا

Malik ji
www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے آگے جھکتی گئیں..... وہ جس ملک کے پاس سے گزرتے اس کا سربراہ آ کر اپنی غلامی کا اعلان کرتا... اور اس طرح سی ون کامیابی کے جھنڈے گاڑتا آگے بڑھتا رہا...... وہ بدستور پنجروں میں بند رہے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے کوئی قیامت ہم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے پر تول رہی ہے۔" ایک دن فاروق نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"قیامت کے پر... کیا کہ رہے ہو بھائی؟" شوکی نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہ ذرا محاورے والے پر ہیں۔"

"لیکن وہ قیامت ہو گی چھوٹی۔"

"بچ... چھوٹی قیامت... یہ... یہ تو۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں ہاں... کہہ دو... کیا جاتا ہے تمہارا۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"تو تم کیوں جل رہے ہو۔" فرزانہ بولی۔

"جلتا ہے میرا جوتا۔"

"اب بے چارے جوتے بھی کیا کریں... فرزانہ کے جوتوں نے تو جلنا چھوڑ دیا ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"خیر... ایسی بھی کوئی بات نہیں... جلنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔" فرزانہ بولی۔

"اگر تمہاری یہ باتیں سی ون سن لے تو حیران رہ جائے، کہ تم ان حالات میں بھی اس قسم کی باتیں کر سکتے ہو۔" خان رحمان بولے۔

"ہمارے بارے میں تو وہ پہلے ہی جانتے ہیں۔" اشفاق بولا۔

"میں بہت بے چینی محسوس کرنے لگا ہوں.... ان صندوقوں کے بارے میں۔" آصف نے گویا اعلان کیا۔

"بکے جاؤ... کوئی بات نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"آخر ہم کب تک سفر کرتے رہیں گے... یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے ہماری زندگیاں ختم ہو جائیں گی... لیکن یہ سفر ختم نہیں ہو گا... شاید ہم نے اس قسم کا اور اتنا لمبا سفر کبھی نہیں کیا ہو گا۔"

"یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن ہم لوگ کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"احتجاج..." فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا کہا... احتجاج۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں... میں نے احتجاج ہی کہا ہے... ہوائی جہاز نہیں کہا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" آصف نے بے وقوفوں کی طرح کہا۔

"ضروری نہیں کہ ہر بار کوئی بات ضرور ہو... بے بات بھی کوئی بات سُن لیا کرو..." فاروق جل گیا۔

"مشورہ معقول ہے... آصف قبول کر لو۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"بہت بہتر۔"

"ویسے ان پنجروں کا ایک بڑا فائدہ ہے... یہ کہ تم لوگ اب آپس میں ہاتھا پائی نہیں کر سکتے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی ابھی تم لوگ احتجاج کی بات کر رہے تھے۔" منور علی خان نے گویا یاد دلایا۔

"ہاں! ٹھیک ہے... میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں احتجاج کرنا چاہیے... کتنی مدت گزر گئی ہمیں ان پنجروں میں... کہیں یہ پنجرے ہمارے مقبرے تو نہیں بننے والے۔"

"اللہ نہ کرے۔" خان رحمان بولے۔

"تو پھر کیا خیال ہے... احتجاج شروع کریں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

انھوں نے ایک ساتھ شور مچانا شروع کر دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

آخری منزل

جب ان کا شور حد سے بڑھا تو کچھ لوگ پنجروں کی طرف دوڑے...

"کیا مصیبت آ گئی ہے تم لوگوں پر.... خاموش ہو جاؤ۔"

انھوں نے ایک نہ سنی اور شور جاری رکھا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں شروع ہو گئے... آخر ان کے شور کی کہانی نقلی مسیح موعود تک جا پہنچی... سی مون کو اٹھ کر آنا پڑا:

"ہاں بھئی... کیا بات ہے۔" اس نے پُرسکون آواز میں کہا۔

اس کو دیکھ کر وہ یک لخت خاموش ہو گئے۔

"ہم... دراصل ہم احتجاج کر رہے تھے۔"

"یہ احتجاج کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"آج کے دور میں احتجاج اسی طرح کیا جاتا ہے۔"

"خیر... آپ لوگوں کو کیا پریشانی ہے؟"

"ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر ہمیں کب تک ان پنجروں میں سفر کرنا پڑے گا... اور کتنی مدت ہم جانور بنے رہیں گے۔"

"پنجروں کی قید سے اب آپ لوگوں کو جلد ہی نجات مل جائے گی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن یہ جلد ہی کب ہو گی۔"

"بس... بیس پچیس دن اور۔" اس نے جواب میں کہا۔

"کیا کہا... بیس پچیس دن... ارے باپ رے... اور آپ بیس پچیس دنوں کو "جلد ہی" کہہ رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے، میں نے غلط نہیں کہا۔"

"لیکن آخر... ہمیں پنجروں میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کروڑوں لوگوں کے اس اژدحام میں ہم پنجروں سے باہر رہتے ہوئے آپ کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"بات بگاڑنے اور سنوارنے کی نہیں۔" سی مون نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر بات کس بات کی ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بیگال کی حکومت آپ دونوں سے بہت خوف زدہ ہے... یہ پنجرے وہیں سے بن کر آئے ہیں... آپ کے لیے۔"

"لیکن آپ تو بیگال کے ماتحت نہیں ہیں، اور پھر بیگال سے تو آپ اور ہم فرار ہوئے تھے بلکہ ہمیں فرار میں بھی خود آپ نے مدد دی تھی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے... اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مجھے اس منصوبے میں مرکزی کردار ادا کرنے کی پیش کش کی جائے گی... بیگال سے فرار ہو کر جب میں اپنے گھر پہنچا تو اشارجہ کی حکومت کا پیغام ملا... پھر مجھے کئی بڑے ملکوں کی حکومتوں کے ایک مشترکہ اجلاس میں بلایا گیا... وہاں یہ سارا منصوبہ مجھے سمجھایا گیا... اس میں بیگال بھی شامل تھا... اس دوران مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ اس منصوبے کا اصل ذمے دار بیگال ہے... اور بیگال کو یہ منصوبہ بنا کر دینے والے جاپانی ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"خیر... میں نے ان سے معاہدہ کر لیا... یہی وجہ ہے کہ اب میں بیگال کی ہدایات ماننے پر مجبور ہوں اور یہ انہی کا حکم ہے کہ آپ دونوں کو ایک تو یہ کہ پنجروں میں رکھا جائے... باہر ہرگز نہ نکالا جائے، اور دوسرے یہ کہ اپنے ساتھ رکھوں... پنجروں میں بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دوں۔"

"تو وہ ہم سے اس حد تک خوف زدہ ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہی کہہ لیں۔" سی مون نے برا مانے بغیر کہا۔

"لیکن مسٹر سی مون... مجھے... میرا مطلب ہے، صرف مجھے تو آپ کو پنجرے سے نکالنا ہی پڑے گا۔" محمود بول اٹھا۔

"وہ کیوں؟"

"بس تھوڑی دیر کے لیے... پھر بے شک آپ مجھے دوبارہ بند کرا دیجیے گا۔"

"لیکن نکالا کیوں جائے... یہ بھی تو بتائیں نا۔" سی مون نے منہ بنایا۔

"اس لیے کہ ان سلاخوں کے اندر میرا دماغ بہت تیزی سے گھومنے لگ گیا ہے... خطرہ ہے کہ چند دن میں ہی پاگل ہو جاؤں گا اور اگر میں پاگل ہو گیا تو پھر آپ کو اور آس پاس رہنے والوں کو پاگل کر دوں گا۔"

"ہوں... بات تو واقعی پریشانی کی ہے... خیر... میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

چند گھنٹوں کے لیے صرف تمہیں باہر نکال دیتا ہوں.... لیکن اس کے بعد جب پنجرے میں بند کیا جائے تو پھر تم پاگل ہونے کی کوشش نہیں کرو گے" سی مون مسکرایا۔

"کوشش تو میں اب بھی نہیں کر رہا" محمود نے فوراً کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے... ابھی نکالے دیتا ہوں" اس نے کہا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا... پھر چونک کر رہ گیا۔

"ارے! یہ کیا" وہ ہکا بکا رہ گیا۔

"کیا ہوا مسٹر سی مون" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"ان... ان پنجروں کی چابی" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا ہوا چابی کو" وہ جلدی سے بولے۔

"ہم... میں نے اس جیب میں رکھی تھی... پھر... پتا نہیں کہاں گر گئی"

"یہ... یہ تو بہت برا ہوا... اب میرا کیا بنے گا" محمود گھبرا گیا۔

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... میں ابھی جیکال کی حکومت کو پیغام دیتا ہوں... وہ دوسری چابیاں بھیج دیں گی... ارے ہاں یہ شرارت تم دونوں کی بھی ہو سکتی ہے... اے...

ان کی تلاشی لو اچھی طرح" اس نے نگرانوں سے کہا۔

چودہ نگران ایک ہی وقت میں ان کی تلاشی لینے لگے لیکن ان سب سے کسی کے پاس بھی چابی نہ ملی...

اور سی مون اپنے خیمے کی طرف مڑ گیا۔

"یہ چابیوں والی بات عجیب ہوئی ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"عجیب تو ضرور ہوئی ہے... لیکن غریب نہیں" محمود بڑبڑایا۔

"کیا مطلب... سی مون کی جیب سے تم نے تو چابیاں نہیں اڑا لیں" انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

"ن... نہیں... بالکل نہیں" محمود گھبرا کر بولا۔

"آدھ گھنٹے بعد سی مون کی واپسی ہوئی... اس نے آتے ہی کہا۔

"آپ دونوں کے لیے ایک خوش خبری... دو تین گھنٹے تک چابیاں پہنچ جائیں گی... لیکن اس چابی کے ساتھ ایک اور پنجرہ بھی بھیجا جا رہا ہے"

"کیوں مسٹر سی مون... ایک اور پنجرے کی بھلا کیا ضرورت" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"جب پنجرہ آئے گا تو آپ لوگ جان جائیں گے"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

اس نے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔

"یہ نئے پنجرے کی بھی ایک ہی رہی۔"

"پتا نہیں... ان لوگوں کا کیا پروگرام ہے... اللہ اپنا رحم ہی فرمائے۔" خان رحمان بولے۔

"لیکن محمود... تم کیوں پنجرے سے باہر نکلنا چاہتے تھے؟" آصف بولا۔

"اس لیے کہ میرا دماغ واقعی گھوم رہا ہے۔"

"اس طرح تو پھر ہم بھی اپنے دماغ گھمانا شروع کر دیتے ہیں... تاکہ ہم بھی چند گھنٹوں کے لیے ہی سہی... باہر نکل سکیں۔" آفتاب بولا۔

"گھماؤ... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"کیا ہم سب ان پنجروں سے کسی طرح باہر نہیں نکل سکتے۔" فرحت نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ نکل کر کریں گے کیا؟"

"بھئی گھومیں پھر تو لیں گے۔" آصف نے کہا۔

"ہوں... بات ٹھیک ہے... ہمیں اب نکلنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیے... کہیں یہ لوگ اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو جائیں... اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہم مجبور ہیں... ان سلاخوں کو کس طرح توڑیں... کس طرح کاٹیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر اللہ ہی حافظ ہے ہمارا..." اشفاق نے منہ بنا کر کہا۔

اور پھر تین گھنٹے کے بعد ایک بند گاڑی آ کر وہاں رکی... سی مون اس گاڑی کے ساتھ تھا... گاڑی کو کھولا گیا... اس پر سوار پنجرہ اتارا گیا... پنجرے پر نظر پڑتے ہی وہ زور سے اچھلے... اس میں پروفیسر داؤد بند تھے۔

"انکل! آپ..." وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں بھئی میں... اس زیر سمندر دنیا میں آکسیجن کا نظام ختم ہو چکا تھا... مجھے باہر نکلنا پڑا... لیکن باہر یہ لوگ موجود تھے... مجھے گرفتار کر لیا گیا... اس وقت میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ آکسیجن کو کسی طریقے سے خود ختم کیا گیا تھا... تاکہ میں باہر نکلنے پر مجبور ہو جاؤں۔"

"ہوں... ضرور یہی بات ہے۔"

ان کا پنجرہ بھی باقی پنجروں کے قریب رکھ دیا گیا۔

"ہاہا! کیسی ہے بھئی... کیا اب بھی تمہیں باہر نکال دوں۔" سی مون نے محمود سے کہا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ابھی نہیں... انکل سے بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے... ابھی تو ہم ان سے باتیں کریں گے۔"

"اور وہ... تمہارا دماغ جو گھوم رہا تھا۔"

"اسے میں نے کچھ دیر کے لیے روک لیا ہے... فکر نہ کریں۔" محمود مسکرایا۔

سی مون چند سیکنڈ تک اسے گھورتا رہا... پھر جانے کے لیے مڑ گیا۔

"آپ اس دنیا میں بیٹھ کر سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہی رہے ہوں گے... کچھ بتانے کی ضرورت تو نہیں انکل۔"

"نہیں! ہر بات مجھے معلوم ہے.... ہاں گرفتار ہونے کے بعد اگر یہاں کوئی خاص بات ہوئی ہو تو پھر کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"پندرہ بیس دن سے یہاں کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔"

"بس تو پھر..." وہ بولے۔

جزیروں کا سفر جاری رہا... سی مون نے پھر کئی مرتبہ محمود کو نکالنے کی کوشش کی... لیکن اس نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا... گاڑی کے تین صندوق سی مون کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے... وہ ان کے بارے میں ابھی

تک الجھن کا شکار تھے... پھر ایک صبح اعلان کیا گیا.... قافلہ مکہ شریف کے نزدیک پہنچ گیا ہے... یہاں سب موجود عمرہ کریں گے اور عمرے کے بعد مدینہ طیبہ کا رخ کریں گے۔

یہ اعلان سن کر وہ دھک سے رہ گئے۔

"تو کیا سعودی عرب کی حکومت نے بھی اس شخص کو حضرت عیسیٰ مان لیا ہے؟"

"ان حالات میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا... جب کہ انھوں نے اسے آسمان سے نازل ہوتے ہوئے بھی دیکھ لیا ہے۔" خان رحمان بولے۔

"اس طرح تو پھر حضرت عیسیٰ کی تمام علامات اس میں نظر آنے لگیں گی... اور دنیا بھر میں کسی کو بھی شک نہیں رہے گا۔"

"یہی تو ان لوگوں کا منصوبہ ہے... سی مون کو تمام احادیث پہلے رٹائی گئی ہوں گی... تمام آثار اور نشانیاں سمجھائی گئی ہوں گی۔"

"اُف مالک... مجھے تو یہ سب ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔" شوکی نے کانپ کر کہا۔

"کاش! یہ سب ایک خواب ہی ہو۔" انسپکٹر جمشید نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سرد آہ بھری۔

"لیکن انکل... ہم سب ایک ہی خواب... وہ بھی اس قدر لمبا... کس طرح دیکھ سکتے ہیں" آفتاب بولا۔

"ہاں! یہ خواب نہیں ہے... میں جانتا ہوں۔" وہ بولے۔

"کیا ہم اس معاملے میں کچھ کر سکیں گے جمشید... کوئی کردار ادا کر سکیں گے..." پروفیسر داؤد نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"پتا نہیں پروفیسر صاحب... یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"گھبرانے اور پریشان ہونے سے تو کچھ بھی نہیں بنے گا پروفیسر صاحب۔" انسپکٹر کامران مرزا نے ان سے کہا۔

"ہم سب صرف اور صرف ایک کام کر سکتے ہیں... اور اس کام پر سی مون بھی کوئی پابندی نہیں لگا سکتا۔"

"ایسے ہیں" اشفاق نے بلند آواز میں کہا۔

"اور... وہ کیا۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اللہ سے دعا۔" اس نے کہا۔

"ہاں! واقعی۔" ان کے منہ سے نکلا۔

وہ سب دعا مانگنے لگے... سچے دل سے دعائیں نکلنے لگیں... ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

○

چند دن بعد وہ مکے میں داخل ہو رہے تھے.... سعودی عرب کی حکومت مکے سے باہر نکل کر نقلی مسیح موعود کا استقبال کر رہی تھی... ان کے پنجرے بھی اندر لے جانے لگے... پھر خانہ کعبہ کے سامنے ایک اونچے پہاڑ پر پنجرے رکھ دیے گئے... سی مون تھوڑی دیر کے لیے ان کے پاس آیا۔

"اب تم لوگ میرے عمرے کا منظر دیکھو اور جلو۔"

"ہمیں جلنے کی کیا ضرورت ہے... یہاں تو حج یا عمرہ اس کا قبول ہوتا ہے... جو اسلام پر ہو... اور آپ کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"بات منظور اور نامنظور کی نہیں... بات صرف اتنی ہے کہ اس حکومت کے سربراہ اور تمام بڑے اہل کار مجھے مسیح موعود تسلیم کر چکے ہیں... اب میرے راستے میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

کیا رکاوٹ رہ جائے گی۔"

"چلیے... ہم نے یہ بھی مان لیا کہ آپ کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جائے گی... پھر..."

"پھر یہ کہ میں اس منصوبے کو آخری موڑ تک لے جانے والا ہوں... اس کے بعد مسلمانوں کا سورج غروب ہو جائے گا۔"

"ایسا نہیں ہو گا... قیامت کی علامات میں یہ بات نہیں ہے۔"

"لیکن ابھی قیامت کہاں... یہ تو نقلی قیامت کی باتیں ہیں۔" سی مون ہنسا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون کامیاب ہو گا اور کون ناکام۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کیا تم نے حالات کی رفتار نہیں دیکھی۔"

"ہاں! دیکھ چکے ہیں... اس وقت سب لوگ اس دھار میں بہہ رہے ہیں... لیکن ہم نہیں... اس لیے کہ ہم آپ سے واقف ہیں۔"

"اسی لیے تو پنجروں میں بند ہیں۔" سی مون مسکرایا۔

"آپ فکر نہ کریں مسٹر سی مون... ہم بھی آپ کے لیے ایک پنجرہ بنوائیں گے۔" فرزانہ نے خوش دلی سے کہا۔

"ضرور ضرور... لیکن مجھے اس میں قید نہیں رکھ سکو گے۔"

"یہ وقت بتائے گا۔"

"میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔"

اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا... انھوں نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے عمرے کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے... شاید اس قدر اژدحام یہاں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

پنجروں پر سی مون نے باقاعدہ آدمی مقرر کر رکھے تھے جو ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے... رفع حاجت وغیرہ کے لیے پنجرے دور اٹھا کر لے جاتے تھے... کیوں کہ انھیں پنجروں سے نکالا نہیں جاتا تھا۔

"یوں لگتا ہے... جیسے ہماری باقی زندگی ان پنجروں میں ہی بسر ہو گی۔" فاروق بڑبڑایا۔

"ہر حال میں اللہ کا شکر کرو... وہ جس حال میں بھی رکھے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"ان الحمدللہ میں معافی چاہتا ہوں۔"

"یار محمود... یہ تمھارا دماغ گھومنا بند ہو گیا کیا۔" آصف نے حیران ہو کر پوچھا۔

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"جب سے انکل آئے ہیں... اس وقت سے تو گھومنا نہیں۔" وہ بولا۔

چند دن انھیں کھلے خرلیت میں گئے... اس کے بعد قافلہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا... اور یہ گویا اس قافلے کی آخری منزل تھی... تینوں صندوق اب بھی سی مون کے ساتھ تھے... وہ اب بھی کچھ وقت کے لیے ان کے پاس آتا اور باتیں کر جاتا... ایک دن فاروق نے اس سے کہا:

"ویسے مسٹر سی مون... لگتا ہے... آپ اپنی ساری اصول پسندی بھول گئے ہیں۔"

سی مون ٹھٹک کر رک گیا... چند لمحے تک فاروق کو گھورتا رہا... پھر بولا۔

"یہ بات تم نے کس بنا پر کہی؟"

"ہم اتنے عرصے سے پنجروں میں بند ہیں... کیا ایک بہادر دشمن ایسا ہی کرتا ہے؟"

"یہ میرا نہیں... بیگال کا پروگرام ہے... اور تم لوگوں کے معاملے میں اس نے مجھے کوئی اختیار نہیں دے رکھا۔" اس نے کہا۔

"تب آپ کو اس منصوبے پر کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"بس مجھے یہ پسند ہی بہت آیا تھا... تاہم اگر آپ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے تو میں بیگال سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں... میں ان پہ زور دوں گا کہ آپ لوگوں کو پنجروں سے نکال دیا جائے۔"

"شکریہ... ہم رحم کی بھیک نہیں مانگ رہے... نہ ایسا کوئی ارادہ ہے... ہم نے تو صرف آپ کی اصول پسندی کو للکارا ہے۔"

"میں خود شرمندگی محسوس کر رہا ہوں... خیر... اس وقت میں ایسی پوزیشن میں ہوں کہ اپنی مرضی سے آپ کو رہا کر سکوں... لاؤ... آج آپ لوگوں کو نکال ہی دوں گا... دیکھا جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے... فاروق نے آپ کی اصول پسندی کو بیدار کر دیا۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں! بلکہ جھنجوڑ کر رکھ دیا... اب چاہے کچھ ہو جائے میں آپ لوگوں کو پنجروں میں نہیں رہنے دوں گا... بلکہ پنجروں سے باہر بھی آپ کو بالکل آزادی ہو گی... آپ کہیں بھی جا سکیں گے۔"

"حیرت ہے... آپ نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔"

"ہاں! اس لیے کہ میں جانتا ہوں... اب آپ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے... میں اس وقت کی سب سے بڑی طاقت ہوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چکا ہوں... اب تو بیگال بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا... میں اس کا بھی تختہ الٹ سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے چابی نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا... عین اس وقت اس کے گلے کے پاس ٹوں ٹوں ہونے لگی... وہ چونک اٹھا... اور یہ کہہ کر خیمے کی طرف مڑ گیا:

"میں ابھی آیا۔"

"شاید بیگال سے کوئی پیغام آیا ہے۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

وہ سی موران کا انتظار کرتے رہے... وہ آدھے گھنٹے کے بعد آیا:

"یہ آپ ابھی آئے ہیں۔"

"چند ضروری کام پیش آ گئے تھے۔" اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"آپ ہمیں باہر نکال رہے تھے۔"

"ہاں! لیکن اب ذرا پروگرام میں تبدیلی کر دی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"آپ کو مرنے جگہ میں آزاد کیا جائے گا... اور ہم لوگ اب وہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں... بس چند دن کا فاصلہ رہ گیا ہے۔"

Malik ji

"آپ نے اپنا فیصلہ کیوں بدل دیا... کیا بیگال نے کچھ کہا ہے؟"

"ہاں! ایسی ہی کوئی بات ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"اور جو بات ہے... وہ آپ بتا نہیں سکتے... کیوں... ٹھیک ہے نا؟" محمود نے منہ بنایا۔

"ایسی کوئی بات نہیں... میں بتا سکتا ہوں... بیگال نے کہا ہے... کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی ایسی خفیہ بات ضرور ہے... جس کی مدد سے آپ لوگ مجھے جھوٹا ثابت کر سکتے ہیں... اور اگر ایسا ہو گیا تو سارا منصوبہ چوپٹ ہو جائے گا... اس عظیم جد و جہد کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہو گا... ہم لوگ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

"لہٰذا آپ نے بیگال کی حکومت کی یہ بات سن کر ہمیں باہر نکالنے کا ارادہ بدل دیا۔" آصف نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن آپ ایک بات بھول گئے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"کیا ہم پنجروں میں رہتے ہوئے وہ بات نہیں کر سکتے۔"

"اب آپ کے پنجرے ہجوم سے دور رکھے جائیں گے... اس احتیاط کے لیے بھی بیگال نے کہا ہے... اس نے کہا

ہے... یہ آخری احتیاط کے طور پر کیا جائے... کیونکہ آپ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔"

"یہ بیگال کا خیال ہے یا آپ کا؟" فاروق نے پوچھا۔

"ان کا بھی اور میرا بھی۔"

"اچھا... جیسے آپ کی مرضی۔" انسپکٹر جمشید نے مردہ آواز میں کہا۔

سی مون جانے کے لیے مڑ گیا۔

"ہم آپ کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ رہے ہیں۔"

"مایوسی گناہ ہے... لیکن اس وقت مجھے دھکا ضرور پہنچا ہے... میں تو اس خیال میں تھا کہ پنجرے ساتھ وہیں لگے ہیں..."

"اس طرح تو ہم فرزانہ اور فرحت کی ترکیب پر عمل نہیں کر سکیں گے۔"

"ہاں... لیکن۔" شوکی نے ہکلا کر کہا۔

"لیکن... کیا...؟" آصف نے اسے گھورا۔

"دم... میرا مطلب ہے... لیکن۔" شوکی بولا۔

"بس ٹھیک ہے... کافی اچھا مطلب ہے... لیکن۔" فاروق جل کر بولا۔

"میرا خیال ہے... شوکی ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"جی... ٹھیک ہی کہہ رہا ہے... لیکن اس نے تو صرف لیکن کا لفظ بولا ہے۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! اور ٹھیک ہی بولا ہے... اس کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لیکن... ہم مایوس پھر بھی ہوں گے... کیوں شوکی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جج... جی انکل۔"

"ہکلاؤ تو بھئی... جتنا جی چاہے ہکلاؤ... کوئی پابندی نہیں ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ان پنجروں میں ہکلا لینا بھی بڑی بات ہے۔" فرزانہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"ہمارے ملک میں نہ جانے کیا حالات ہوں گے... خود ہمارے گھروں میں کیا سوچا جا رہا ہو گا... ہمارے بارے میں کیا خیال کیا جا رہا ہو گا... شاید یہ خیال کر لیا گیا ہو گا کہ کہیں مر کھپ گئے، ہم چونکہ ایک جگہ ہی ہیں اس لیے بھی۔ جانے کیا سمجھا جا رہا ہے۔" انھوں نے کانپتی آواز میں کہا۔

"نہیں... ہمارے گھر والے ایسی باتیں نہیں سوچتے... ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔" خان رحمان نے نفی میں سر ہلایا۔

"ارے مگر... یہ... سی مون آئندہ چل کر خود کو بچا کیسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

طرح عبادت کرے گا...؟ فرحت زور سے چونکی۔

"کیوں، کیا ہوا؟"

"احادیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد، ان کے حج یا عمرہ کرنے کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے... یہ حضرت عمرہ کر چکے ہیں... مدینہ طیبہ سے لوٹنے کے بعد یاجوج ماجوج کیسے نکلیں گے، وہ تو اتنی بڑی تعداد میں ہوں گے کہ سمندر کے سمندر پی جائیں گے۔"

"ہاں! یہ بات تو واقعی قابلِ غور ہے۔"

"اور شاید بیگال اس پہلو پر غور کرنا بھول گیا۔" خان رحمان بولے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بھول گیا ہو... جن لوگوں نے ایک ایک پہلو کا بغور جائزہ لیا ہے... وہ اتنی بڑی بات کس طرح بھول سکتے ہیں۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو... تو کیا... یہ نقلی یاجوج ماجوج بھی نکالیں گے۔" پروفیسر داؤد کانپ اٹھے۔

"نہیں خیر... یہ تو نہیں ہو سکتا... اتنی بڑی تعداد میں نقلی آدمی کہاں سے لائیں گے۔"

"اس بارے میں بھی انھوں نے کچھ نہ کچھ سوچ رکھا ہو گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہوں، میرا بھی یہی خیال ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور وہ سب سوچ میں گم ہو گئے۔

پھر ایکسو رات سی موت نے ان کے قریب آ کر کہا۔

"کل کا دن تاریخی دن ہے... ہم مدینے میں داخل ہو رہے ہیں... آپ لوگوں کے پنجرے مدینے کے اندر ایک طرف رکھ دیے جائیں گے... نگران نگرانی کریں گے... وہ جگہ مسجد نبوی سے فاصلے پر ہو گی تاکہ آپ لوگ کوئی شرارت نہ کر سکیں۔"

"اس اطلاع کے لیے شکریہ... لیکن مسٹر سی موت... آپ لوگ یاجوج ماجوج کا کیا کریں گے... جب وہ نہیں نکلیں گے تو کیا آپ جھوٹے ثابت نہیں ہو جائیں گے۔"

"نہیں... ایسا نہیں ہو گا۔" اس نے مطمئن انداز میں کہا۔

"کیوں نہیں ہو گا... یہ بھی تو بتائیں۔"

"یہی تو منصوبہ ہے اصل۔" اس نے کہا اور چلا گیا۔

"انکل... میں نے کہا تھا نا کہ انھوں نے کچھ سوچ رکھا ہو گا۔"

"آج کی رات عمل کی رات ہے... ہمیں کسی نہ کسی طرح ان پنجروں سے نکلنا ہے... ورنہ سارا کام خراب ہو جائے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے سرگوشی کی۔

"مگر انکل... میں اس پنجرے سے نکلنے کی کوشش کر سکتی ہوں، میں سب سے دبلی پتلی ہوں۔" "اور پنجرہ بنانے والوں کو میرے ... ہیں کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔" فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

"لیکن... تم تنہا وہاں کیا کر سکو گی... ہجوم میں تمھارا کیا پتا چلے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

"یوں بھی... ان سلاخوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں ہے... فرزانہ تم زخمی ہوئے بغیر نہیں نکل سکو گی۔" فرحت نے اس کے سر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ایسے ہی اپنے زخمی ہونے کی پروا کس کو ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہم... میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔" شوکی نے دبی آواز میں ہکلا کر کہا۔

"کہو شوکی۔" انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف مڑے۔

شوکی نے نگرانوں کی طرف دیکھا... قریباً پچاس آدمی نگرانی کے لیے چھوڑے گئے تھے، اور وہ پچاس کے پچاس مسلح تھے... شوکی کی نظروں کے تعاقب میں انھوں نے بھی نگرانوں کی طرف دیکھا... وہ کچھ فاصلے پر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

"یہ لوگ... عوام میں سے نہیں... ضرور بنگال ہیں۔"

"ہاں! بالکل یہی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بس... کیا تم صرف یہی کہنا چاہتے تھے۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"جی... نہیں... ایک اور بات بھی۔"

"تو آخر وہ ایک اور بات کب کہو گے۔"

"یہ... یہ میرے پاس ایک چیز ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ پنجرے سے نکال دیا... اس طرح کہ اس کی نظریں برابر

رانوں کی طرف تھیں... لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھے...

شوکی کے بالکل قریب انسپکٹر جمشید کا پنجرہ تھا... انھوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ چیز لے لی... انھوں نے دیکھا...

وہ ایک لمبی سی چابی تھی...

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

جنت میں شیطان

"شش... شوکی نے آپ کو کیا چیز دی ہے انکل؟" آفتاب نے بے تاب ہو کر کہا۔

"چابی!" وہ انتہائی دبی آواز میں بولے۔

"جی... چابی... کیا مطلب؟" مکھن کے منہ سے نکلا۔

"لو اور سنو... چابی کا مطلب پوچھ رہے ہیں بھائی صاحب..." فاروق نے منہ بنایا۔

"بہت... تو اور کیا کروں؟"

"کم از کم خاموش ہی رہ لو۔" محمود نے کہا۔

"انکل... کیا بات واقعی درست ہے؟" آصف پرجوش انداز سے بولا۔

"ہاں بھئی... میرے ہاتھ میں چابی موجود ہے... اور میں اس کی مدد سے اپنے پنجرے کا تالا کھول سکتا ہوں... بس آواز منہ سے نہ نکلے۔"

وہ جوش میں بھر گئے... مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا۔ اب انھیں یاد آیا... سی موں کی جیب میں سے چابی کیوں نہیں نکلی تھی... باتوں کے دوران سی موں ان کے پنجروں سے آ کر لگ جاتا اور ایسے کسی موقعے سے فائدہ اٹھا کر اس نے چابی پھر انتہائی صفا...

...صاف کر دیا تھا... سی موں نے خیال کر لیا کہ ہجوم میں الجھے ہوئے چابی کہیں گر گئی... ان کی طرف بھی اس کا خیال گیا تھا... اور اس نے ...وں کے ذریعے ان کی تلاشی لی تھی... لیکن اس وقت تو شوکی کے پاس سے چابی برآمد ہوئی نہیں تھی... پھر اب اس نے چابی کہاں سے نکال لی تھی۔

"اوہ... اور تم نے شوکی... چابی کہاں چھپائی تھی؟"

"سر کے بالوں میں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"بہت خوب... یہ ہوا ہے کام۔" انھوں نے لرزتی آواز میں کہا۔

"لیکن ابھی... نصف رات کا انتظار کرنا ہو گا۔"

اور وہ انتظار کرنے لگے... پھر نصف رات کے قریب انسپکٹر جمشید نے اپنے پنجرے کا تالا کھولا... نگران اس وقت اونگھ رہے تھے، پنجرے کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلے اور انسپکٹر کامران مرزا کا پنجرہ کھول دیا پھر انھیں چابی دیتے ہوئے بولے:

"میں نگرانوں کی طرف توجہ رکھتا ہوں... کہیں ان میں سے کوئی ادھر نہ دیکھ لے... آپ انھیں نکالیں۔"

انھوں نے چابی لے لی اور خان رحمان کے پنجرے کا تالا کھولنے لگے... انسپکٹر جمشید زمین پر بیٹھ کر نگرانوں کی طرف دیکھنے لگے... نگران اونگھ رہے تھے... ابھی ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں تھا... اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگے... تاہم اس دوران انھوں نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

چند رائفلیں حیرت میں... جلد ہی ان کے سب ساتھی ان تک پہنچ گئے۔ اب انھوں نے ایک ایک رائفل ہاتھ میں لے لی... رائفلوں کو انھوں نے نال کی طرف سے پکڑ لیا تھا... کیوں کہ گولیاں نہیں چلا سکتے تھے، جو خالی ہاتھ رہ گئے... انھوں نے بھی گھڑسواروں کے دائیں بائیں سے جا کر رائفلیں کھینچ لیں اور پھر ایک ہی وقت میں حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے... ان کے ہاتھ سروں سے بلند ہوئے... بجلی کی تیزی سے نیچے آئے اور چند سر پھٹ گئے... ساتھ ہی ہاتھ پھر اٹھے... اس دوران گھٹی گھٹی چیخوں نے باقیوں کو ہوشیار کر دیا... وہ ہڑبڑا کر اٹھے... لیکن ان کے سنبھلتے سنبھلتے رائفلوں کے بٹ گھومے اور وہ ہمیشہ کی نیند سو چکے تھے... چند منٹ میں میدان صاف تھا۔

"ہمیں ان کے سامان کے تھیلوں میں سے اپنے لیے لباس نکالنے ہیں عربی لباس:" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

سامان میں سے عربی لباس تو مل گئے... لیکن چھوٹی پارٹی کے لیے الجھن پیدا ہو گئی... وہ لباس بہت لمبے تھے۔

"اب کیا کریں:" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پہلے ہم یہاں سے چلتے ہیں... مدینہ طیبہ میں دکانوں کو تالے نہیں لگائے جاتے... لباس کسی دکان سے حاصل کر لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے، ان حالات میں یہ چوری نہیں ہو گی... اور ہم بعد میں اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے... اور ان لاشوں کا کیا کریں گے؟"

"ان کو پنجروں میں ڈال دیتے ہیں۔"

لاشوں کو پنجروں میں ڈال کر سبھوں نے لباس تبدیل کیے... کسی حد تک حلیوں میں نئے سرے سے تبدیلی پیدا کی... تاکہ فوری طور پر کوئی ان کو نہ پہچان سکے... اب انھوں نے شہر کا رخ کیا... سارا شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا... سڑکیں کیا... فٹ پاتھ کیا... عمارتوں کی چھتیں کیا... کہیں کوئی جگہ خالی نہیں تھی... لیکن لوگ بے سدھ سو رہے تھے... مسلسل سفر کی وجہ سے ان سب کے جاگ جانے کے کوئی آثار نہیں تھے... ان کے درمیان سے احتیاط سے چلتے ہوئے وہ آخر ایک کپڑوں کی دکان تک پہنچ گئے... جہاں سے انھیں چھوٹی پارٹی کے لیے لباس مل گئے... انھوں نے دکان کے اندر ہی لباس تبدیل کیے... اور پھر وہ مسجد نبوی کی طرف چلنے لگے... مسجد نبوی کا مینار دور سے ہی ان کی رہنمائی کر رہا تھا... تہجد کی نماز کے وقت مسجد نبوی کے دروازے کھول دیے جاتے تھے... ابھی وقت تھا... پہلے روضہ رسول پر حاضری دینی تھی... لیکن ابھی تہجد کی نماز میں بہت وقت تھا... اس لیے لوگ ابھی مسجد کے سامنے جمع نہیں ہوئے تھے... وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے... پھر مسجد کے دائیں طرف آ گئے۔

"محمود، علی خان... اب آپ کا کام شروع ہوتا ہے..." انسپکٹر جمشید

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

نے دبی آواز میں کہا... اگرچہ آس پاس کوئی نہیں تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ہم میں سے کسی ایک کو اندر پہنچنا ہے... تاکہ دروازہ کھولا جا سکے... اور ہم اندر داخل ہو سکیں۔"

"اوہ! میں سمجھ گیا..." انھوں نے کہا اور تھیلے میں سے آنکڑا نکال لیا، پھر مناسب جگہ دیکھ کر اوپر اچھال دیا، لیکن وہ اس جگہ میں اٹک نہ سکا، اور نیچے آ گرا... انھوں نے ایک اور جگہ کوشش کی... آخر تیسری کوشش رنگ لائی... اور آنکڑا پھنس گیا... انھوں نے اس کو کھینچ کر مضبوطی کا اندازہ کیا اور بولے:

"بیٹا... تیار ہے؟"

"تو پھر فاروق بھی تیار ہے۔" فاروق نے کہا۔

"شاباش... پروفیسر صاحب... بہتر ہو گا کہ آپ باہر ہی رک جائیں، ابھی اس قدر... یہ ہم ہو گا کہ چلنا جلد بھی قریب ناممکن ہو جائے گا۔"

"میں باہر کس طرح کھڑا رہ سکتا ہوں... یہاں اگر کبھی جو باہر کھڑا رہ جائے، اس کی بدقسمتی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔" انھوں نے جذباتی انداز میں کہا۔

"اچھا! جیسے آپ کی مرضی۔" وہ بولے، اور فاروق اجازت کے انتظار میں کھڑا تھا۔

"ہاں! فاروق ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

وہ پہلے ہی جوتے اتار چکا تھا... چند پلوں کی تیزی سے اوپر چڑھ گیا اور پھر اس نے آنکڑا اس جگہ سے الگ کر لیا۔

"میں اس کو پکڑ کر لٹک رہا ہوں انکل... آپ رسی آہستہ آہستہ چھوڑتے جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔" منور علی خان بولے۔

اس طرح فاروق دوسری طرف اتر گیا... اس نے ایک دروازہ کھول ڈالا... وہ اندر داخل ہو گئے... آنکڑا تھیلے میں رکھ دیا گیا... اندر ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا... تاہم انھیں نور برستا محسوس ہوا...

"کیوں نہ ہم پہلے ہی روضۂ رسولؐ کی زیارت کر لیں۔" فرزانہ بے تابانہ بولی۔

"ہاں ضرور... آؤ... اس سے اچھا موقع اور کیا ملے گا۔"

وضو وہ پہلے ہی کر کے آئے تھے... روضے کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور درود پڑھنے لگے... نہ جانے وہ کب تک درود پڑھنے میں محو رہے کہ اچانک انھوں نے دور کوئی دروازہ کھلنے کی آواز سنی... چونک کر گھڑیوں کی طرف دیکھا تو تہجد کا وقت ہو چلا تھا... گویا مؤذن تہجد کی اذان دینے کے لیے آ رہا تھا... وہ فوراً ایک طرف کھسک گئے... اور جب وہ بائیں طرف پہنچ گئے، تو مؤذن اس وقت اذان دینے والی جگہ پر پہنچ چکا تھا... پھر اذان دی گئی... اذان کے فوراً بعد مسجد کے دروازے کھول دیے گئے اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ان ... ... لگے... وہ پہلے ہی روضے کے بالکل سامنے کھڑے ہو چکے تھے... لوگوں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا... لوگ نفل پڑھتے رہے... پھر فجر کی اذان ہوئی... اس وقت پوری مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی... صرف درمیان میں نعش میت کو لانے کے لیے راستہ چھوڑا گیا تھا اور آخر کار سی مون سرکاری اہل کاروں اور امام مسجد نبویؐ کے ساتھ آتا نظر آیا... لوگوں کے بے پناہ ہجوم میں وہ بھلا انھیں کس طرح دیکھ سکتا تھا... اور پھر اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ پنجروں سے نکل کر یہاں آ چکے ہوں گے...

پہلے نماز ادا کی گئی... اس کے بعد سی مون کو سرکاری اہل کار مسجد نبویؐ کی طرف لائے... کندھے سے کندھا چھل رہا تھا... ایسے میں سی مون نے ہاتھ اٹھا کر کوئی اشارہ کیا... فوراً ہی اس راستے سے... جو چھوڑا گیا تھا... وہی تین صندوق اندر لائے جانے لگے۔

"ان صندوقوں میں کیا ہے یا نبی اللہ"۔ سعودی عرب کے فرمانروا نے پوچھا۔

"میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اور ان کے دونوں ساتھیوں کے لیے نایاب پھولوں کا تحفہ لایا ہوں۔"

"جی... نایاب پھولوں کا تحفہ... لیکن ان پھولوں کی ان کو کیا ضرورت، وہ تو جنت کے باغوں میں ٹھہرے ہیں۔"

"یہ میری خوشی تھی۔" سی مون نے کہا۔

"لیکن بند صندوقوں میں تو پھول خراب ہو چکے ہوں گے۔"

"نہیں... انھیں محفوظ کر دیا گیا ہے... آپ روضہ رسول کا دروازہ کھلوا دیجیے... صرف میں اندر جاؤں گا اور یہ تینوں صندوق غلاموں کے ذریعے اندر رکھوائے جائیں گے... پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا... میں اندر کھڑے ہو کر پھول پیش کروں گا... اور کچھ دیر تک درود پڑھوں گا... پھر باہر نکل آؤں گا۔"

"بہت بہتر... جو حکم... دروازہ کھولا جائے۔" فرمانروا نے کہا۔

"ایک منٹ جناب!" کسی طرف سے ایک آواز گونجی... آواز میں بے پناہ کھنک تھی۔

"یہ... یہ کون بدتمیز بولا تھا۔" فرمانروا نے سرد آواز میں کہا۔

"انھوں نے ایک حدیث کے مطابق السلام علیکم یا رسول اللہ نہیں کہا... بہت مشہور حدیث ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جب روضہ نبویؐ پہ حاضر ہوں گے تو سلام کریں گے اور حضور نبی کریمؐ سلام کا جواب دیں گے... یعنی روضہ مبارک سے سلام کا جواب سنائی دے گا... اس جواب کو یہاں موجود لوگ بھی سنیں گے... پس اگر یہ واقعی مسیح موعود ہیں... تو... تو پھر السلام علیکم یا رسول اللہ کہیں اور سلام کا جواب وصول کریں۔"

کہنے والا خاموش ہو گیا... پوری مسجد میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا... ہر شخص بت بن گیا... سب جیسے اسی عالم میں کھڑے رہ گئے

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پھر فرازندا نے کہا:

"بالکل درست... واقعی یہ حضرت ہے یا نبی اللہ... آپ اسلام علیکم کہیے"

سی مون کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکے... وہ پتھر کے بت کی مانند کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

"سلام کہیے سی مون..." پھر وہی آواز سنائی دی... اس مرتبہ سی مون نے بے ساختہ اس طرف دیکھا اور ساکت رہ گیا... اس نے انسپکٹر جمشید کو فوراً پہچان لیا... اگرچہ انھوں نے اپنا حلیہ قدرے تبدیل کر رکھا تھا اور لباس بھی عربی تھا۔

سی مون کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"سلام نہ کرنے کا صرف اور صرف یہ مطلب لیا جائے گا کہ یہ حضرت نقلی ہیں... اور ان کے نقلی ہونے کا ایک اور زبردست ثبوت میرے پاس ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پُرسکون اور پُروقار آواز میں کہا۔

"نہیں!!! نہیں!!!" ہزاروں دبی دبی آوازیں گونجیں۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پیچھے ہلکی سی سسکی کی آواز سنی... لیکن وہ اس وقت پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتے تھے، ویسے وہ سمجھ گئے تھے کہ کسی نے ان کے جسم میں کوئی خنجر وغیرہ اتارنے کی کوشش کی ہو گی... لیکن ان کے کسی ساتھی نے اس کا وار بے کار کر دیا۔

"آپ نے سنا... اس شخص نے کیا کہا ہے۔"

"ہاں!" سی مون کے منہ سے آواز اس طرح نکلی جیسے وہ کسی اندھے کنوئیں سے بولا ہو۔

"تو پھر سلام کہیے... ورنہ میں اس شخص سے وہ ثبوت پوچھتا ہوں۔"

"السلام علیکم یا رسول اللہ۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

لوگوں نے اسے سلام کہتے سنا اور روضے کی طرف کان لگا دیے... لیکن روضے سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"کوئی آواز سنائی نہیں دی۔"

"لیکن میں سن چکا ہوں۔" سی مون نے جلدی سے کہا۔

"ہم میں سے کسی نے نہیں سنی... نوجوان... وہ ثبوت کیا ہے؟"

"لوگو... یہ شخص اب فرار نہ ہونے پائے۔" فرازندا نے بلند آواز میں کہا۔

"آپ کتنی بھی کوشش کریں... یہ فرار پھر بھی ہو جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ایسی بھی کیا بات ہے... اتنے ہجوم میں سے یہ کس طرح فرار ہو سکتا ہے... تم وہ ثبوت پیش کرو۔"

"جونہی میں ثبوت پیش کروں گا... یہ فرار ہو جائے گا... آپ پہلے اسے گرفت میں لے لیں۔"

"نہیں... ابھی جرم مکمل طور پر ثابت نہیں ہوا۔" فرازندا بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"کیوں جناب عالی! کیا روضے سے سلام کا جواب سنائی دیا ہے؟"

"نہیں! لیکن اس کا بیان یہی ہے کہ اس نے جواب سنا ہے... ہو سکتا ہے... ہم گناہ گاروں کو جواب نہ سنائی دیا ہو۔"

"اچھی بات ہے... اب اس کے فرار کی ذمے داری آپ پر ہو گی۔"

"ہاں! تم فکر نہ کرو... یہ فرار نہیں ہو سکے گا۔" فرمانروا بولے۔

"تو پھر سنیے... ان تینوں صندوقوں میں پھول ہرگز نہیں ہیں۔"

"کیا!!!" مجمع چلا اٹھا۔

"ہاں! ان میں پھول نہیں ہیں... اگر ان میں سے پھول نکل آئیں تو میں اپنی گردن کٹوانے کے لیے تیار ہوں۔"

"تت... تو پھر... ان میں کیا ہے آخر؟" فرمانروا نے کہا۔

اب مجمع نقلی مسیح موعود کی رنگت کو اڑتے ہوئے صاف دیکھ رہا تھا...

"ان میں قبر کھودنے کے لیے جدید سامان ہے... جو چند سیکنڈ میں قبر شق کر سکتا ہے۔"

"کیا مطلب... اس سامان سے یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"تینوں نفوسِ قدسیہ کے مبارک جسموں کو نکال لے جانے کا پروگرام تھا اس کا... نعوذ باللہ!"

"اوہ! اوہ!"

"لیکن کیوں؟"

"تاکہ دنیا بھر میں یہ اعلان کیا جا سکے کہ مسلمانوں کا مذہب غلط ہے... اسلام کوئی مذہب نہیں... اصل مذہب عیسائیت ہے یا یہودیت... کیوں کہ مسلمان خانہ کعبہ کے بعد جس مقام کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں... اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"اُف مالک... اس قدر بھیانک منصوبہ۔"

"جی ہاں! یہ سازش ساری دنیا کو عیسائی اور یہودی بنانے کے لیے کی گئی تھی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں بھئی... مسیح موعود... اب تم کیا کہتے ہو؟"

"میں جا رہا ہوں انسپکٹر جمشید... بہت جلد تم سے کھربوں روپے کے نقصان کا بدلہ لیا جائے گا... میں یہاں سے سیدھا تمھارے ملک جا رہا ہوں... اب میں نے اس کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی تو میرا نام بھی سی سی مون نہیں۔"

"سی... سی... مون" ان گنت آوازیں گونجیں۔

"ہاں! ایک بین الاقوامی جاسوس... جو بڑی طاقتوں کے لیے کام کرتا ہے... یہ منصوبہ بھی تمام اسلام دشمن طاقتوں نے بنایا تھا اور جاپانیوں کا اس میں سب سے زیادہ ہاتھ تھا۔"

"لیکن کیوں... جاپانی تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

فرمانروا بولے۔

"کہتے ہیں... لیکن ہیں نہیں۔"

"پھر بھی ان کو اس منصوبے سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا... اس سے تو ان کا مرزا جاپانی جھوٹا ثابت ہو جاتا... لوگ کہتے مسیح موعود تو اب نازل ہوا ہے... اور آسمان سے نازل ہوا ہے... جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا جاپانی جھوٹا تھا۔"

"شاید مرزا جاپانی کے آ جانے کے بعد ان لوگوں کو پرانے کی پروا نہ ہوتی... کیوں کہ نیا ان کو بڑی طاقتوں کی بے پناہ امداد، نوازشیں اور انعامات دلوانے والا ہوگا۔"

"اوہ... اوہ۔"

عین اسی وقت ایک ہلکا سا پٹاخہ ہوا... چاروں طرف گہرا دھواں پھیل گیا... جہاں تک دھوئیں کو اڑنا تھا... لوگ بے ہوش ہوتے چلے گئے... ہوش میں آئے تو مسیح موعود وہاں نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں نے کہا تھا نا... وہ فرار ہو جائے گا۔"

"ہم... ہیں... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح" فرمانروا کہتے کہتے رک گئے۔

"یعنی... جناب... کیا بات ہے۔"

"یہاں تو صرف دھواں پھیل گیا تھا اور ہم اس دھوئیں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے... لیکن سوال یہ ہے کہ مسیح کے باہر تو دھوئیں کا اثر نہیں تھا... وہاں لوگوں نے اسے کیوں نہ پکڑا۔"

"اس کو پکڑنا اتنا آسان نہیں... دھواں ہوتے ہی اس نے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا ہو گا... ہو سکتا ہے... وہ اب بھی ان لوگوں میں موجود ہو... یعنی مسجد میں ہی ہو... لیکن ان لاکھوں آدمیوں میں ہم اسے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں... اسی لیے تو میں کہہ رہا تھا کہ..." انسپکٹر جمشید بھی کہتے کہتے رک گئے۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے... آپ کون ہیں؟" فرمانروا نے حیران ہو کر کہا۔

"خاکسار کو انسپکٹر جمشید کہتے ہیں... یہ میرے ساتھ انسپکٹر کامران مرزا کھڑے ہیں اور ہمارے باقی ساتھی بھی۔"

"اوہ، ہم... ہیں... میں آپ لوگوں کے ناموں سے اچھی طرح واقف ہوں۔" انہوں نے پرجوش لہجے میں کہا۔

اور پھر ان صندوقوں کو کھولا گیا... تاکہ سب لوگ اس جعل ساز کے اصلی مقصد کو دیکھ لیں... ان صندوقوں میں ایک چیل بھی نہیں تھی... جدید قسم کے آلات ضرور تھے... اس طرح انسپکٹر جمشید کا بیان بالکل درست ثابت ہو گیا...

یہ بات آن کی آن میں پھیل گئی کہ مسیح موعود دراصل نقلی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صبح تک اور وہ فرار ہو چکا ہے... لوگوں کی حیرت کا کیا پوچھنا... چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں... بہت سے تو مایوس ہو کر اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگے... یہ لوگ فرمانروا کے ساتھ ان کے محل میں چلے آئے... اور یہاں سے اپنے ملک فون کیا... فون پر صدر مملکت کو سارے حالات سنائے... یہ اطلاع بھی دی کہ سی مون نے اب بھی دھمکی دی ہے... انھوں نے اپنے گھروں کو بھی فون کیے اور جلد اپنی واپسی کی اطلاع دی...

تیسرے دن فرمانروا نے انھیں رخصت کیا... وہ جہاز پر سوار کرانے کے لیے خود ایئرپورٹ تک آئے، اور جب تک جہاز پرواز نہ کر گیا... وہیں کھڑے رہے... جب جہاز نظروں سے اوجھل ہو گیا تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"اُف... اگر یہ لوگ نہ ہوتے... تو ہم اس وقت کس گمراہی میں پڑ چکے تھے... اللہ نے مہربانی کی کہ انھیں بھیج دیا۔"

○

ان کا جہاز بادلوں میں تیر رہا تھا... وہ سب مطمئن اور خوش تھے... ایک بہت عظیم معرکہ انھوں نے نہایت کامیابی سے سر کیا تھا... یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی... پوری دنیا کے

Malik ji

مسلمان ان کے اس کارنامے پر جس قدر بھی فخر کرتے... کم تھا... لیکن اس کے باوجود... ان کے سر انکساری سے جھکے ہوئے تھے۔

"اس بار تو ہم ایک مدت بعد اپنے ملک کو لوٹ رہے ہیں، شاید یہ ہماری زندگی کا طویل ترین کیس تھا، اور بھول ناک ترین بھی۔" خان رحمان کہ رہے تھے۔

"ہاں... اس میں کیا شک ہے۔" پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"اور میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"یہ کہ سی مون جاتے ہوئے ایک اور دھمکی دے گیا ہے، وہ اپنی دھمکی پر عمل ضرور کرے گا۔"

"پھر... آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہمیں اس سے آخری مقابلے کی تیاری ابھی سے شروع کر دینی چاہیے۔" وہ بولے۔

"ہاں! بات بالکل ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً ان کی تائید کی۔

"لیکن... بھلا ہم جہاز میں کیا تیاری کریں۔"

"کم از کم ذہنی تیاری تو ہم کر ہی سکتے ہیں... ہو سکتا ہے وہ ہم سے پہلے ہی ہمارے ملک میں پہنچ چکا ہو... اور ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے تیار ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

بولے:

"اوہ... کیا واقعی... یہ ہو سکتا ہے؟"

"بالکل ہو سکتا ہے... آخر وہ سی مون ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب تو واقعی ہمیں... ذہنی طور پر تیاری شروع کر دینی چاہیے؟"

عین اسی وقت جہاز پر اعلان نشر ہونے لگا:

"معزز مسافرو... جہاز میں کوئی گڑبڑ ہے... دوسرے انجن کو بھی آزما لیا گیا... لیکن ہم خرابی پر قابو نہیں پا سکے... نہ خرابی کی وجہ جان سکے... ہمیں فوری طور پر جہاز کو نیچے اتارنا ہو گا، اور نیچے نہ جانے زمین کس قسم کی ہے... ہموار ہے یا ناہموار... جہاز کو آگ بھی لگ سکتی ہے... اس لیے آپ لوگ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

مسافروں میں سراسیمگی دوڑ گئی... وہ جلدی جلدی پیٹیاں باندھنے لگے اور پھر جہاز واقعی نیچے اترنے لگا... کچھ مسافر تو خوف سے کانپ رہے تھے... آخر جہاز نے زمین کو چھو لیا... اور دوڑنے لگا... انھوں نے کھڑکیوں کے ذریعے دیکھا... وہ ایک ہموار میدان تھا... پھر جب جہاز کے دوڑنے کی رفتار کم ہو گئی تو انھوں نے دیکھا... اب وہ ریت پر دوڑ رہا تھا... جلد ہی جہاز رک گیا۔

اور انھوں نے جان لیا... جہاز ایک ریگستان میں داخل ہو چکا تھا... پھر جہاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا... اور مسافروں کی پریشانی کسی حد تک دور ہو چکی تھی... ہاں! اب یہ پریشانی ضرور شروع ہو چکی تھی کہ... اب نہ جانے خرابی کب دور ہو گی... وہ کس طرح اپنے وطن جائیں گے...

جہاز بالکل رک گیا... اس کے دروازے کھل گئے... ساتھ ہی اعلان کیا جانے لگا:

"مسافروں سے التماس ہے کہ سب نیچے اتر جائیں... تاکہ عملہ جہاز کو اچھی طرح چیک کر سکے۔"

سب نے جہاز خالی کر دیا... صرف عملہ اس میں رہ گیا... اب مسافر ریگستان پر کھڑے تھے... یا ٹہل رہے تھے... سورج مشرق سے بلند ہو رہا ہے... دیکھتے ہی دیکھتے وہ سروں پر آ گیا... اب ریت گرم ہو چلی تھی... مسافروں کو پیاس ستانے لگی... وہ جہاز پر جا کر اپنی پیاس بجھانے لگے... لیکن ریت اور گرم ہوتی جا رہی تھی... پیاس اور بھڑک رہی تھی... یہاں تک کہ جہاز کا پانی ختم ہو گیا... اب تو مسافر پریشان ہو گئے

"آپ لوگوں میں سے کچھ باہمت لوگوں کی ضرورت ہے... جو آس پاس سے پانی لا سکیں... یہاں سے قریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر پانی موجود ہے... لیکن دو کلومیٹر تک جانے کی ہمت کسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

کرے گا... اصل بات یہ ہے۔"

"میں جاؤں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور میں بھی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تو پھر برتن جہاز پر سے لے لیں اور اسی وقت ہی چلے جائیں... آپ کے لوٹ آنے تک جہاز بھی ضرور ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

انھیں برتن دے دیے گئے... وہ جہاز ہی میں تھے کہ باقی ساتھی بھی آگے آ گئے۔

"ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔" محمود نے کہا۔

"کیا فائدہ... بلا وجہ تھک گئے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" فاروق نے کہا... اور انھوں نے بھی کوئی نہ کوئی برتن اٹھا لیا۔

آخر وہ سب چلتے گئے... ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی وہ بے دم ہونے لگے... کیوں کہ گرمی شدت کی تھی اور اس پر دم بدم بڑھتی پیاس... مسافروں میں سے صرف ایک ان کے ساتھ روانہ ہوا تھا... اس کے علاوہ کسی نے بھی ہمت نہیں کی تھی۔

"آپ باقی تمام مسافروں سے باہمت ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

مسافر صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"میں نے آپ سے کہا ہے جناب... آپ بہت باہمت ہیں۔" وہ پھر بولے۔

"شش... شکریہ۔" وہ بولا۔

"آپ کا نام کیا ہے۔"

"ہم... میرا نام... آپ کو پسند نہیں آئے گا... اس لیے نہ پوچھیں۔"

"ایسی بھی کیا بات ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"خیر... میں بتائے دیتا ہوں... میں ابرام ہوں۔"

"مسٹر ابرام... آپ کیا کاروبار کرتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ... یہ کیوں پوچھا آپ نے۔"

"بس ایسے ہی... وقت جو گزارنا ہے۔"

"میں اون کا کاروبار کرتا ہوں۔"

انسپکٹر جمشید اچانک مڑے اور اس کی کمر پر ایک زوردار ہاتھ رسید کر دیا... ان کے تمام ساتھی حیرت زدہ رہ گئے... ابرام ریت پر منہ کے بل گرا تھا۔

"یہ... یہ کیا کیا آپ نے ابا جان۔"

"میں دیکھنا چاہتا تھا... یہ کون ہے اور ہمارے ساتھ کیوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

کیا ہے؟" وہ بولے۔

"تب پھر... آپ نے کیا دیکھا؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے... یہ مسٹر سی مون ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلا اٹھے اور بے یقینی کے عالم میں اس شخص کی طرف دیکھا۔

وہ ریت پر سے اٹھ رہا تھا... اس کے چہرے پر ریت کے ذرے چمک رہے تھے... تاہم آنکھیں محفوظ رہی تھیں... انھوں نے بغور اس کی طرف دیکھا اور ایسا کرنے کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھنا پڑا... دوسرے ہی لمحے انھیں ایک شدید جھٹکا لگا... اس ریگستان میں شدید پیاس کے عالم میں یہ جھٹکا کچھ زیادہ ہی شدید محسوس ہوا... ادھر سی مون ان کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ریت کے بادل

"آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی۔ لیکن یہ سب کیسے ہوا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے پرسکون آواز میں کہا۔

"آپ لوگوں کی سیٹیں اس جہاز پر جب بک کی گئیں تو میں نے بھی اپنی سیٹ بک کرا لی۔ ادھر جہاز کے پائلٹوں کو بہت بھاری رشوت دی گئی۔ ان کو صرف اتنا کرنا تھا کہ جہاز میں خرابی کا بہانہ کر کے اسے ریگستان کے قریب اتارنا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ جہاز ریگستان میں داخل ہو جائے۔ پھر کنٹرول روم سے جہاز کا رابطہ منقطع کر دیا جائے۔ جہاز کو تلاش کرنے میں چند گھنٹے گزر ہی جائیں گے۔ اس دوران پیاس مسافروں کو خوب ستا ڈالے گی۔ اور جہاز میں موجود پانی ختم ہو جائے، پھر پانی لانے کی درخواست کی جائے۔ میں جانتا تھا۔ یہ کام تم اور صرف تم کرنے کے لیے تیار ہو گے۔ اور کوئی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

ہمت نہیں کرے گا۔ بس میں نے سوچا۔ اس جگہ تم لوگوں سے مقابلہ کیا جائے کیا خیال ہے۔ مقابلہ کرنے کے بارے میں۔"

"اس مقابلے کا نام پیاسے لڑاکے رکھا جانا چاہیے اور یہ کسی ناول کا نام بھی ہو سکتا ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے مسٹر سی مون۔ تم بھی پیاس سے بلک رہے ہو اور ہم بھی۔ ان حالات میں جنگ کس طرح لڑیں گے۔"

"آج کے دن پیاس صرف آپ لوگوں کا مقدر ہے۔ میرا نہیں۔ مجھے پیاس ہرگز نہیں ستائے گی۔" سی مون نے مسکرا کر کہا۔

"کک۔ کیوں جناب۔ کیا پیاس آپ کو پہچانتی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ ایک بے جان چیز کیا کسی کو پہچانے گی۔" اس نے کہا۔

"تب پھر۔ وہ آپ کو کیوں نہیں لگے گی؟"

"ایک مشہور سائنس دان کی تیار کردہ ایک گولی اس وقت میرے منہ میں ہے۔ جب تک یہ گولی میرے منہ میں رہے گی۔ مجھے نہ بھوک ستائے گی نہ پیاس۔"

اوہ! ان کے منہ سے [illegible]

"گویا ہمیں آپ کے ساتھ لڑنا ہی ہو گا۔ یہ اور بات ہے کہ ہم پیاس کی حالت میں لڑیں اور آپ کو بھوک اور پیاس سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔"

"یہ اپنا اپنا نصیب ہے۔"

"لیکن مسٹر سی مون۔ یہ تو کوئی اصول نہ ہوا۔ کوئی انصاف نہ ہوا۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ میں نے کیا بے اصولی کی ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"انصاف تو یہ ہے کہ ایک ایک گولی ہمیں بھی دیں۔ برابر کی لڑائی تو اسی وقت ہو گی۔" فاروق نے کہا۔

"لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ آپ لوگ پندرہ ہیں اور میں تنہا۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے صرف ایک آپ سے مقابلہ کرے؟"

"نہیں۔ میری طرف سے تو آپ سبھی کو اجازت ہے۔ خیر۔ میں اپنے انصاف اور اصول پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ یہ ایک ایک گولی لے لیں۔" اس نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"ویسے مسٹر سی — آپ کی یہ بات درست نہیں کہ آپ یہاں تنہا ہیں۔" خان رحمان نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں، آپ لوگ بھی تو میرے ساتھ ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"میرا اشارہ اس طرف نہیں۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"تو پھر؟"

"آپ بھی اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر آئے ہیں۔"

"نہیں — یہ غلط ہے۔" سی مون نے منہ بنا کر کہا۔

"میرا فوجی زندگی کا تجربہ مجھے بتا رہا ہے کہ آپ کے ساتھ کچھ لوگ ہیں۔"

"یہ غلط ہے۔" سی مون چلا اٹھا۔

"یہ غلط نہیں ہے مسٹر سی مون۔" ایک آواز ابھری۔

اور پھر ٹیلوں کے پیچھے سے سو کے قریب آدمی اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے۔

"یہ کیا — تم لوگ یہاں کیسے آ گئے۔" سی مون نے برا سا منہ بنایا۔

"ہم نے سوچا — کہیں یہ لوگ آپ کو شکست نہ دے دیں — اس لیے ہم بھی چلے آئے — آپ اگر ان سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں — لیکن مقابلے میں ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا — اگر آپ ایسا نہ کر سکے تو پھر یہ کام ہم کریں گے۔"

"یہ تم لوگوں نے اچھا نہیں کیا — تمہاری مدد کے بغیر بھی میں ان لوگوں سے بخوبی نمٹ سکتا تھا۔" سی مون نے منہ بنایا۔

"تو اب بھی نمٹ لیں — اب کیا ہو گیا ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے — یہ لو بھئی ایک ایک گولی۔" سی مون نے گولیوں والا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔

"نہیں مسٹر سی مون — انہیں پیاس کی حالت میں لڑنا ہوگا۔" بنگال کا ایک فوجی بولا۔

"یہ — یہ نہیں ہو سکتا۔"

"آپ کو ہماری ہدایات پر عمل کرنا ہوگا — آپ معاہدے کی رو سے ہمارے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔"

"منصوبے کی ناکامی کے بعد وہ معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔"

"ناکامی کے صلے میں ہم آپ کو گرفتار تو کر ہی سکتے ہیں۔" فوجی آفیسر مسکرایا۔

"اوہ — تو یہ بات ہے۔" سی مون چونکا۔

"کیا بات ہے؟" آفیسر نے پوچھا۔

"تم لوگ چاہتے ہو — میں ان سے جنگ کر کے انہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

شکست دے دوں اور پھر تم مجھے گرفتار کر کے بنگال کے حکمرانوں کے سامنے پیش کر دو۔"

"تم واقعی بہت تیز ذہن کے مالک ہو۔ یہی بات ہے۔"

"اگر بات یہی ہے تو پھر سی مون بچے نہیں۔ وہ اس نے بھی گولیاں کھیلی ہیں۔ تم اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ اب پہلے میں تم سے مقابلہ کروں گا۔"

یہ کہتے ہی سی مون نے گولیاں ان کی طرف اچھال دیں اور فوجیوں کی طرف مڑتے ہی دوڑ لگا دی۔ انھوں نے یک دم فائر کھول دیا۔

وہ سب ریت پر لوٹ لگا گئے۔ سی مون تڑا تڑ برستی گولیوں میں سے نکل کر بجلی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا، ایسے میں ایک مشین گن بھی اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ پہلے تو اس نے اس کی گولیاں ختم کیں، پھر مشین گن کو لاٹھی کے انداز میں ان پر برسانے لگا۔

اس وقت تک نصف سے زیادہ فوجی ختم ہو چکے تھے۔ باقی نصف نے سی مون کو بری طرح گھیرے میں لے لیا تھا۔ اب گولیاں تو نہیں چل رہی تھیں۔ بس مشین گنیں لاٹھیوں کے انداز میں چل رہی تھیں۔ اور پھر انھوں نے ایک خونریز جنگ ان کے درمیان ہوتے دیکھی۔ وہ سی مون کو

ہر حالت میں مار ڈالنے پر تل گئے تھے۔ سی مون ان سب سے لڑ رہا تھا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں۔ سی مون مارا جائے گا۔" خان رحمان بولے۔

"وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جو فوجی مر چکے ہیں۔ وہ اس لیے مرے ہیں کہ ان کے جسموں پر بلٹ پروف لباس نہیں تھا۔ جو بچ گئے ہیں۔ وہ بلٹ پروف لباس میں ہیں۔ ادھر سی مون بھی گولیوں سے محفوظ ہے۔ لیکن اب لاٹھیوں کی اس لڑائی میں وہ اتنے آدمیوں سے کیسے بچ سکتا ہے۔"

"بھئی۔ یہ سی مون ہے۔ ویسے تم کیا چاہتے ہو۔ کیا ہم اس کی مدد کریں۔"

"اگر یہ اسلام کا دشمن نہ ہوتا تو ہم ضرور مدد کر سکتے تھے۔ یعنی اپنے ذاتی دشمن کی مدد تو ہم کر سکتے ہیں۔ اللہ کے دشمن کی نہیں۔"

ان کے درمیان جنگ جاری رہی۔ سی مون تین چوتھائی فوجیوں کا صفایا کر چکا تھا۔ باقیوں کے چہروں پر اب خوف و ہراس پایا جا رہا تھا۔ آخر کب تک۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی شکست بھی لازمی ہے تو

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھاگ کھڑے ہوئے۔ سی مون نے ان کا تعاقب کیا۔ اور کئی بھاگتے ہوؤں کو بھی لے بیٹھا۔ تاہم چند لوگ بچ نکلنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ اب سی مون ان کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، اس مسکراہٹ میں الجھن بھی تھی:

"میرا خیال تھا۔ ان لوگوں کے مقابلے میں آپ لوگ میری مدد کریں گے۔" اس نے کہا۔

"ہم نے آپس میں مشورہ کیا تھا۔ لیکن مسٹر سی مون اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ ہمارے ذاتی دشمن نہیں ہیں۔ آپ دراصل اسلام کے دشمن ہیں۔ اور ہم اسلام کے کسی دشمن کی قطعاً مدد نہیں کر سکتے۔ ہم مجبور ہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ اب کیا پروگرام ہے۔" سی مون مسکرایا۔

"پروگرام آپ بتا ہیں۔ ہمیں یہاں تک لانا آپ کے پروگرام میں شامل تھا۔"

"لیکن ان لوگوں کا آنا شامل نہیں تھا۔"

"تو کیا۔ ان سے جنگ کرنے کے بعد آپ تھک گئے ہیں اور اب خود کو مقابلے کے لیے تیار نہیں پا رہے۔"

"میں تھک ضرور گیا ہوں۔ لیکن ابھی لڑنے کے قابل ہوں۔ اب تم لوگوں کی چٹنی بنا سکتا ہوں۔ یہ ریگستان اب تم لوگوں کا قبرستان بنے گا۔"

یہ کہہ کر وہ گویا ہوا میں اڑتا ہوا انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا۔ لیکن راستے میں آ گئے انسپکٹر کامران مرزا۔ ان کی ٹانگ چل گئی۔ اور سی مون دھب سے منہ کے بل گرا:

"واہ۔ مزا آ گیا۔ شان دار لات تھی۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی اور مزا آنے لگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔ ادھر انسپکٹر کامران مرزا نے اپنا دایاں پیر اس کی کمر پر رکھ دیا۔ پھر اپنا پورا وزن اس پر ڈالتے ہوئے بولے:

"تم واقعی تھک گئے مسٹر سی مون۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" سی مون نے کہا اور اس کا ہاتھ انسپکٹر کامران مرزا کی ٹانگ پر پڑا۔ انہیں یوں لگا جیسے ٹانگ پر کسی نے ہتھوڑا دے مارا ہو۔ فوراً آٹ گئے اور سی مون چھلانگ مار کر اٹھ کھڑا ہوا۔ نہ صرف اٹھا۔ بلکہ ان پر چھلانگ بھی لگائی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ پہلے ہی تیار تھے۔ پلٹی کھا گئے اور سی مون دھب سے ریت پر آ رہا۔ اس سے پہلے کہ انسپکٹر کامران مرزا اس

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر چھلانگ لگاتے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت تک انسپکٹر کامران مرزا چھلانگ لگا چکے تھے۔ لہٰذا دونوں ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ایک زوردار آواز گونجی۔ ایسے میں سی مون نے کہا:

"اس پوری فوج سے لڑنا آسان تھا۔ آپ اکیلے سے لڑنا مشکل۔"

"تو پھر ہار مان لو۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"سی مون اور اپنی شکست مان لے!"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے جھکا۔ اور انسپکٹر کامران مرزا کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ وہ اب اس کے سر سے اونچے تھے۔ اچانک اس نے انھیں پھینک مارا۔ وہ اگرچہ ریت پر گرے، لیکن پھر بھی یوں لگا۔ جیسے ہڈی پسلی ایک ہو گئی ہو۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید نے سی مون پر چھلانگ لگائی۔ لیکن سی مون جھکائی دے کر خان رحمان کی طرف نکل گیا۔ وہ ہوا میں اچھلا، اس کی دونوں ٹانگیں خان رحمان کے سینے پر لگیں۔ اور وہ ساکت ہو گئے، اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اسے کمر کی طرف سے پکڑ لیا۔ اور دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر ریت پر دے مارا۔ شاید اسے ان سے اس قدر پھرتی کی امید نہیں تھی۔ اس سے

ہلے کر وہ اٹھا۔ انسپکٹر جمشید اس کے سینے پر آ گرے۔ لیکن پھر زور سے اچھلے اور انسپکٹر کامران مرزا پر گرے۔ انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ایک ساتھ اٹھے اور دونوں نے ایک ساتھ سی مون پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن ایسا انھوں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا یہ سمجھے کہ انسپکٹر جمشید بے کار ہو چکے ہیں۔ اور انسپکٹر جمشید نے ان کے بارے میں یہی خیال کیا۔ اس طرح دونوں ایک ساتھ سی مون پر گرے۔

نہ جانے کیا ہوا۔ سی مون کے منہ سے ایک بلند چیخ نکل گئی۔ اور وہ ساکت ہو گیا، تاہم اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ہاں ان میں حرکت نہیں تھی:

"کک۔ کیا ہوا مسٹر سی مون؟" فاروق چلایا۔

"ری۔ ری۔" وہ چلایا۔

"ری سے آپ کی کیا مراد ہے؟" آفتاب گھبرا گیا۔

"ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ آئی ہے۔ شدید چوٹ۔ آپ دونوں نے اکٹھے ساتھ مجھ پر چھلانگ لگا کر ظلم کیا ہے۔"

"ہم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔"

"ہاں! اس کا مجھے یقین ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Malik ji

"تو کیوں جہاز کی طرف واپس چلیں۔ جہاز میں خرابی تو کوئی ہے ہی نہیں۔ جب سب اس میں بیٹھ جائیں تو ایئرکنڈیشنڈ کی وجہ سے پیاس محسوس نہیں ہو گی اور ہم وہاں سے ایئرپورٹ کے کنٹرول روم کو اور اپنی اپنی حکومتوں کو اطلاع دے سکتے ہیں۔ جلد ہی مدد آ جائے گی۔ ہیلی کاپٹر بھیج دیے جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن مسٹر سی مون کا کیا ہوگا؟"

"یہ اب ہمارے قیدی ہیں۔ لیکن پنجرے کے قیدی نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"افسوس!" فاروق نے کہا۔

"تمہیں کس بات پر افسوس ہے؟"

"ہم نے بھی مسٹر سی مون سے مقابلے کی تیاری کر لی تھی۔ آپ لوگوں کی شکست کی صورت میں ہم بہت ٹھاٹھ سے ان کا مقابلہ کرتے۔ اور یہ پہلے ہی حملے میں مار کھا جاتے۔"

"اوہو۔ اچھا۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"لیکن کیسے بھئی؟" خان رحمان مسکرائے۔

"یہ دیکھیے۔"

چھوٹی پارٹی نے اپنی اپنی مٹھیاں کھول دیں۔ ان میں

جبری تھی۔" سی مون یہ دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا:

"تب تو شکر کرو۔ کہ یہ نوبت نہیں آئی۔"

"شکر ہم کریں۔ یا آپ۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"تم لوگ۔ کیوں کہ میری آنکھوں پر نظر نہ آنے والے چشمے چڑھے ہوئے ہیں۔ ریت آنکھوں تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اور تم سب میری لپیٹ میں آ جاتے، پھر جو تمہارا حشر ہوتا ــــــ وہ تم سوچ ہی سکتے ہو۔"

"ارے باپ رے۔ تب تو ہم ہی شکر کیے لیتے ہیں۔" شوکی نے گھبرا کر کہا اور سب مسکرانے لگے۔

وہ جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔ سی مون کے چہرے پر وہ اس وقت شدید ترین الجھن دیکھ رہے تھے۔ وہ بار بار چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر فاروق سے رہا نہ گیا:

"مسٹر سی مون۔ خیر تو ہے۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟"

"میں پریشان نہیں ہوں۔"

"لیکن آپ کسی نہ کسی الجھن میں ضرور مبتلا ہیں۔" محمود نے فوراً کہا۔

"ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے۔" وہ مسکرایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"تو پھر بتائیں نا۔ کیا الجھن ہے۔ شاید ہم دور کر سکیں۔" شوکی نے کہا۔

"تم اور میری الجھن دور کرو گے۔" سی مون ہنس پڑا۔

"شاید۔ آپ کو کسی کا انتظار ہے۔ کسی مددگار کا۔" فرزانہ نے یک دم کہا۔

"کیا کہا تم نے۔" سی مون اس کی طرف پلٹ پڑا۔

"لگ۔ کچھ نہیں۔" فرزانہ نے کہا اور فرحت کا ہاتھ تھام لیا۔ سی مون پھر سامنے دیکھنے لگا۔ فرزانہ کے ہاتھ کا دباؤ فرحت کے ہاتھ پر بڑھتا جا رہا تھا۔

"یہ میرا ہاتھ ہے۔ تم کس خیال میں ہو۔"

"اوہ ہاں۔" فرزانہ چونک اٹھی۔

وہ چلتے رہے۔ اچانک سامنے سے ریت کا ایک بادل آتا نظر آیا۔ اس کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ وہ گھبرا گئے۔ وہ کسی طرف بھی دوڑتے۔ اس بادل کی زد میں آئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ یہ محسوس کرتے ہی انسپکٹر جمشید چلائے:

"بیٹھ جائیں۔ سب لوگ بیٹھ جائیں۔"

وہ سب بیٹھ گئے۔ مگر سی مون نے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی وقت ریت کا بادل ان پر آ پڑا۔ وہ سب ریت کے اس طوفان میں چھپ کر رہ گئے۔ بادل چھٹا تو انھوں نے دیکھا۔ سی مون غائب تھا:

"ہائیں۔ م۔ مسٹر سی مون۔ آپ کہیں اس بادل کے ساتھ تو نہیں چلے گئے۔" محمود ہکلایا۔

"ہاں شاید۔ بادل اسے اڑا کر لے گیا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"ارے۔" محمود کے لہجے میں بے پناہ خوف محسوس ہوا۔

"کیا ہوا۔ خیر تو ہے۔" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"ابا۔ بادل۔ صرف سی مون کو ہی نہیں۔ فرزانہ اور فرحت کو بھی لے گیا ہے۔"

"نہیں!!!" وہ سب ایک ساتھ چلائے اور پھر بے تحاشہ اس طرف بھاگے جس طرف بادل گیا تھا۔ لیکن بادل کی رفتار تو بہت تیز تھی، وہ اس تک کس طرح پہنچ سکتے تھے، تاہم انھیں خیال تھا کہ شاید وہ دونوں کسی جگہ بادل کی گرفت سے آزاد ہو گئی ہوں اور شاید سی مون بھی انھیں مل جائے۔

وہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے۔ بے حال ہو گئے۔ قدم اٹھانا مشکل ہو گیا۔ آخر رک گئے اور پھر انسپکٹر کامران مرزا نے کہا:

"یہ۔ یہ کیا ہوا۔ ابھی جلی کا جیالی ریت میں مل گئی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

"نہیں۔ میں اس طرف دو آدمیوں کو کھڑا دیکھ رہا ہوں۔" اشفاق نے دور دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف سے وہ دوڑ کر آئے تھے۔ انھوں نے بھی اس سمت میں دیکھا۔

"یہ دو ہیں۔ اور کم از کم فرحت اور فرزانہ نہیں ہو سکتے۔"

"لیکن۔ سوال تو یہ ہے کہ یہ کون ہیں؟"

"چل کر دیکھ لیتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"اور فرحت۔ فرزانہ۔"

"پہلے انھیں دیکھ لیں۔ پھر ان کی تلاش میں نکلیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ اس طرف چلنے لگے۔ وہ دونوں جو کوئی بھی تھے، ایک ٹیلے پر کھڑے تھے۔ جوں جوں وہ نزدیک ہوتے گئے، ان کے نقوش نظر آنے لگے۔

"ان میں سے ایک تو کم از کم سی مون ہے۔" اشفاق نے چلا کر کہا۔

"اور۔ اور دوسری اشمارید ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"یہ۔ یہ کہاں سے آگئی۔"

"سی مون شاید یہاں کے لیے بھی باقاعدہ پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔ اور کیوں نہ دیتا۔ اسے تیاری کے لیے تین دن مل گئے تھے۔ ان تین دنوں کے دوران اس نے جیگال سے مسلسل رابطہ قائم رکھا۔ اور اس طرح جہاز کے پائلٹوں کو خرید لیا گیا۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے۔ وہ اس وقت اشمارید کے لیے ہی پریشان تھا کہ وہ اب تک کیوں نہیں آئی۔"

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

وہ سب ان کے نزدیک پہنچ گئے۔ سی مون اور اشمارید نے انھیں طنزیہ انداز میں دیکھا۔ اشمارید کے ہاتھوں میں ایک عجیب سی مشین تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

"تو آپ کو اشمارید کا انتظار تھا۔"

"ہاں! میرے پروگرام کے مطابق یہ یہاں نہیں پہنچیں، ورنہ جو ہو چکا ہے۔ کبھی نہ ہوتا۔"

"اب ہم تم لوگوں کو اس ریگستان میں گھنٹی کا ناچ نچائیں گے۔"

"چلو یہ بھی اچھا ہے۔ بہت دن ہو گئے تھے۔ ناچ ناچے ہوئے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اشمارید۔ ان کی خواہش پوری کر دو۔" سی مون بولا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

سی مون کا حکم سنتے ہی اشمادیہ نے ہاتھ میں پکڑی مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔ اس میں سے فوراً بلا کی ہوا خارج ہونے لگی۔ اور سیدھی ریت پر پڑی۔ ریت اڑ کر ان پر آ رہی۔ اور پھر مزید اڑتی چلی گئی۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کوئی کہیں گرا۔ کوئی کہیں۔ اور بچوں میں سے تو کئی دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ آنکھوں میں بھی ریت بھر گئی۔ ان کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہنے لگا۔ وہ انہیں ملنے لگے۔

"یہ ایک نمونہ تھا۔ اگر میں مسلسل ہوا چھوڑوں تو تم لوگ ریت میں دفن ہو جاؤ۔ اور تمہاری قبروں کا نشان تک نہ ملے۔"

وہ ساکت رہ گئے۔ جیسی جناتی بازی وہ اس مشین کی وجہ سے ہار گئے تھے۔ کافی دیر بعد آنکھیں کھولنے کے قابل ہوئے۔ بے بسی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اسی وقت اشمادیہ نے مشین کا بٹن دبا دیا۔ وہ پھر ریت کے طوفان میں اٹ گئے۔ گو ہوشیار ہونے کی وجہ سے اس مرتبہ انہوں نے فوراً آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ریت پسینے کی وجہ سے ان کے جسموں پر بری طرح چپک گئی تھی اور سوئیوں کی طرح چبھنے لگی۔ اب ان کا برا حال ہو گیا۔ شاید ان کے ساتھ یہ معاملہ تجربوں سے بھی بدتر ہو رہا تھا۔

"انسپکٹر جمشید۔ انسپکٹر کامران مرزا۔ تم اپنی قوم کے بہت نامور ہیرو ہو۔ اگر قوم تم لوگوں کو اس بے بسی کے عالم میں دیکھ لے تو کیا خیال کرے گی۔" سی مون نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ خیال کرے گی۔ ہمارے ہیرو ہماری خاطر کس قدر تکالیف اٹھا رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے اس حالت میں بھی غصہ کھائے بغیر کہا۔

"یہ ریگستان۔ تم لوگوں کا قبرستان بننے والا ہے دوستو۔ اگرچہ میری خواہش یہی تھی کہ تم لوگوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے، تاکہ پھر بھی ہمارا آمنا سامنا ہوتا رہے۔ لیکن افسوس۔ بیگال، اشمادیہ اور دوسرے نہیں مانتے۔ ان کی یہی خواہش ہے کہ تم لوگوں کو جلد از جلد موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اور موت کے گھاٹ اتارنے کا ایسا طریقہ تم لوگوں نے کبھی دیکھا ہو گا دیکھنا۔" سی مون کہتا چلا گیا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر سی مون۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اشمادیہ۔ اب دیر لگانا مناسب نہیں۔ یہ لوگ ہمارا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہم وہاں پہنچ کر ان لوگوں کے ریت کے طوفان میں پھنس جانے کی اطلاع دیں گے۔ اور جہاز سے وائرلیس کے ذریعے پیغام بھیج کر مدد منگوا لی جائے گی اور اس طرح یہ لوگ یہیں ریت میں دفن ہو جائیں گے۔"

"اوکے باس۔" اشماریہ نے کہا اور پھر بٹن دبا دیا۔

وہ پھر ریت کے طوفان کی لپیٹ میں آ گئے۔ اور گرتے پڑتے دور پہنچ گئے۔ طوفان رکا تو پھر اٹھے، اگرچہ اٹھنے کی سکت ختم ہو چکی تھی۔ لیکن کیا کرتے۔ اٹھنا ہی پڑا۔

"اشماریہ۔ ابھی ان میں دم خم باقی ہے۔"

اشماریہ نے پھر بٹن دبا دیا۔ اور اس مرتبہ کافی دیر تک دبائے رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بادل مہیب صورت اختیار کر گیا۔ وہ سب لوگ اس میں چھپ کر رہ گئے، کافی دیر بعد جب اشماریہ نے بٹن پر سے ہاتھ اٹھایا اور بادل چھٹا تو وہ سب بے دم ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ اور بے تحاشہ ریت ان کے جسموں پر چڑھ چکی تھی۔ گویا وہ نصف کے قریب ریت میں دفن ہو چکے تھے۔ تاہم ان کے سر اور نچلے دھڑ کسی حد تک ریت سے باہر تھے۔ اس مرتبہ انھوں نے آنکھیں بند کر کے آنکھوں کو ریت سے بچا لیا تھا۔

"بس ایک جھٹکا اور۔ اب ان میں ہلنے جلنے کی سکت نہیں رہ گئی۔ ورنہ یہ ریت میں سے نکل سکتے تھے۔" سی مون نے کہا۔

اشماریہ نے بٹن دبا دیا۔ ریت کا طوفان پھر اٹھا، بہت دور تک ریت اڑ رہی تھی۔ سی مون اور اشماریہ اس لیے ریت سے محفوظ تھے کہ ہوا کا رخ ان کی طرف نہیں تھا۔ اس مرتبہ جو اشماریہ نے ہاتھ روکا تو صرف چہرے ریت سے باہر نظر آئے۔ باقی تمام دھڑ ریت میں چھپ چکے تھے۔

"کیا خیال ہے۔ اشماریہ۔ اب ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر ہم جہاز کی طرف نہ چلیں۔"

"نہیں باس۔ اس بارے میں مجھے خاص ہدایات ہیں۔ جب تک ان لوگوں کو مکمل طور پر ریت میں دفن نہ کر دوں۔ اور تین منٹ نہ گزر جائیں۔ اس وقت تک یہاں سے نہ ہلوں۔ تاکہ ان سب کی موت کا سو فی صد یقین ہو جائے۔"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر۔ اب آخری بار بٹن دبا دو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سی مون نے کہا۔

اشمادیہ کی انگلی بٹن پر دباؤ ڈالنے ہی لگی تھی کہ اس کی کمر سے کوئی چیز پورے زور سے ٹکرائی۔ یہی سی مون کے ساتھ ہوا۔ دونوں اوندھے منہ گر گئے۔ کیوں کہ اپنی پچھلی طرف سے وہ بالکل بے دھیان تھے۔ مشین اشمادیہ کے ہاتھ سے نکل گئی۔

اشمادیہ اور سی مون کی کمروں سے فرزانہ اور فرحت ٹکرائی تھیں۔ فرزانہ نے فوراً مشین کی طرف چھلانگ لگا دی، اس سے پہلے کہ سی مون یا اشمادیہ اٹھتے۔ اس نے مشین کا بٹن دبا دیا، لیکن بٹن دبانے سے پہلے وہ ہوا کے درست رخ پر آ گئی تھیں۔

فوراً بادل اٹھا۔ اور اشمادیہ اور سی مون اس میں چھپ گئے۔

"اب میں بٹن پر سے انگلی نہیں اٹھاؤں گی۔" فرزانہ نے سرد آواز میں کہا۔

"لیکن فرزانہ۔ کسی قدر ریت ہمارے ساتھیوں کی طرف بھی جا رہی ہے۔ کیوں کہ درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔"

"لیکن اس حد تک نہیں۔ ابھی ان کے سر باہر ہیں، اور اگر تم میرا خیال چھوڑ کر ان کی طرف چلی جاؤ۔ تو ان کے چہرے ریت میں چھپنے سے بچا سکتی ہو۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ اچھا۔" فرحت نے کہا اور ان کی طرف دوڑ لگا دی۔

ادھر بٹن بدستور دبا ہوا تھا۔ ریت کا بادل اب اس قدر گہرا ہو چکا تھا کہ سی مون اور اشمادیہ کا کہیں نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

آخر جب فرزانہ کو اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے بٹن پر سے انگلی اٹھا لی۔ کافی دیر بعد بادل چھٹا، اس نے ان دونوں کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ تاہم وہ بالکل چوکس کھڑی رہی۔

ادھر فرحت اپنے ساتھیوں پر سے برابر ریت ہٹا رہی تھی۔ اور اب وہ بھی کسی قدر حرکت کرنے کے قابل ہو چکے تھے۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ ان کے ساتھی اب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن اشمادیہ اور سی مون اب بھی کہیں نظر نہیں آ سکے تھے۔

"اب ان کا کیا کریں۔"

"ہم اس ریگستان میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ وہ اگر زندہ ہیں اور ریگستان میں کہیں دور نکل گئے ہیں تو زندگی

Malik ji

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں ان سے پھر ملاقات ہو جائے گی اور اگر ریت میں دب کر مر گئے ہیں تو ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ لہٰذا آؤ واپس چلیں۔"

اب مشین انسپکٹر جمشید نے لے لی۔ اور یہ قافلہ واپس چل پڑا۔

"ہمیں پتا ہی نہیں چلا۔ تم دونوں کب ہم سے جدا ہو گئیں۔" محمود بولا۔

"جب میں نے سی مون کو بے چینی کے عالم میں ادھر اُدھر دیکھتے پایا تو سمجھ گئی کہ اسے کسی کا انتظار ہے۔ اور سی مون کسی اہم آدمی کے انتظار میں ہی پریشان ہو سکتا تھا، چنانچہ میں نے فرحت کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف کر لیا۔ اور پھر موقع ملتے ہی ہم دونوں ریت پر لیٹ گئیں۔ اور اپنے اوپر ریت ڈال لی۔ جب وہ آپ لوگوں سے اُلجھ گئے تو ہم اٹھیں اور چکر کاٹنا شروع کر دیا۔ اسی طرح ہم ان دونوں کے پیچھے پہنچنے میں کامیاب ہو سکیں۔ جس وقت سی مون نے اشارے سے کہا تھا کہ آخری بار بٹن دباؤ۔ اسی وقت ہم پہنچیں۔ اور پھر ہمیں اور تو کچھ نہ سوجھا۔ سروں کی ٹکریں دے ماریں۔"

"بہت خوب۔ ان ٹکروں کا تو جواب ہی نہیں تھا۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

ان کے قدم اُٹھتے رہے۔ آخر جہاز تک پہنچ گئے۔ وہاں لوگ بے دم تھے۔ انہیں دیکھتے ہی چلا اُٹھے:

"پانی مل گیا؟"

"ہاں! فکر نہ کریں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن پانی کہاں ہے۔ وہ برتن کہاں ہے؟" لوگ چلا کر بولے۔

"ابھی۔ مل جاتا ہے پانی۔ اگر ہم برتن آپ لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیتے تو آپ لوگ آن کی آن میں پانی کو ختم کر دیتے اور اس طرح پیا جانے والا پانی تکلیف دیتا۔" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا غیر محسوس طور پر دونوں پائلٹوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

پھر انسپکٹر کامران مرزا نے سرسری انداز میں کہا:

"جہاز میں خرابی کیا ہوئی؟"

"کچھ۔ خرابی۔"

دونوں نے آگے بڑھ کر پائلٹوں کو دبوچ لیا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا؟"

"خاموش۔ ہم تمہیں مزا چکھائیں گے۔"

"یہ۔ یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔" مسافر چلائے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Malik ji

انھوں نے جلدی جلدی ان کی غداری کی کہانی سُنائی۔ مسافروں کے منہ حیرت سے کھُل گئے۔

"اس۔ اس کا مطلب ہے۔ جہاز میں کوئی خرابی نہیں ہے" کئی آوازیں اُبھریں۔

"نہیں" وہ بولے۔

پائلٹوں کو باندھ دیا گیا۔ پھر جہاز کے کنٹرول سسٹم سے سعودی عرب اور اپنے مُلک یہ خبریں پہنچائی گئیں۔

آخر دس گھنٹے بعد وہ ایک دوسرے جہاز میں سفر کر رہے تھے۔

"اس مرتبہ۔ وہ تو رہ ہی گیا" فاروق بول اُٹھا۔

"وہ کیا؟" آفتاب نے منہ بنایا۔

"بھئی وہی۔ سہرا" وہ مسکرایا۔

"اوہ ہاں، واقعی۔ اس مرتبہ سہرا کس کے سر بندھے گا؟" آفتاب حیران ہو کر بولا۔

"میرے خیال میں تو سہرا ابّا جان اور انکل کامران مرزا کے سر بندھنا چاہیے" محمود نے کہا۔

"ہاں واقعی۔ منصوبے کو ناکام بنانے کا کام تو انھوں نے ہی انجام دیا ہے" مکھن نے کہا۔

"یوں تو پروفیسر انکل کا بھی بہت ہاتھ ہے"

"تو پھر انکل خان رحمان اور انکل منور علی خان بھی برابر کے شریک ہیں"

"بھئی۔ تم ہم لوگوں کو تو معاف ہی رکھو۔ ہم سب کے سروں پر تو پہلے ہی سہرے بندھ چکے ہیں۔ اپنی فکر کرو" پروفیسر داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب بھی مسکرانے لگے۔

"بات تو یہ بھی ٹھیک ہے" محمود نے فوراً کہا۔

"تو پھر۔ غلط بات کون سی ہے" آصف نے اسے گھورا۔

"گگ۔ گویا۔ سہرا۔ چھوٹی پارٹی میں سے کسی کے سر پر بندھے گا" اخلاق چلّایا۔

"تب تو پھر اس کا حق دار شوکی ہے۔ اگر یہ حضرت سی مون کی جیب سے چابی نہ اڑا لیتے۔ تو۔"

"بھئی۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں فیصلہ کر دوں" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ضرور انکل۔ ضرور۔ یہ تو آپ ہماری مشکل آسان کریں گے" فرزانہ چہکی۔

"غلط۔ بالکل غلط۔ مشکلات آسان کرنے والا صرف اللہ ہے۔ ہاں تو میں پیش کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اس عظیم ترین مہم میں سبھی کا حصہ ہے۔ کسی ایک کو بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نکال دیا جائے۔ تو ہم سر ہوتی نظر نہیں آئے گی۔ لہٰذا ہم سب ہی سہرے کے حق دار ہیں۔ کوئی باندھے یا نہ باندھے۔"

"لو۔ لیکن۔ انکل۔ اس طرح تو ایک سہرے کے بہت سے ٹکڑے ہو جائیں گے۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"فکر کی ضرورت نہیں۔ میں بہت سے سہروں کا انتظام کر دوں گا۔" خان رحمان نے کہا۔

"دھت تیرے کی۔ سہرے کا معاملہ تو پڑ گیا کھٹائی میں۔"

"اور ہم اپنے ملک کی سرزمین پر اترنے والے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے اعلان کیا۔

جب وہ جہاز سے اترے تو سبھی کے گھر والے ایئرپورٹ پر موجود تھے اور ان سب کی آنکھوں میں آنسو مچل رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف لپکے۔

Malik ji

۵۰۰۰۰ روپے کے نقد انعامات

باطل قیامت

کا انعامی سوال

سوال: حملہ آور نے "س۔۔۔ م" کہا تھا۔ وہ کیا کہنا چاہتا تھا؟

☆

انعامات کی تفصیل ایک خوشگوار تبدیلی کے ساتھ

- پہلا انعام — مبلغ دو ہزار روپے سب سے پہلے موصول ہونے والے درست جواب پر دیے جائیں گے۔
- دوسرا انعام — مبلغ ایک ہزار روپے دوسرے موصول ہونے والے درست جواب پر دیے جائیں گے
- تیسرا انعام — مبلغ پانچ سو روپے تیسرے موصول ہونے

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں